مقبوضہ مہدی حسین سید کھیڑی کے

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا

جب انپر رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو روتے ہوی سجدہ میں گر پڑتے ہیں

(یہ آیت سجدہ ہے سجدہ کرو)

آیاتُ الرحمٰن
لِنسخِ مَا یُلقی الشیطٰن

مصنفہ جناب احسن المتکلمین فاضل عصر علامۂ دوران ناصر و مرید خاص حضرت اقدس مسیح موعود امام آخر الزمان علیہ السلام حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی متع اللہ المسلمین بحسن کلامہ

مطبع انوار احمدیہ قادیان دار الامان میں شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

التمہید

اما بعد سید محمد احسن امروہوی بخدمت ناظرین اوراق ہذا گزارش کرتا ہے کہ یہ مسئلہ اسلام میں بطور سنۃ اللہ کے مانا ہوا ہے کہ حضرت آدم کے وقت سے لیکر جسقدر انبیا و مرسلین اور مصلحین یعنی مامورین محدثین دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں اُن کے مقابلہ میں القاءات شیطانی بھی بڑے زور و شور سے ہوتے رہے ہیں لیکن بالآخر تمام القاءات شیطانی ضعیف و سست بلکہ نیست و نابود ہوتے رہے اور جن مقاصد اصلاحیہ اور مطالب دینیہ کیلیے مامورین و مرسلین مبعوث ہوئے اُن مقاصد اور اغراض کو بیشک اُنھوں نے پوری طور سے تکمیل کر کے دنیا سے تہیں سدھارے اسکے ادلہ یقینیہ ہم کتاب شمس بازغہ میں بھی لکھ چکے ہیں چونکہ اس تحریر میں ہمکو احکام آیات الرحمن اور نسخ مایلقی الشیطان زمانہ حال کا مد نظر ہے لہذا دلیل ذیل سے جو بطور حصر نفی و اثبات کے کلام الٰہی میں مندرج ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۔ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ ترجمہ تفسیری آیت کا یہ ہے کہ اے میرے پیارے پیغمبر تیرے مخالفین جو ہماری آیتوں کے مقابلہ میں کوشش کر رہے ہیں اور انکا ایک ہی ہرانا اور تھکانا چاہتے ہیں بالآخر وہی لوگ دوزخ

والے ہیں کیونکہ ہماری تو یہی عادت ہے کہ تم سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی ایسا نبی بلکہ بموجب
حدیث بخاری کے ایک قراءت میں نہ کوئی ایسا محدث مبعوث کیا کہ اسکو یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اُسنے
تمنا تبلیغ کامل کے لیے کی ہے تو شیطان نے اُسکی آرزو اور تمنی میں ضرور وسوسے ڈالے ہیں دیکھو حضرت
موسیٰ جب طور پر تشریف لیگئے اور حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ کر گئے اور بموجب رضائے الٰہی بجائے تیس رات کے
چالیس رات تک وہاں اعتکاف کرنا پڑا پیچھے بنی اسرائیل نے بالقائے شیطان سامری کے گوسالہ
پرستی شروع کردی پھر دیکھو مسیح کے لیے کتب مقدسہ میں لفظ ابن اللہ کا حسب محاورہ لسان کے بمعنی صحیح
مستعمل ہوا تھا یہود بہبودہ کو اس لفظ سے سخت ابتلا پیش آیا اور درپے قتل و صلیب مسیح کے ہوگئے جس سے
مغضوب علیہم کہلائے گئے اور نصاریٰ کو یہ ابتلا واقع ہوا کہ انھوں نے اس لفظ کو بمعنی حقیقی مراد لے لیا
اور ضالین ہو گئے حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نہایت دبکر صلح کی جسمیں انواع انواع کے مصالح غیر متناہیہ
اور حکم الٰہیہ تھے اور یہی وجہ ایسی صلح بنام فتح مبین نامزد کی گئی کما قال اللہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا
تاہم بعض ضعیف الایمان یا منافق مرتد ہو گئے غرضکہ ایسی نظریات یا واقعات متشابہات کی صدہا نظائر ہیں
غرضکہ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے احوال سے واقف اور خبردار ہے لیکن حکمت والا بھی ہے لہذا بمقتضائے
حکمت ایسے معاملات متشابہات یا نظریات میں منظور خدا یہ ہوتا ہے کہ اُس وسوسہ کو جو شیطان ڈالتا ہے اُن
لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ گردانے جنکے دلوں میں بدظنی یا بدعقیدگی کا مرض بیٹھا ہوا ہے اور اُن کے دل سخت ہیں
اور اسمیں کیا شک ہے کہ ایسے ظالم بڑے درجہ کی مخالفت میں پڑے رہتے ہیں۔ اور نیز ایسے معاملات میں خدا تعالیٰ
کو یہ بھی منظور ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے مثلاً زمانہ حال میں وہ لوگ جو توفی عیسیٰ بن مریم کو بدلائل قاطعہ
ثابت کر چکے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چودھویں صدی میں ایک ایسے مجدد کی
بعثت کو جو ہر دو شان مہدویت اور مسیحائی کا مجمع ہو ثابت کیا گیا ہے اور آسمان نے بذریعہ اجتماع کسوف و
خسوف رمضان ۱۳۱۱ھ ایک کامل شہادت تمام دنیا کیلیے ادا کی اور زمین نے بذریعہ اجرائی ریلوے تمام ارض
مقدسہ جزیرہ عرب میں جو طیار ہو رہی ہے اُس مسیح موعود کے وجود کے لیے قیامت تک شہادت دی کما
فی الحدیث الصحیح ویترک القلاص فلا یسعیٰ علیہا یعنی عمدہ اونٹیاں چھوڑ دیجاویگی اور انپر دوڑ
دھوپ نہ کیجاویگی اور ان دونوں قسم کے شاہدوں کی نسبت قبل از وقوع اُس مہدی معہود اور مسیح موعود نے
فرمادیا تھا کہ ؎ آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں ؎ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند
اور مسیح موعود کا حلیہ جو اصح الصحاح میں وارد ہے وہ بھی اُسمیں موجود اور پھر جن لوگوں کو یہ بھی علم دیا گیا ہے
کہ دیگر عجیب نشانات مثل وقوع پیشین گوئی لیکھرام وغیرہ وغیرہ جو اُس ذات اقدس نے بطور پیشین گوئی تمام
دنیا میں قبل از وقوع شائع کی تھیں وہ بھی اپنے اپنے وقت میں واقع ہوگئیں اور پھر آیت استخلاف نے
تمام مسائل متنازعہ فیہا کا فیصلہ کر دیا ہے اور میعاد بعثت مسیح موعود یعنی چودھویں صدی کو بھی بتعین بتلا دیا ہے

بلکہ جسقدر شبہات اور شکوک مخالفین کو پیدا ہوتے ہیں آیت استخلاف نے اُن سب اوہام کو دفع کر دیا کما ثبت فی محلہ اور بموجب اشارات لطیفہ سورۂ فاتحہ کے جو ہر رکعت نماز میں پڑھی جاتی ہے ہر دو فرقہ مغضوب علیہم اور ضالین بھی اس آخر زمانہ میں پیدا ہو گئے جو وجود مسیح کو مقتضی ہیں اور مخبر صادق نے اُس مسیح موعود کی نسبت یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ مسیح موعود ایک امام تمھیں میں سے ہوگا نہ بنی اسرائیلی کما قال کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یا وَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اور آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ بھی بموجب حدیث متفق علیہ کے باواز بلند پکار کر کہہ رہی ہے کہ مصداق اس پیشین گوئی کا وہی جو من ابناء فارس ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ غرض کہ جن لوگوں کو یہ علم دیا گیا ہے باوجود وقوع ایسے متشابہات کے بھی جانیں اور یقین حاصل کریں کہ تمھارے پروردگار کیطرف سے جو یہ مسیح موعود نازل ہوا ہے وہ بیشک وشبہ حق ہے یعنی ایسی ثابت شدہ صداقت ہے کہ ادلہ عقلیہ اور نقلیہ اُسکی مثبت ہیں پس اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ اُسپر کامل ایمان لاویں اور کامل ایمان کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے دل خدا کے آگے گڑگڑانے لگیں اور ہمیں کچھ شک نہیں ہے کہ خداوند تعالی ایسے ہی ایمان والوں کو صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم رکھتا ہے اور اُسکی طرف ہدایت کرتا رہتا ہے اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا مصداق گردانتا رہتا ہے تمام ہوا ترجمہ تفسیری آیت کا اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بوقت بعثت مامورین و مرسلین کے جنکی تمام سعی اور کوشش واسطے تبلیغ ضروریات دینیہ کے ہوتی ہے اُسکے مقابلہ میں شیطان بھی القا کرتا رہتا ہے پس اسی سنۃ اللہ کے موافق جب سے کہ یہ مسیح موعود مبعوث ہوا ہے اپنے اپنے اطوار و استعداد کے بموجب صدہا مخالفین بالقاء و اغوائے شیاطین اُسکے مقابلہ کیلیے کھڑے ہو گئے کسی نے اپنی منقولی استعداد ناقص کے ساتھ اُسکا مقابلہ کیا اور کسی نے اپنی کج فہمی سے علوم آلیہ کا خلط کر کر مناظرہ بیجا کیا لیکن بحکم کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے ہر میدان میں اُسی کیلیے فتح اور نصرت الہی شامل حال رہی اور مخالفین بحکم سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کے بھاگتے نظر آئے اور اس فتح اور نصرت کا شہرہ غرب سے لیکر شرق تک واقع ہوا ابتو ہزاروں مخالف بھی باوجود عدم موافقت کے اقرار کرتے ہیں کہ جو زور اور طاقت اس مجدد کے قلم میں ہے وہ کسی دیگر اہل علم دنیا میں نظر نہیں آتی ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء اور یہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو مہدی معہود کے لیے احادیث مخبر صادق میں موجود ہے آخر حدیث کا ٹکڑہ یہ ہے کہ وظہور القلم رواہ احمد والحاکم عن ابن مسعود علاوہ اس کے بعض نادان جو اُسکے مقابلہ میں بمباہلہ پیش آئے وہ بھی ہلاک ہو گئے دیکھو مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب کید کادیانی میں جو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اپنے مرجانے سے پہلے حضرت اقدس کا مرجانا شائع کیا اور لکھا کہ جو جھوٹا ہے وہ مرجاویگا پس چند روز کے بعد وہ خود ہی مر گیا ۔ مولوی اسمعیل علیگڈھی نے بھی اسی قسم کا اشتہار بذریعہ اپنے رسالہ کے شائع کیا تھا

وہ بھی اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ مولوی محی الدین لکھو کے والے نے بھی ایسا ہی ایک الہام شائع کیا تھا وہ بھی
زمین کے نیچے چلدیا یہ حال تو اندرونی مخالفوں کا ہوا اور مخالفین اسلام بھی اُسکے مقابلہ میں موت کے ہادیہ میں
گرکر فنافی النار ہوگئے اب ڈھونڈو اور تلاش کرو کہ پادری حمید اللہ پشاوری اندرمن مرادآبادی دیانند سرستی
لیکھرام گستاخ و بیباک اب دنیا میں کہاں ہیں باوجودیکہ انھوں نے بھی حضرت اقدس کی نسبت قبل اپنے مرنیکے
حضرت اقدس کی موت کا اشتہار دیا تھا یہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو احادیث صحاح میں وارد ہوئی کا یحل لکافر
اَنْ یَجِدَ رِیحَ نَفَسِہٖ اِلَّا مَاتَ یہ تین رنگ کے مقابلے یعنی منقولی و معقولی و مباہلہ کے رنگ میں جو واقع
ہوئے انکو ایک دنیا دیکھ چکی ہے اور اہل انصاف پر ظاہر و باہر ہو چکا ہے کہ تینوں رنگ مخالفین کے لئے موجب
عار و ننگ ہوگئے اور پھر مقدمہ بازوں نے بھی جان توڑ کوششیں اُسکے نابود کرنے میں کیں حتی کہ خون اور
قتل کے الزام تک لگائے گئے پھر وہ سب کے سب معہ اپنے شہدا اور معاونین کے خسر الدنیا والآخرہ ہوگئے
جس کی مثلیں دفاتر سرکاری میں موجود ہیں اور ایک عالم اُس سے خبر رکھتا ہے اور کرامت پر کرامت یہ ہوئی کہ
جملہ مقدمات میں فتح اور نصرت اور ابرا کے الہامات حضرت اقدس کیطرف سے قبل انفصال مقدمات شائع
ہو چکے تھے جو بفضلہ تعالے پورے ہوئے اب بالآخر ۱۸۹۹ء سے بابو الٰہی بخش صاحب رنگ الہام و مکاشفات
میں رنگین ہوکر مقابل ہوئے ہیں اور ایک ضخیم کتاب مسمی بہ عصائی موسیٰ تالیف فرمائی جسمیں پہلے مخالفین کے
خیالات کے ساتھ کچھ اپنے خیالات و الہامات جمع کرکر قریب تیس جزو کے ایک بوستان خیال طیار کیا اس
کتاب کا صرف ایک نسخہ حضرت اقدس کے پاس پہنچا حضرت اقدس نے اسکی بعض مقامات ملاحظہ فرماکر یا بالمقابل
میرے روبرو برملا مستفیضین سے ارشاد فرمایا تھا کہ ابھی اس کے جواب میں کو بصاحب ایک میعاد مناسب
تک مبادرت نفرماویں ہمارے مخالفین کو بھی خوش ہونے دیں اور نیز موافقین کے اخلاص اور علم کا حال
بھی معلوم ہو جاوے کہ یہ کتاب کس کس کیلیے مزلۃ الاقدام ہوتی ہے کما قال اللہ تعالے ولیمحص ما
فِی قُلُوبِکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ لہذا خاکسار نے تو حسب الارشاد ہدایت بنیاد کے
اس کتاب کے جواب کیطرف التفات نہ کیا بلکہ دیکھا تک نہیں لیکن بعض احباب نے بسبب جوش اخلاص اور وفور
علم حق کے کچھ مختصر طور پر مصداق ما قل و دل الحکم میں اور نیز مستقل بھی اپنی تحریرات کو شائع کیا اور اس
کتاب کا جواب ایسا ہی مختصر ہونا تھا تب ہی زیبا اور مناسب تھا کیونکہ بابو صاحب نے بہت سے اوراق و اجزا
کتاب کو محض بے تعلق اور مباحث بیسود داخل کرکر سفید سے سیاہ کر ڈالا ہے شاید اس تطویل لاطائل سے انکی
یہ غرض ہو گی کہ عوام کالانعام پر بسبب ضخامت کتاب کے ایک بڑا رعب پڑے گا مگر انھوں نے یہ بھی خیال نکیا
کہ جب ہم نے کتاب کا نام عصای موسی رکھا ہے تو بلحاظ نام کے بھی یہ تطویل لاطائل ہرگز مناسب نہیں کیونکہ بمقابل
حبال اور عصا ہائے جادوگروں کے عصاء موسی تو تعداد اور مقدار میں بہت ہی اقل اور کمتر تھا معہذا ان
سب حبال اور عصی کو نگل گیا تھا قال اللہ تعالیٰ فالقوا حبالھم وعصیھم وقالو بعزۃ فرعون

انا لنحن الغالبون فالقے موسیٰ عصاہ فاذا ھی تلقف ما یافکون چونکہ ایسی طول لاطائل کا جواب مختصر ہی مناسب تھا جو الحکم وغیرہ میں شائع ہوا ہے اُدھر حضرت اقدس کا ارشاد مذکورہ صادر ہوا تھا کہ ابھی کوئی صاحب اسکا جواب نہ لکھیں لہذا خاکسار نے آج تک اسکے جواب تفصیلی کیطرف توجہ نہ کی کہ شاید بیسود تضییع اوقات ہو مگر نفس کتاب کے دیکھنے کا البتہ شوق تھا لہذا تین عریضے بخدمت منشی عبد الحق صاحب خاکسار نے واسطے طلب کتاب مذکور کے بصیغہ وی پی روانہ کیے اول خط کا جواب تو آیا کہ کتاب روانہ کی جاویگی لیکن بعدہ کسی مصلحت کیوجہ سے صدائے برنخاست کا مضمون واقع ہوا اب جبکہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء میں خاکسار قادیان میں آیا ہوا ہے حافظ محمد یوسف صاحب کا امرتسر سے ایک خط جو بمقام امروہہ روانہ کیا گیا تھا قادیان میں خاکسار کے پاس بدیں خلاصہ مضمون امروہہ سے واپس آیا کہ (کمترین نے عرصہ چار ماہ سے پنشن لے لی ہے اور کتاب عصائے موسیٰ معرفت حافظ احمد اللہ صاحب بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں روانہ کی تھی اُمید ہے کہ پہنچی ہوگی اور آپ نے مطالعہ بھی کیا ہوگا لیکن ابتک آپ نے اپنی رائے سے کچھ بھی اطلاع نہیں دی مگر دیگر علماء ہندوستان و پنجاب کے عصائے موسیٰ کی تعریف میں بہت خطوط آئے اور رسالہ قطع الوتین بھی آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا اُس کی بابت آپکی رائے کا منتظر ہوں اور ایک رسالہ حقیقت المہدی جسمیں مہر عبد العزیز نمبر دار بٹالہ مرید خاص مرزا صاحب نے مرزا صاحب کی امامت کی تردید کی ہے وہ بھی آپکی نظر سے گذرا ہے یا نہیں اور آپ امرتسر آکر فیصلہ فرماویں) یہ خلاصہ اُس خط مذکور کا ہے جو بلفظہا لکھا گیا خاکسار کو اس خط کے پڑھنے سے بڑا ہی تعجب ہوا کہ حافظ صاحب ممدوح نے پارسال بھی واسطے فیصلہ مسائل متنازعہ فیہا کے خاکسار کو امرتسر میں طلب کیا تھا لیکن جب خاکسار امرتسر میں حاضر ہوا تو علماء مشاہیر امرتسر میں سے کوئی عالم مقابلہ پر نہ آیا باوجودیکہ حافظ صاحب ممدوح چند مرتبہ علماء امرتسر کے پاس اس غرض سے مناظرہ کے لیے حاضر ہوے لیکن کوئی عالم آمادہ نہ ہوا کہ حافظ صاحب کی درخواست کے بموجب تصفیہ مسائل کرے بعض طلبہ یا علماء غیر مشہورین سے جو گفتگو ہوئی اور وہ تحریر بھی کی گئی چونکہ خاکسار کیطرف سے ان جلسوں میں بڑے بڑے ادلہ قاہرہ پیش کیے گئے جو کسی قدر رسالہ ایقاظ النائمین میں شائع ہو چکے ہیں لہذا حافظ صاحب نے جب اسطرف ایسا غلبہ اور اتمام حجت ملاحظہ کیا تب ان تمام تحریرات کو ناتمام چھوڑ کر اپنے وطن کو تشریف لے گئے کیا وہ نظارہ الحق یعلوا ولا یعلیٰ کا حافظ صاحب کو اب یاد نہیں رہا جو عصائے موسیٰ کی نسبت خاکسار کی رائے دریافت فرماتے ہیں کیونکہ جب کسی امر کی حقیقت اکمر تبہ بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ ثابت ہو جاتی ہے تو پھر بعد اُس امر حق کے سوائے ضلالت کے اور کیا باقی رہتا ہے کما قال تعالیٰ وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ الغرض خط مذکور کا جواب بخدمت حافظ صاحب ممدوح خاکسار نے بدیں خلاصہ مضمون لکھا (کہ چونکہ آپ نے اب پنشن لے لی ہے اور خاکسار بھی قادیان میں حاضر ہے لہذا آپ یہاں پر تشریف لے آویں جلوت میں خلوت میں جسطرح پر آپ چاہیں گے گفتگو ہو سکتی ہے اور آپکو کسی

طرح کی تکلیف نہ ہوگی آپکی بھی اب آخر عمر ہے اور میں بھی لب گور ہوں بہت ہی بہتر ہوگا جو ان مسائل کا تصفیہ آپ کر لیویں تاکہ اللہ تعالےٰ کے روبرو حق کے ساتھ سرخروئی ہو اور قطع الوتین کا فیصلہ خاکسار نے شمس بازغہ میں بخوبی کر دیا ہے آپ امرتسر میں کسی دوست سے لیکر ملاحظہ فرماویں۔ اور عصائے موسیٰ خاکسار کے پاس معرفت حافظ احمد اللہ صاحب کی ابتک نہیں پہونچا آپ اُسکو ہمراہ لاویں یا روانہ فرمادیویں اور مہر عبد العزیز اوکل تو اہل علم میں سے نہیں ہے اور ثنا ہیگا وہ کسی حدیث صحیح بخاری وغیرہ کو بھی دربارہ مسیح موعود تسلیم نہیں کرتا پھر حضرت اقدس مرزا صاحب کی امامت کلی کا اگر وہ منکر ہو تو کیا بعید ہے لیکن اُسکو ایک بڑی دشواری یہ پیش آرہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی امامت تو قرآن مجید میں سورہ فاتحہ سے لیکر آخر قرآن مجید تک اکثر محکم اور بینات آیات سے ثابت ہوتی ہے پھر ایسے بےعلم کے جواب کیطرف کیونکر توجہ کیجاوے جو احادیث صحیح بخاری کو بھی نہیں مانتا مضمون خط کا یہی تھا الفاظ اُسکے مجھکو یاد نہیں رہے جب اس خط کو حافظ صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے ہوے دس گیارہ روز کا عرصہ گذر گیا کہ نہ تو جواب خط ارسال فرمایا اور نہ کتاب عصائے موسیٰ روانہ کی اور نہ خود تشریف لائے اور اُسپر علاوہ یہ ہوا کہ میرے دوست شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے نام بڑے زور و شور کا ایک خط بدیں مضمون آیا کہ تم نے اپنے اقرار کو ابتک پورا نہیں کیا یعنی نہ تو قطع الوتین کا جواب دیا اور نہ حضرت اقدس کی بیعت سے توبہ کی اس خط کو دیکھکر خاکسار کو بڑی تحریک پیدا ہوئی کہ حافظ صاحب باوجود لاجواب ہونیکے پھر یہ زور شور ظاہر فرماتے ہیں اور بعض احباب لدھیانہ نے بھی بہت اصرار سے فرمایش کی کہ جواب عصائے موسیٰ وغیرہ کا تفصیلی ہونا ضروری ہے لہذا جواب عصائے موسیٰ و حقیقت المہدی وغیرہ ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا گھونسا قبطی پر واقع ہوا تھا کہ پھر وہ قبطی جانبر نہو سکا تھا بسیط جسکے تمام تار و پود بابو الہی بخش صاحب وغیرہ کے بوستان خیال کا اُدھیڑ دیا جاوے جس سے نظارہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا اہل انصاف کو نظر آجاوے اور چونکہ اس رسالہ میں احکام آیات الرحمن اور نسخ القاء الشیطان* کا ذکر مفصلا کیا گیا ہے لہذا نام اسکا **ایات الرحمن لنسخ ما یلقی الشیطان** رکھا گیا وَاِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ وَهُوَ الْمُعِیْنُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے تو عصائے موسیٰ کو روانہ نفرمایا بعد جستجوئے بسیار میرے محب مکرم مولوی محمد علی صاحب کے پاس سے برآمد ہوا لہذا اول چار مقدمات تحریر کرکے پھر اُسپر نظر و غور انشاء اللہ تعالےٰ کی جاوے گی۔

---

* نوٹ کوئی صاحب لفظ القاء الشیطان کو بہ نسبت الہامات بابو صاحب کے خلاف تہذیب تصور نفرماویں کیونکہ خود بابو صاحب اپنے الہام مندرجہ صفحہ ۱۹ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس الہام پر عاجز تمام روز توبہ و استغفار کرتا رہا کہ شیطان مجھپر غالب ہوگیا ہو انتہی بلفظہ والمرء یوخذ باقرارہ منہ

مقدمات اربعہ

مقدمہ اول۔ واضح خاطر ناظرین منصفین ہو کہ بابو صاحب کو نسبت حضرت اقدس مرزا صاحب کے
حسب ذیل اقرارات ہیں۔ ہمہ وقت اشتغال[۱] دعوت اسلام مخالفین اسلام کے لیے۔ روانہ[۲] کرنا کئی
ہزار اشتہارات تبلیغ اسلام کا ممالک دور و دراز میں۔ ادا[۳] کرنا حرجانہ کا مخالفین اسلام کو بصورت
عدم تشفی معترضین کے۔ بحث و مباحثہ[۴] در بارہ اثبات معجزات شق القمر وغیرہا۔ اور تمام[۵] خدمات جانی و
مالی برائے اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے وغیرہ وغیرہ من الاقرارات دیکھو باب اول فصل اول
دوم وغیرہ کو اور[۶] یہ بھی اقرار ہے کہ میں بھی ان کاموں میں انکا معاون رہا ہوں اور ص۳۲ سطر ۲۱
میں یہ بھی اقرار[۷] ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے دعا کی درخواست بھی کرتا رہا ہوں اور ان کے تمام
دعاوی اور دلائل دعاوی سے واقف اور خبردار ہوں دیکھو ص۱۴۱ فصل ۲ وغیرہ وغیرہ اور اپنی نسبت
یہ بھی اقرار[۸] ہے کہ عاجز و رفقاء عاجز سے نہ کوئی عالم ہے نہ مولوی نہ منطقی نہ فلسفی نہ دین سے کامل طور
پر واقف و ماہر دیکھو ص۱۱ سطر ۱۲ اور یہ بھی اقرار[۹] ہے کہ بسبب مزدوری اور ملازمت پیشہ ہونیکے
ربانی کاموں میں عدیم الفرصت ہوں ص۹ سطر ۶ اور یہ بھی[۱۰] اقرار ہے کہ زمانہ الہامات میں سستی و کاہلی
میں بھی گرفتار تھا حتی کہ صبح کی نماز قریباً ہمیشہ قضا ہو جاتی تھی اور قساوت قلبی بھی تھی۔ نماز ظہر کا دیر
سے پڑھنا عادت تھی۔ مسجد میں نمازوں کا پڑھنا کبھی اتفاق سے ہو جاتا تھا دیکھو ص۳۲ و تلک
عشرۃ کاملۃ۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ مجھکو ایسے حالات میں یعنی حالت ارتکاب معاصی میں الہام
کا ہونا اجتماع ضدین معلوم ہوتا تھا دیکھو ص۱۸ اور یہیں وجہ بابو صاحب نے الہام قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی کو غلبہ شیطان سے سمجھا تھا دیکھو ص۱۹ وغیرہ وغیرہ ان اقرارات کے بیان
کرنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ بابو صاحب ترک فرائض و اوامر یا ارتکاب محرمات و نواہی میں اب تک
مبتلا ہیں بلکہ میرا مطلب اظہار ان اقرارات سے صرف یہ ہے کہ بابو صاحب اسوقت میں کہ ان معاصی میں
بھی مبتلا تھے جنکے ارتکاب سے انسان شرع اسلام میں فاسق اور منافق ہو جاتا ہے تب بھی ملہم ہی تھے
اور ان کو کثرت سے الہام ہوتے رہے ہیں کیونکہ ان کے الہامات کا زمانہ رمضان ۱۲۹۸ھ کے
پہلے سے ہے جسکو مدت ۲۲ و ۲۳ برس سے زیادہ کی ہو گئی ہے۔ دیکھو ص۱۵ سطر ۵ کو۔ ناظرین کو
معلوم ہوا ہو گا کہ بابو صاحب نے اس جمع کرنے ضدین سے ایک بڑا حملہ کیا ہے اسلام پر بلکہ تمام
انبیاء و مرسلین کے الہاموں پر ناظرین ذرا غور کریں۔ اب میں ناظرین منصفین سے استفسار کرتا ہوں
کہ آیا الہامات ربانی ایسے ہی قلوب مطہرہ پہ وارد ہوا کرتے ہیں یا انپر القاءات شیطانی وارد
ہوتے ہیں ہم اس سوال کا جواب مفصل قرآن مجید کی دو آیتوں میں یہ پاتے ہیں کہ ھل انبئکم
علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرھم

ایضاً قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ وغیر ذٰلک من الآیات

کیا قلب سلیم وطبع مستقیم ایسی ہی ہوتی ہے جو ترک صلوۃ وغیرہ کرے اور محل نزول ملائکہ بھی ہو کلا وحاشا پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ بابو صاحب کے اُن الہامات کو جو مخالف اور مکذب الہامات حضرت اقدس کے ہیں ترجیح دیجاوے الہامات مقدسہ حضرت اقدس پر تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی

مقدمہ ثانی ثانیاً عرض ہے کہ باوجود ارتکاب اُن معاصی کے جنکے ارتکاب سے آدمی شرع اسلام میں فاسق کہلاتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہم بابو صاحب کے اُن خیالات والہامات کو جو موافق کتاب وسنت صحیحہ کے ہیں تسلیم کرتے ہیں کہ شاید من عند اللہ ہوں لیکن جو الہامات کہ نصوص بینہ صریحہ کے مخالف ہیں اُنکو ہم کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں اور یہ قضیہ اُن کے نزدیک بھی مسلمات سے ہے کہ الہامات مخالف کتاب وسنت لائق تسلیم کے نہیں ہوتے اور نہ قابل حجت شرعی ہو سکتے ہیں لہذا ہماری نظر تفصیل کے ساتھ آپ کے انھیں الہامات وخیالات میں ہو گی جسکو حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت میں قرار دیا گیا ہے اور جسقدر بے تعلق مباحث کتاب کی ضخامت بڑھانیکے لیے آپنے لکھ مارے ہیں ہمکو اُن سے کچھ تعرض نہیں ہو گا من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہی ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کرے اور یہ تسلیم بھی صرف آپکی خاطر سے ہے کیونکہ جبکہ آپنے اپنے فسق وفجور کا اعلان کتاب مطبوعہ میں شائع کر دیا تو پھر عدم قبول آپ کے خیالات میں ہم مجبور ہیں اور آپ جو لکھتے ہیں صفحہ ۳ سطر ۱۱ میں کہ حضرت مرزا صاحب نے مجکو رسالہ ضرورۃ الامام میں نعم التقی الفاظ سے یاد فرمایا ہے یعنی بے شر انسان متقی پرہیزگار۔ ایجناب بابو صاحب یہ الفاظ تو قبل آپکے اشتہار دینے ترک صلوۃ فجر وغیرہ کے بطور حسن ظن کے لکھے گئے تھے لیکن غور تو فرمایئے کہ بعد اشاعت ایسے امور کے جنکی نسبت کتاب اللہ میں ہے اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ الی فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ہُمْ عَنْ صَلٰوتِہِمْ سَاہُوْنَ اور حدیث میں ہے من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر پھر ہم آپکی نسبت اب یہ الفاظ کیونکر استعمال کر سکتے ہیں۔

مقدمہ ثالث۔ ثالثاً عرض ہے کہ حضرت اقدس نے جواب خط میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ الہامات کے پہلے یہ قسم کھا دیں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افترا ہے تو خدا تعالیٰ اس افترا کا مجھے پاداش دے اس قسم کے مضمون کو آپ نے عذرات باردہ سے ٹال دیا ہے اور حضرت اقدس کی اس شرط کو معاف فرما دینے سے آپ خوش بھی ہوئے ہیں اگرچہ حضرت اقدس نے اس شرط سے آپکو معاف کر دیا مگر اس آپکی لیت ولعل سے ناظرین منصفین تاڑ گئے ہوں گے کہ بالضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے جو قسم کو ایسا ٹالا گیا

۱ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہی ہے پھر انہوں نے اس قول پر استقامت اور ثبات اختیار کیا اُنپر فرشتے

اور کیونکر نہو کہ جب خود بابو صاحب کو اپنے الہامات میں ایسے خدشے پیدا ہیں کہ بلحاظ انکی حالت کے انکو الہام ہونا اجتماع ضدین سے ہے یا شیطان اُنپر غالب ہوگیا ہے گو یہ خدشات بموجب اُنکے زعم کے بعد میں جاتے رہے ہوں لیکن جبکہ اُنھوں نے اپنے الہامات کی تحریر کے وقت قسم کھانے سے بالکل گریز کیا تو ہم کیونکر تسلیم کریں کہ بابو صاحب کو اپنے الہامات میں کوئی خدشہ باقی نرہا ہوگا بقول شخصے سور تش ببیں و حالش مپرس جو مثل مشہور ہے اور وہ جو قسم نہ کہانے میں آیت لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ یعنی مت کرو اللہ کو نشانہ اپنی قسموں کیواسطے۔ پیش کرتے ہیں یہ سراسر بابو صاحب کی ناواقفی ہے تعلیم اسلام سے کلام الٰہی میں تو دنیوی مطالب کیلیے بڑے شان و اہتمام سے قسم کا کھانا اور دوسروں سے قسم کا لینا وارد ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی اے ایمان والو جب تم میں سے کسیکو موت آجاوے تو وصیت کرتے وقت دو معتبر آدمیونکی تم میں سے گواہی ہونی چاہیے یا مسلمانوں کے سوا دو گواہ غیر ہی ہوں اگر تم سفر کر رہے ہو اور مصیبت موت کی تمپر آپڑے اُن دونونکو بعد نماز عصر کے روک کو پھر وہ دونوں اللہ کی قسم کھاویں اگر تمکو شک ہو کہ ہم اس کے بدلے میں کچھہ قیمت نہیں لیتے اگرچہ کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور ہم گواہی خدا کو پوشیدہ نہ کرینگے ایسا کریں تو بیشک ہم گنہگار ہوں گے پس اگر معلوم ہو کہ دونوں گواہ گناہ جھوٹہ کے مرتکب ہوے تو دوسرے دو گواہ کھڑے ہوں اُنکی جگہ قریبی رشتہ دار مظلومہ کے اُن لوگونمیں سے جنکا حق دبانا چاہا تھا پھر یہ دونوں گواہ اللہ کی قسم کھاویں کہ ہم دونونکی گواہی پہلے دونوں گواہوں سے زیادہ معتبر ہے اور ہمنے کچھہ زیادتی نہیں کی ایسا کیا ہو تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ اور پھر اسطرح کی قسم کے لیے ارشاد ہوا کہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی یہ قسم نزدیک تر ہے اس کے کہ لوگ گواہی واقعی دیویں یا اُنکو خوف ہو کہ ہماری قسمیں انکی قسموں کے بعد رد کر دیجاوینگی اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سنو اُسکے حکموں کو اور اللہ نافرمان اور فاسق لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ پس غور کیا جاوے کہ اس

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک متاع دنیوی اور فانی پر قسم اور حلف دلانیکی کسقدر تاکید فرمائی ہے آیت کے جملوں پر غور کرو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عصر کے حلف مندرجہ قرآن مجید لیا ہی تھا اسی لیے مفسرین لفظ بعد الصلوۃ کو مقید ساتھہ بعد العصر کے تحریر کرتے ہیں جبکہ ان شرائط کے ساتھہ یہ حلف لیا گیا تھا تو فرمایے کہ قسم کا لینا اسلام کی تعلیم سے ہوا یا نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اکثر ساتھہ الفاظ قسم یعنی وَ الَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ کے قسم کھایا کرتے تھے اور صحابہ کرام میں تو اکثر یہ عادت تھی کہ احادیث کی تصحیح اور تحقیق کے لیے قسم لیا کرتے تھے دیکھو حدیث لَا نُوۡرِثُ مَا تَرَکۡنَاہُ صَدَقَۃٌ کی تصحیح و تحقیق میں درمیان حضرت عمر و عباس و علی کے باہم کسقدر قسمیں لی گئیں ہیں اور حدیث کا ثبوت قسموں سے لیا گیا حالانکہ عدم میراث انبیا کا کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا پھر اب فرمایے کہ اسقدر عظیم الشان مسئلہ جسمیں ایک جہان کا جہان مخالف ہی تکفیر ہو رہی ہے قتل کے ارادے کیے جاتے ہیں عزت آبرو پر حملے ہوتے ہیں مولوی صاحبان نے ہم لوگوں کی ازواج اور مال کا جسطرح چیرہ ہو سکے غصب کر لینا جائز قرار دیدیا ہے پھر ایسے عظیم الشان مسئلہ میں اگر حضرت اقدس نے واسطے قسم کی شرط لگائی تو کیا بیجا کیا اور آپ نے اس سے کیوں گریز کیا اور آپ جو آیت لَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ عُرۡضَۃً لِّاَیۡمَانِکُمۡ کے ساتھہ تمسک کرتے ہیں وہ تمسک سرتا پا غلط ہے آپنے یہاں پر اس پارہ آیت کو لکھکر لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر عمل کیا ہے اور سیاق آیت کو بالکل ترک کر دیا ہے اب سنو قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ عُرۡضَۃً لِّاَیۡمَانِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡا وَ تَتَّقُوۡا وَ تُصۡلِحُوۡا بَیۡنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ یعنی اور اے مسلمانو اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کے کھلانے سے اس امر کا مانع اور مزاحم نہ ٹھیراؤ کہ لوگوں کے ساتھہ نیکی کرنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں کی درمیان اصلاح کرادینے میں اسکو ایک آڑ کرلو اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یعنی ایسی بیہودہ قسمیں اللہ کے نام کیساتھہ نکھاو کہ نکوئی کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور اصلاح بین الناس کیلیے اللہ کے نام کو آڑ کرلو۔ یعنی جیسا کہ آدمی اکثر غصہ اور غضب میں ہوکر ان کاموں کے کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں جو شرعاً ممدوح یا موجب ثواب ہیں ایسی قسموں کی ممانعت البتہ فرمائی گئی ہے نہ ایسے مسئلہ عظیم الشان میں جس سے تمام دنیا میں درمیان مسلمانوں اور عیسائیوں کے شور و غل برپا ہو رہا ہے خیر چونکہ آپ اقرار کرچکے ہیں کہ دینیات سے ہمکو واقفیت نہیں ہے کیونکہ ہم ایک خلوت گزین ہیں سوائے اندیشہ مزدوری و پیشہ ملازمت کے تحصیل علوم دینیہ سے بیخبر ہیں لہذا آپ مجبور ہیں لیکن عدم علم سے آپ معذور نہیں ہوسکتے ولنعم ما قیل ؎ خیالات نادان خلوت نشین ❊ بہم برکند عاقبت کفر و دیں ❊

مقدمہ چہارم - رابعاً جبکہ بابو صاحب کے اجتہادات کا یہ حال ہے تو پھر کوئی عاقل کیونکر یقین کر سکتا ہے کہ بابو صاحب جن الہامات کو مخالف حضرت اقدس تصور کر رہے ہیں جیسا کہ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ یا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ وغیرہ وغیرہ جسا ئز ہے کہ وہ الہامات خود ملہمین کے حق میں وارد ہوئے ہیں اور اُس کی دو وجہ قوی یہ ہیں۔ اولاً آنکہ خود اُن کے پیر و مرشد مولوی شیخ عبداللہ صاحب کو مکاشفات میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایک آسمانی نور ہیں لیکن انکی اولاد خواہ نسبی ہو یا معنوی اُس نور سے محروم رہے گی لہذا حکمت آلہی مقتضی ہوئی کہ اُنکی اولاد میں سے ایک شخص کو بطور اتمام حجت کے بذریعہ الہام بھی مطلع کیا گیا کہ بمقابلہ اُس نور آسمانی کے منکر اُسکا مسرف کذاب ہے اور ایک نعمت جو واسطے تمام دنیا کے عطا کی گئی ہے اُس سے فائدہ نہ اُٹھانا اپنے اُس ولی نعمت کی ناشکری کرنی ہے جس کے قبضہ قدرت میں تصرفات و تغیرات عالم کے ہیں لہذا اس تغیر نعمت سے بذریعہ الہامات ممانعت فرمائی گئی اور یہ تو سنۃ اللہ ہے کہ وقت بعثت مامور من اللہ کے چہار طرف سے آواز حق آنے لگتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت میں تو بت اور جمادات بھی بول اُٹھے تھے وجہ ثانی یہ ہے کہ چونکہ ایک مدت دراز تک بابو صاحب نے حضرت اقدس کی صحبت ظاہری اور معنوی یعنی کتب بینی سے فائدہ اُٹھایا تھا لہذا ان دونوں الہاموں سے اُنکو برائے اتمام حجت متنبہ کیا گیا لیکن بسبب قساوت قلبی اور غیظ و غضب جبلی کے بابو صاحب نے اپنے اجتہاد سے ان الہامات کو حضرت اقدس کے واسطے تصور کر لیا اس دعوی کے ثبوت کیلیے ادلہ شرعیہ موجود ہیں جو ہم آئندہ اس رسالہ میں انشاء اللہ تعالے بیان کرینگے یہاں پر صرف ایک دو ادلہ تحریر کیے دیتے ہیں دلیل اول ناظرین رسالہ کو دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالے نے مسرف کذاب کے بارہ میں کیا حکم ارشاد فرمایا ہے قال اللہ تعا وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ اس آیت سے بطور منصوص ثابت ہوتا ہے کہ ربی اللہ کہنے والے کے لیے ارادہ قتل بھی کیا گیا تھا دیکھو یہ مسیح موعود بھی تمام دنیا کو مخاطب کر کر باواز بلند کہہ رہا ہے کہ مسیح بن مریم میں خدائی صفات ثابت نہ کرو کہ اُسکو محیی یا حی بالذات کہ الآن کما کان کا مصداق ہو نہ گردانو اور عدم احتیاج طرف اکل و شرب کے جس سے تمام حوائج بشری لگ جاتے ہیں اُن کے لیے ثابت مت کرو اور کانا یاکلان الطعام پر ایمان لاؤ۔ اور دوسرے یا جو تھے آسمان پر بجسدہ العنصری اُسکو نہ بٹھاؤ کہ کوئی بشر رسول اس جسد عنصری سے آسمانوں پر نہیں گیا ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول خدا کا فرقان مجید میں موجود ہے۔ پھر ایسا خاصہ جو کسی بشر رسول میں بھی نہ پایا جاوے

اور اگر وہ جھوٹا ہے ہوگا تو اُس کے جھوٹ کا وبال اُسی پر پڑے گا اور اگر سچا ہووے تو ادنی درجہ یہ ہے کہ بعض وعید

اُس خاصہ کیساتھ مسیح عیسیٰ بن مریم کیونکہ مخصص ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس قول پر ایک دنیا
اُسکی مخالف ہو گئی اور اُس کے قتل کے لیے جان توڑ کوششیں کیں اور ابتک کر رہے ہیں اب بتاؤ کہ
بموجب اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ اس قرن میں وہ رجل کون ہے جو ربی اللہ
کہہ رہا ہے اور اُس کے مخالف کون ہیں جو تقتلون کے مصداق ہیں۔ پھر اب نشانات اور بینات کو دیکھو
جس کا کچھ حصہ اندکے از بسیار و نمونہ از خروار تمہید میں ہم لکھ آئے ہیں کوئی اُسکے مخالفوں میں ایسا ہے جو
فَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ کا مصداق ہو سواء اُس کے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا ہم دیکھتے
ہیں کہ روز بروز دن دونا اور رات چوگنا سلسلہ احمدیہ کی ترقی اور تائید ہوتی چلی جاتی ہے اور مخالفین ذلیل و
خوار ہوتے جاتے ہیں اگر یہ مدعی کاذب ہوتا تو کیا بموجب ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ کے کوئی
وبال اُس کے کذب کا اُسپر نہ پڑتا اور الٹا صرف مخالفین ہی پر یہ وبال وقتاً فوقتاً پڑتا جاتا کیا اللہ تعالیٰ
اپنے اس کلام پاک کو بھول گیا یا اسکو قدرت نہ رہی کہ کاذب پر وبال کذب کو وارد کرے۔ پھر ہمنے
یہ بھی دیکھ لیا کہ کُل نہیں بعض ہی ہی مواعید پر وعید اُسکے مخالفوں پر واقع ہو چکے اور یصبکم بعض
الذی یعدکم کا مصداق واقع ہو چکا لفظ بعض شاید اسواسطے ارشاد فرمایا گیا ہو کہ اگر بعض کج فہم
اپنی کج فہمی سے اُسکے کل وعید ونکو تسلیم نہ کریں تو بعض مواعید مثل پیشین گوئی لیکھرام وغیرہ کے تو
ضرور ہی تسلیم کرینگے بغیر تسلیم چارہ نہیں پھر کیا مسرف کذاب کی یہی علامات ہوتی ہیں۔ پھر جن مفاسد
کی اصلاح کیلیے یہ شخص اس قرن میں مبعوث ہوا ہے اُسکے تمام طرق اُسپر کھلتے جاتے ہیں اور تمام سُبل
کی ہدایت ہوتی چلی جاتی ہے مثلاً اب یکسر الصلیب اُس کے ہاتھ سے ایسا واقع ہوا ہے
کہ جسطرح کوئی درخت بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر توڑ پھوڑ دیا جاوے کہ پھر کبھی سرسبز نہ ہو دیکھو ثبوت
اور بینات قبر مسیح کے جو کشمیر سری نگر میں موجود ہو وغیرہ وغیرہ تو ایک بار بو حسنا کیا قرآ میں یہ جا ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف
کذاب کا ان اللہ یہدی من ہو مسرف کذاب یا یہی بینوا توجروا۔ پھر دیکھو اسکی کتابیں کہ جنسے تمام حقائق اسلام کشف
ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس قرآن مجید سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو اُسکے مخالف ہیں وہی مسرف
کذاب ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ حضرت مرزا صاحب بلحاظ صرف اموال کے مسرف کذاب ہیں کہ جھوٹے
اشتہاروں سے لوگوں کے مال بطور چندہ لیکر بیجا اڑاتے ہیں اور اسکا حساب و کتاب کچھ نہیں رکھتے
تو گذارش یہ ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کیا آپ کو وہ حدیث نہیں پہونچی جو مسلم میں موجود
ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان خلیفۃ
یقسم المال ولا یعدہ و فی روایۃ قال یکون فی اخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا
ولا یعدہ عدا رواہ مسلم اور چندوں کا اشتہار و منجملہ آنا تو منجملہ تائیدات الٰہیہ کے ہے
جو مسرف کذاب کے لیے ہرگز میسر نہیں ہو سکتا۔ اور اسقدر تو آپ بھی قائل ہیں کہ استعداد لیاقت

فرصت چھاپہ خانہ آدمی کارکن اور سب اسباب وسامان موجود و مہیا ہیں دیکھو صہ۹ سطر ۱۲ پھر مسرف کذاب کے لیے کیا ایسی ہی توفیقیں موجود ہوا کرتی ہیں پھر اب انصاف سے کہو کہ مسرف کذاب یہ شخص ہے یا وہ شخص جو بیچارہ بے بضاعت عدیم الفرصت بے سروسامان بیمایہ کم لیاقت ہو اور کوئی توفیق الٰہی اُس کے شامل حال نہ ہو دیکھو وہی صفحہ ۹ سطر ۱۴۔ اور پھر اُسپر علاوہ یہ کہ سب سامان اور اسباب موافق اُس کے الہامات اور پیشین گوئیوں کے واقع ہوتے ہیں والحمد للہ علی ذلک اب فرمایئے کہ الہام مسرف کذاب ان کے لیے ہوا یا کسی اور کے لیے۔ اب ہم دوسرے الہام کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یہ تو مسلم فریقین ہے کہ ماموریت اللہ جس کام کے واسطے مبعوث ہوتا ہے جبتک اُس کام کی تکمیل نہ کر لے نہیں تھکتا اور نہیں ہارتا اور نہ دنیا سے اُٹھایا جاتا ہے اب دیکھو کہ اُسکی سعی اور کوشش میں کچھہ تغیر آیا ہو تو سمجھلو کہ اُس کا حال بھی متغیر ہو جاوے گا بلکہ اُسکا ماموریت اللہ ہونا پھر ثابت نہ ہو گا اب آپ خود انصاف فرماویں کہ تا تشریف آوری آپ کے قادیان میں آپکے اقرارات سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس اپنی تبلیغ سے نہیں تھکے بلکہ یہی تبلیغ آپ کے لیے موجب تغیر ہو گئی چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ موقع ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب نے عاجز و رفیق عاجز کو ایسا ناواقف وبیگانہ خیال فرمایا کہ اپنے دعاوی اور دلائل دعاوی کی تبلیغ شروع کر دی اور جبتک وہاں رہے آپ اُسمیں مصروف رہے انتہی بلفظہ صہ۱۴ سطر ۱ ای بابو صاحب شرک صلیب پرستی کی بیخکنی کے لیے دو امر ہیں ایک تو مسیح ابن مریم کا وفات پا جانا اور دوسرا امر ہے مسیح موعود کا اسی اُمت میں سے ایک امام کا ہونا نہ کسی شخص کا آسمان پر سے اُترنا یہ دونوں امر لازم و ملزوم ہیں جو مستلزم ہیں کسر صلیب کو اور اس مسیح موعود کا بڑا فرض منصب یہی کسر صلیب ہے اور دیگر اصلاحیں اُس کے ضمن میں آجاتی ہیں کیونکہ صلیب پرستوں کی سلطنت اکثر حصہ دنیا میں پائی جاتی ہے جسکی اصلاح مقصود اصلی ہے ؎ چوں کافرانِ ستم پرست مسیح را ہا عبوری خدا پرستش کرد ہم سرم اگر حضرت اقدس نے اس موقعہ ملاقات میں یہ تبلیغ بھی فرمائی تو اس تبلیغ سے تو اور ثبوت اُسکی ہمت کا ہوا کیونکہ اُس نے خواہ اپنی فراست صادقہ سے یا کشف صحیح سے معلوم کر لیا کہ آپ کے دل میں ان دونوں امروں میں کچھہ ریب و تردد واقع ہے جب ہی تو اُسکی تبلیغ میں مصروف رہے علاوہ یہ کہ اپنے فرض منصب کو ادا کیا پھر یہ نہیں کہ ان دونوں جزوں کے ادلہ قدیم ہی بیان ہوے ہوں جو پہلی کتابوں میں لکھی گئی ہیں بلکہ صدہا ادلہ وقتاً فوقتاً جدید پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں پھر اُسکی تبلیغ کیونکر نکیجاوے مجھکو بڑا تعجب ہے کہ اتنے امر سے آپکا مزاج کیوں متغیر ہو گیا اور یہ خیال بھی نہ کیا کہ خود مجھکو الہام ہو چکا ہے کہ **انّ اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم** اس الہام سے تو صریح یہ ثابت ہوتا تھا کہ آپکی تنبیہ کے لیے اور نیز اتمام حجت کیواسطے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ الہام وارد کیا ہے جس کے مصداق خود آپ ہی ہو گئے اور اُن حدیثوں کا بھی لحاظ نہ کیا جو حاشیہ صہ۲ میں مذمت غیظ و غضب میں آچکے

تحریر فرمائی ہیں کہ ان الغضب من الشیطن وان الشیطان خلق من النار وانما یطفاء
النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضاء (ابو داؤد) اخر تک۔ آپکا یہ اجتہاد کیسا غلط
ثابت ہوگیا جو آپ اس الہام کا مصداق حضرت اقدس کو قرار دیتے ہیں تلک اذا قسمۃ ضیزی یہ تو ایسا عکس القضیہ
ہے کہ کبھی صادق ہی نہیں آسکتا ولنعم ماقیل ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است ۔ ای بابو
صاحب تعبیر ہو آپ کو اور الزام دو حضرت اقدس کو۔ پس ان دونوں الہاموں کا مصداق اگر آپ کا
وجود ہے تو ہم ان کو بسبب شہادت دینے واقعات کثیرہ کے تسلیم کرتے ہیں اور اگر آپکے اجتہاد
یا الہام میں حضرت اقدس اسکے مصداق ہیں تو بسبب صریح مخالف ہونے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ
اور واقعات صحیحہ کے بالکل رد و مردود کرتے ہیں دیکھو عصاء موسی صہ سطر ۲ صدق اللہ تعالی
فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ اور الہام مندرجہ صہ بسم اللہ مجریھا
ومرسٰھا ان ربی لغفور رحیم جو آپ اپنی کتاب کیلیے سمجھتے ہیں یہ خیال بھی غلط ہے آپکی
ایک کتاب معرز کیطرف ضمیر مجریھا و مرسٰھا کیونکر راجع ہوسکتی ہے ہاں البتہ مرجع اس ضمیر کا وہی
کتب کثیرہ اس مجدد و مہدی و مسیح موعود کی ہیں جو جمع کثرت اور منتہی الجموع تک پہنچی ہوئی ہیں کیونکہ
جناب کے پیر تک کو اور نیز آپ کو تو کبھی سابق اس سے کوئی توفیق ایسی پیدا ہی نہیں ہوئی جو یہ
خدمت ربانی بجالاتے خود آپ کا اقرار ہے کہ خاکسار و رفیق مددگار کو کبھی تحریر و تالیف کا موقع
ہی نہیں پڑا نہ اس قسم کی کام کی مشق و مہارت و شوق ہے بلکہ ایسا شغل عاجز و رفقائے عاجز کی نسبت
عادت و مذاق کے بالکل مخالف ہی دیکھو صلا ؎ مرا یاد و ترا فراموش پھر اس اقرار کے ساتھہ وہ
اقرار بھی یاد کرو جو حضرت اقدس کی تصنیفات دینیہ اور خدمات اعلائی کلمۃ اللہ کی نسبت صلہ میں
کرچکے ہو اب یہ دونوں اقرار پیش نظر رکھکر اس الہام مذکور کے معنی سمجھو اور اگر کوئی کہے کہ یہ الہام نسبت
اشاعت و تاخیر کتب حضرت مرزا صاحب کے بابو صاحبکو کیوں ہوا تو جواب یہی ہے کہ مولوی شیخ
عبداللہ صاحب مرحوم کی اولاد نسبی اور معنوی کے اتمام محبت اور دفع اعتراض کے لیے صدق اللہ
تعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ ۔ پس آپکا یہ الہام مذکور جواب اس
اعتراض کا ہے جو صہ ۹ میں دربارہ تاخیر براہین احمدیہ و سراج منیر و رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ اور
منن الرحمن وغیرہ کے کیا تھا لہذا آپکو جواب ملا بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور
رحیم دیکھو مرسٰھا کے لفظ میں آپکے اعتراض کا رد مذکور ہے۔ اور یہ جو آپنے دعائی استخارہ
پڑھی اور تعوذ کے لیے ادعیہ معوذات کا بھی ورد کیا وغیرہ وغیرہ لیکن معہذا پھر بھی آپکی کتاب معارف
اسلامیہ سے بالکل عاری اور حقائق دینیہ سے محض خالی ایک بوستان خیال بنگئی اسکا سبب وہی ہے
جو ایک مدت دراز کی تصدیق مع الدلائل و تکذیب بے تحقیق کے ساتھہ ایک ادنی بات کی سبب

استکبار اختیار کر لیا اور اپنی حالت کو ہی متغیر کر دیا کیونکہ قانون الٰہی یہی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ایضاً سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ ۔ اگرچہ اس تمہید اور ان مقدمات اربعہ میں آپ کی کل کتاب کا جواب شافی وکافی ہو گیا ہے مگر بپاس خاطر آپ کے چار و ناچار آپکے خیالات فاسدہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ صفحہ ۱۵ فصل ۴ سطر ۹ میں آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب تک کوئی ایسا موقع یاد نہیں کہ جسمیں مجھکو اپنے الہامات کی کچھ بھی تاویل وغیرہ کرنیکی حاجت ہوئی کثرت سے تو پورے ہو گئے۔ **اقول** ای بابو صاحب ایسی یادداشتوں کو آپکی کون قبول کرسکتا ہے ہاں البتہ اگر قبل سے اپنے الہاموںکو بذریعہ طبع شائع کر کر دنیا کو مطلع کر چکے ہوتے اور پھر وہ اسی طرح پر واقع ہوتے تو کوئی قبول بھی کرسکتا اپنے گھر میں خود بخود میاں مٹھو بننے سے کونسا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے اور ابتو آپ اپنے تئیں باقرار خود حدیث ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر کا مصداق بنا چکے ہیں دیکھو صفحہ ۱۲ سطر ۲۰ پھر آپکے الہامات شائع شدہ کی بھی اہل علم کے نزدیک کوئی وقعت نہیں پس اس دعوے سے کیا فائدہ۔ اور صفحہ ۱۹ فصل ۶ میں آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب مجھکو چند آیتیں مثل قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی وغیرہ وغیرہ الہامات ہوئے تو اولاً توبہ واستغفار کرتا رہا اور اس الہام کو غلبہ شیطانی سے سمجھا مگر بالآخر بسبب پورا ہونے وعدہ ہائے الہامیہ کے ایمان بڑھتا رہا اور ترقی کرتا رہا اور اب مجھکو یقین ہے کہ جبتک وہ خدمت جو مجھکو سپرد ہوئی ہے پوری نہو تب تک میں ہرگز نہ مروں گا **اقول** ای ناظرین آپکو معلوم ہے کہ ایک موت تو جسمانی ہے جسکا حال ابھی تک نہیں معلوم کہ بابو صاحب کو کسوقت آگھیرے کیونکہ فقط دعویٰ بابو صاحب کا بلا ثبوت مقبول نہیں ہو سکتا دوسری موت روحانی ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں فرمایا ہے اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت لیس بخارج منھا کذلک زین للکٰفرین ما کانوا یعملون یہ موت تو آپ پر اسی وقت سے طاری ہو گئی جسوقت سے کہ آپ بعد فیضیاب ہونیکے اُس نور آسمانی سے محروم ہو گئے جس کا مکاشفہ آپکے پیر شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کو ہوا تھا اور یہ عرض و معروض ہماری آپکو ناگوار نگذرے کیونکہ آپ خود اپنی اس کتاب کے اخذ و مواخذہ کی نسبت فرما چکے ہیں کہ پھر سب سے آخر مثل خذ ما صفا ودع ما کدر تو ہر شخص کے لیے ہی موجود ہے دیکھو صفحہ ۱۳ سطر ۲ پھر فرماتے ہیں کہ ماکدر کو ہم کیونکر ناظرین کے روبرو پیش نہ کریں بیینوا توجروا۔ فصل ۸ صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۲۲ تک بابو صاحب نے وہ الہامات جو بنظم قرآنی انکو ہوئے تھے ذکر کیے ہیں مگر یہ انکی بڑی غلطی ہے کہ ان سب الہاموں کا مصداق انھوں نے اپنے تئیں قرار دیا ہے یہاں پر ہم چند الہاموں میں گفتگو کرتے ہیں کہ ان کے مصداق صرف حضرت اقدس مرزا صاحب ہی ہیں نہ بابو صاحب

ہاں بعض اُن الہاموں کے جنمیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تائید و نصرت کے لیے اشارہ پایا جاتا ہو اگر بابو صاحب بھی مہبط ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اتماماً للحجۃ اُنپر یہ سب الہامات وارد کیے ہیں اور ادلہ اُسکے انھیں کے مسلمات ہیں جو اپنی تشریحات میں اُنھوں نے بیان کیے ہیں ہم اولاً بعض اُن تشریحات کی تلخیص کرتے ہیں تاکہ یہ دعویٰ ہمارا خود اُن کے اقرارات سے ثابت ہو جاوے دیکھو صہ ۲۳ و ۲۴ (۱) صاحب الہام کو بعض قرآنی آیات جو الہام ہوتی ہیں اُس سے مقصود اعتبار ہوتا ہے لفظ اعتبار عبور سے ہے جسکے معنی گذر کرنا ہیں اور اصطلاحی معنے ایک امر میں نظر کر کے اُسکے ساتھ اور امور کو پہچاننا کما قال تعالیٰ اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی - وَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (۲) اگر کسی آیت کو کوئی شخص اپنے پر وارد کر کے بطور اعتبار و عبرت اپنے لیے سمجھے تو کچھ مضائقہ نہیں (۳) از فوز الکبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فن اعتبار را معتبر داشتہ اند و دراں راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علمائے امت را و فتح طریقہ باشد علوم موہوبہ ایشاں را اور یہ تشریحات کا سلسلہ صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۲۴ تک ہے اب ہم بعد تحریر تلخیص تشریحات کے چند الہام بابو صاحب کے تحریر کرتے ہیں ایک الہام بابو صاحب کو یہ ہوا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ہم کہتے ہیں کہ اس الہام کے مصداق بابو صاحب ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ بابو صاحب سے آجتک کوئی کام ربانی ایسا نہیں واقع ہوا جس سے دین حق کا اظہار و غلبہ تمام ادیان مخالفہ اسلام پر ظاہر ہوتا خود اُنکا اقرار موجود ہے کما مرّ بیانہ اور حضرت اقدس مرزا صاحب کی نسبت آپکے اقرارات مذکورہ بالا موجود ہیں کہ تمام اوقات اُن کے اعلائی کلمۃ اللہ میں بسر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ اور نہ آئندہ کو بابو صاحب سے یہ اُمید ہے کہ کوئی کام ربانی اُنسے ایسا صادر ہو سکے جس سے یہ مقصود مندرجہ حاصل ہوں کیونکہ جبکہ مثلاً آپ مسیح ابن مریم میں صفات الوہیت خود ثابت کرتے ہیں کما مرّ بیانہ پھر فرمائیے آپ عیسائیوں پر کیونکر غالب ہو سکیں گے اور یکسر الصّلیب کا فرض منصب آپ کیونکر ادا کرینگے ہاں اگر آپ اس سلسلہ میں داخل ہو جاویں تو پھر غلبہ عیسائیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور مثلاً مذہب سکھوں پر جو پنجاب بلکہ ہندوستان میں بکثرت موجود ہیں انکے واسطے اتمام حجت کا طریق آپ کیا پیدا کرینگے کیونکہ اقوام سکھوں پر تو آجتک کسی نے کسیطرح حجۃ اسلام کا اتمام نہیں کیا تھا اگر کوئی کہے کہ ست بچن چھپ گیا ہے وہ ایک بڑا حربہ ہے اُسی سے بابو صاحب بھی سکھوں پر غالب ہو جاوینگے تو پھر یہاں آتش در کاسہ موجود ہے پھر اسی سلسلہ میں داخل ہونا پڑا غرضکہ اب کوئی چارہ نہیں رہا بجز اسکے کہ آپ اس سلسلہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ اور پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت کا مصداق مسیح موعود کو لکھا ہے اور آپ کا دعویٰ مسیح موعود کا ہے نہیں اور مہدی کا آنا اپنی سابق طرز بعثت پر نہ اسوقت میں کچھ مفید ہے اور نہ اُن کے آنیکی نسبت کوئی پیشین گوئی مخبر صادق کی موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اسوقت

میں اسقدر شعبدہ و طلسمات اور نیرنجات جاری ہو رہی ہے کہ اگر کوئی مثیل موسٰی عصا کا اژدہا کر کے دکھلا بھی
دے تو کسیکی نظر میں اُسکی کچھ وقعت نہ ہوگی کیونکہ اس کے نظائر عالم نیرنجات میں بہت سے پائے جاتے
ہیں حضرت موسیٰ کا زمانہ اگرچہ سحر کا ہی زمانہ تھا مگر جو ترقی ان فنون سحریہ کی آجکل ہو رہی ہے وہ اُسوقت
موجود نہیں تھی اسوقت میں تو حقائق علمیہ و دقائق قرآنیہ یا آسمانی نشان یا پیشین گوئیونکی ضرورت ہے
کیونکہ زمانہ علم اور عقل کی ترقی کا ہے۔ پس جبکہ یہ حال ہے تو پھر یہ آیت مذکورہ جو اُنکو الہام ہوئی ہے
وہ صرف آپ پر اتمام حجت کے لیے ہوئی اور فن اعتبار کے آپ قائل ہی ہیں دیکھو تشریحات مسلمہ کو جس سے
دعویٰ ہمارا ایک ثابت شدہ صداقت ہے پس ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا سوائے مسیح موعود حضرت
اقدس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا و ہو المطلوب۔ الہام دیگر انا کفیناک المستہزئین اے ناظرین
واقفات شہادت دے رہے ہیں کہ بابو صاحب پر آجتک کسی جماعت نے استہزا اور ٹھٹھا نہیں کیا اور نہ
آیندہ کو اُمید ہے کہ اُنپر ٹھٹھا کیا جاوے کیونکہ اُن کے خیالات و عقائد تو وہی ہیں جو ایک جم
غفیر کے ہیں نہ بابو صاحب نے سوائے ملہم ہونیکے کوئی دعویٰ مجددیت یا مہدویت یا مسیحیت کا کیا پھر
ٹھٹھا کرنیوالا اُنپر کون ہوگا استہزا تو ہمیشہ سے مامورین مصلحین ہی کا ہوتا چلا آیا ہے قال اللہ تعالیٰ
یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ تمام دنیا کے لوگوں نے
حضرت اقدس کا ہی ٹھٹھا کیا ہے بلکہ ارادہائے قتل تک کی نوبت پہونچی جیسا کہ سبکو معلوم ہے
اور پھر ان تمام حملوں سے اللہ تعالیٰ اُن کیلیے کافی ہوگیا اور مخالفین ہی ذلیل و خوار ہوئے پس الہام
انا کفیناک المستہزئین کا مصداق بھی سواء حضرت اقدس کے اور کون ہو سکتا ہے لہذا
بابو صاحب کی بڑی غلطی ہے کہ باوجود اقرارات فن اعتبار کے پھر بھی اسکا مصداق حضرت اقدس کو
قرار نہ دیویں اور بابو صاحبکو اس آیت کی الہام ہونیمیں یہ سر ہے کہ جیسا کہ اُن کے پیر کو حضرت اقدس کا
نور آسمانی ہونا مکاشفہ میں دکھلایا گیا اُن کے مرید کو بھی واسطے اتمام حجت کے یہ الہام ہوا تا کہ تظاہر ادلہ
ہو جاوے مگر افسوس کہ باوجود ایسے تظاہر ادلہ کے بھی بابو صاحب اُسی اپنے پیر کی پیشین گوئیکی مصداق ہی ہے
کہ میری اولاد اُس سے محروم رہیگی انا للہ و انا الیہ راجعون و انا بھم لمحزونون یہ تو وہی
مثل ہوئی کہ دیوے تلے اندھیرا۔ الہام دیگر انا فتحنا لک فتحا مبینا الی صراطا مستقیما
بابو صاحب یہ الہام بھی آپکو بحق حضرت اقدس ہی ہوا ہے کلام مجید کی یہ ایک بڑی عجیب فصاحت اور
بلاغت ہے کہ الہام تو ہوا آپکو اور مراد ہوں اُس سے حضرت اقدس دیکھو اپنی فن اعتبارات کی تشریحات
کو ملاء روم کہتا ہے۔ بیت خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ❊ گفتہ آید در حدیث دیگراں ❊ ذرہ
غور کرنیکا مقام ہے کہ فتح مبین تو جب ہی واقع ہوتی ہے جبکہ کوئی جنگ عظیم الشان واقع ہو آپ
بتلا دیں تو سہی کہ بموجب اپنی اقرارات کے آپ خلوت گزین ہیں دوری پیشہ ملازمت اندیشہ عدیم الفرصت

نہ عالم نہ مولوی نہ منطقی نہ فلسفی نہ دین سے کامل طور پر واقف و ماہر نہ اس قسم کے کام ربانی کی مشق و مہارت و شوق بلکہ ایسا شغل آپ اور آپکے رفقا کی نسبت عادت و مذاق کے بالکل مخالف وغیرہ وغیرہ پھر آپکی جنگ عظیم کس سے واقع ہوئی آیا قوم آریہ سے یا جہان کے عیسائیوں سے کوئی جنگ مقدس ہوئی یا قوم سکھ کیسے یا روافض یا خوارج یا موحدین یا نیچریوں یا برہموں یا دہریوں سے جسکا نتیجہ یہ ہوا ہو کہ فتح مبین آپکو حاصل ہوئی ہو یا آیندہ کو حاصل ہو پس اس جنگ کا مرد میدان تو وہی ہے جسکی نسبت آپ اسی کتاب میں اقرار کر چکے یا ذکر و فصل اول و دوم صفحہ ۴۴ اکو پھر یاد و تر اعز اموش پھر دیکھو کہ ان تمام اقوام مذکورہ بالا پر اسکو وہ فتح مبین حاصل ہوئی ہے جسکی نسبت وہ خود با آواز بلند فرما رہا ہے؎ چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را　که ناید کس بمیدان محمدؐ۔ اور یہ آیت انا فتحنا جو بوقت صلح حدیبیہ نازل ہوئی ہے وہ وقت بھی نہایت مشابہت رکھتا ہے اس مسیح موعود کے وقت سے کیونکہ زمانہ صلح حدیبیہ کا بظاہر بڑے بڑے سخت ابتلاؤں کا زمانہ تھا اور اس مجدد کا زمانہ بھی بسبب کثرت فتن دجالیہ و شدائد ابتلاءات کے مشابہت تامہ اسی زمانہ سے رکھتا ہے اور باوجود سخت ابتلاؤں کے فتوحات بینہ پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں پس حسب بیان مذکورہ اس فتح مبین کے مصداق بھی اس قرن میں حضرت اقدس ہی ٹھیرے لا غیر مگر افسوس کہ آپنے فن اعتبار کی تشریحات کر کر بھی کوئی فائدہ نہ پایا بابو صاحب میری عرض و معروض آپ پر ناگوار نہ گذرے آپکا سارٹیفکٹ میرے پاس موجود ہے خذ ما صفا ودع ما کدر والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ الہام دیگر قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ یہ الہام بھی اسی مسیح موعود کی محبیت کیواسطے ہوا ہے کیونکہ بموجب آپکے اقرارات کے ظاہر ہے کہ آپ سے تو آجتک کسی طرح رفع و دمغ الباطل واقع ہوا ہی نہیں اور حضرت اقدس کی نسبت بھی آپکا اقرار وقت تالیف کتاب تک موجود ہے کہ اُن کا شغل سواء اعلاء کلمۃ اللہ کے اور کچھ نہیں اور دعوی مجددیت معہ دعوی مہدویت و مسیحیت بھی انھیں کا دعوی ہے نہ آپ کا جسکے اثبات کے لیے صدہا نشانات و آیات الٰہیہ موجود ہیں وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون پس مضمون الہام یعنی محبیت حق و زہوق باطل اور دمغ الباطل بجز حضرت اقدس ؑ کے اور کسپر صادق آسکتا ہے کیونکہ امر الحق تو وہی ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے بخوبی ثابت ہو نہ وہ امر کہ جس کے ثبوت میں کسیطرح کا ریب و تردد واقع ہو آپکو تو اپنے الہامات میں ہی ابھی تک شک و ریب رفع نہیں ہوا پھر خفتہ را خفتہ کے کند بیدار مثل مشہور ہے۔ پھر دیکھو ۲ میں بابو صاحب اپنے الہاموں کے مشکوک ہونیکے واسطے مدارج السالکین کی عبارت کو سند اپیش کرتے ہیں وہو ہذا والعصمۃ منتفیۃ الا عن الرسل ومجموع الامۃ فمن این للمخاطب

ان ھذا الخطاب رحمانی او ملکی بای برہان او بای دلیل والشیطان یقذف فی النفس وحیہ ویلقی فی السمع خطابہ فیقول المغرور المخدوع قیل لی وخوطبت وصدقت ولکن الشیطان سعی فی القائہ للمخاطب وقد قال عمر بن الخطاب لغیلان بن سلمۃ وھو من الصحابۃ لما طلق نسائہ وقسم مالہ بین بنیہ انی لاظن الشیطان فیما یسترق من السمع سمع لموتک فقذف فی نفسک انتہی اس سے بھی ثابت ہے کہ بابو صاحب اپنے الہاموں کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتے بلکہ ظنی یا شکی جانتے ہیں وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اگر کوئی کہے کہ مطلق الہام خواہ بابو صاحب کا ہو یا حضرت اقدس کا عبارت مذکورہ سے دونو کا ظنی اور شکی ہونا معلوم ہوتا ہے پس حضرت اقدس کے الہاموں کو دوسروں کے الہاموں پر کیا ترجیح ہے تو واضح ہو کہ عبارت مدارج السالکین ہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ الہامات میں عصمت عن الخطا برہان اور دلیل سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہی وجہ الہامات و کشوف بلکہ رویا بھی مرسلین اور انبیا کے حجت قطعی ہوتے ہیں کیونکہ اُن کی رسالت اور بعثت پر براہین اور ادلہ قائم ہو جاتی ہیں علی ھذا القیاس جو اُن کے متبعین واسطے دعوت علی وجہ البصیرۃ کے مامور ہوتے ہیں اُن کے الہامات و کشوف بلکہ رویا بھی قطعی حجت ہو جاتے ہیں ورنہ پھر دعوت علی وجہ البصیرۃ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ حسب الارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی وجہ البصیرۃ دعوت الی اللہ فرمائی اسی بصیرۃ کے ساتھ اُن کے متبعین میں سے بھی کوئی نہ کوئی داعی بالضرور پیدا ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص کسی امر میں خود متردد اور شاک ہو وہ اُس امر کی طرف علی وجہ البصیرۃ کیونکر دعوت کر سکتا ہے اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت اقدس کا مسیح موعود اور مہدی معہود ہونا ادلہ قطعیہ یقینیہ اور نشانات آسمانی سے ثابت ہو چکا ہے صدہا نشان آسمانی خود اُنکی ذات اقدس سے صادر ہو چکے ہیں اور آپ بھی انہیں ادلہ اور نشانوں کی وجہ سے چار و ناچار معاون اور شریک رہتے تھے کما مر سابقاً پس جبکہ اس مامور من اللہ کی بعثت ادلہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو چکی ہے تو اُسکے الہامات جنپر اُسکو اصرار ہے وہ بھی قطعی و یقینی ہونے ضروری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُس کے الہامات میں وہ شوکت و جلال ہے جو متردد اور شاک کے الہام و کلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا پس کیا یہی امر مابہ الامتیاز و رفارق بین الحق والباطل نہیں ہو سکتا بالضرور فارق ہے پس یہاں سے وہ مسئلہ متکلمین کا بھی درست اور ٹھیک ہے کہ الہام حجت شرعی نہیں ہے یعنی نفس الہام بغیر ثبوت عن الحجت والبرہان حجت شرعی نہیں لیکن داعی علی وجہ البصیرۃ کے پاس تو صدہا حجج اور براہین موجود ہوتے ہیں پس اُسکے الہام کا حجت شرعی نہ ہونا چہ معنی وارد جس الہام پر وہ مامور من اللہ اور داعی علی وجہ البصیرۃ اصرار کرے وہ بالضرور حجت شرعی ہے اور اُسکا

مخالف کتاب و سنت کے ہونا ممکن ہی نہیں اور پھر دیکھو کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ
و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ اسکا مصداق بھی وہی مسیح موعود ہے
اس آیت میں بھی لفظ الحق کا یہی بتلایا گیا ہے کہ جبتک کوئی امر نشانات آلہیّہ۔ ادلہ یقینیہ سے ثابت نہو
تب تک وہ امر الحق نہیں ہو سکتا آیت کے سیاق میں جو کفیٰ باللہ شہیدا واقع ہوا ہے اُسمیں ایک اشارہ
لطیف اس بات کیطرف ہی کہ نشانات آسمانی سے اُس مسیح موعود کی تصدیق کیجاویگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی گواہی بجز
اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی مامورین اللہ کے لیے کوئی ایسا نشان بطور اعجاز کے صادر ہو جو قدرت بشر سے
باہر ہے جیسا کہ کسوف و خسوف کا اجتماع ماہ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں جو کبھی کسی مامور من اللہ کی تصدیق
کے واسطے ابتدائی خلقت زمین و آسمان سے صادر نہیں ہوا پس اس سب بیان سے بطور حصر کے قطعاً ثابت
ہوا کہ اس الہام کا مصداق اس زمانہ میں بجز حضرت اقدس کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا فبطل مدعاہ وثبت
مطلوبنا۔ صدق اللہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔

الہام دیگر انا اعطینک الکوثر الخ الیس اللہ بکاف عبدہ حضرت اقدس کا یہ الہام تخمیناً ۲۷ برس کا
ہے جو بمنزلہ علم کے نگینہ انگشتری پر ۲۷ برس سے ہی کندہ ہوا ہے اور بوقت وفات والد مرحوم حضرت اقدس
کے یہ الہام اُسوقت میں ہوا تھا کہ بنظر بشریت کے کچھ تفکر بطور حدیث نفس کے لاحق ہوا وہ انگشتری جسپر یہ الہام
کندہ ہے آپنے بھی ضرور معائنہ کی ہوگی اور مدت ۲۷ برس سے وہ پورا بھی ہو رہا ہے اور آپ بھی اسقدر
تو تسلیم کرتے ہیں کہ مریدان و حاشیہ نشینان و آمد نہائے چندہ اب کثرت سے ہو گئی ہے اب آپ ہی انصاف سے
فرمایئے کہ مصداق انا اعطینک الکوثر کا وہ شخص ہو سکتا ہی جو مزدوری پیشہ ملازمت اندیشہ ربانی کا موں میں
عدیم الفرصت وغیرہ وغیرہ ہو یا اُسکا مصداق وہ شخص ہی جو ہمہ تن اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف ہو اور تمام ملک
دور و دراز میں ہزارہا اشتہارات و رسالجات تبلیغ اسلام کے لیے شائع کر چکا ہو اور اس مدت ۲۷ برس میں آج تک
نہ نادار ہونہ تھکا ہو حتیٰ کہ آپ ابھی تبلیغ کیوجہ سے متغیر و منقبض ہو جاویں بینوا توجروا واضح ہو کہ میدان حشر
میں تو حوض کوثر وہی ہے جسکی نسبت احادیث میں وارد ہوا ہی کہ پانی اُسکا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے
زیادہ میٹھا ہوگا وغیرہ وغیرہ جو کوئی اُسکا پانی ایکدفعہ پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا لیکن استفسار یہ ہی کہ دنیا میں
وہ کیا چیز تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عظمت و جلال سے عطا ہوئی جسمیں ایسی خیر کثیر ہو کہ قیامت
تک تو منقطع نہو اور اُسمیں ایسے انوار ہوں جو دودھ سے زیادہ سفید ہو اور لذت میں شہد سے زیادہ شیریں
ہو جو کوئی اُس چشمہ سے پانی پیئے دوسرے کسی نالے ندی کا محتاج نہو وغیرہ وغیرہ اس سوال کا جواب تو ہم
یہی پاتے ہیں کہ حسبنا کتاب اللہ اب اس صدی میں واقعات نے بھی بذریعہ اس مسیح موعود کے
شہادت دیدی ہے کہ وہ دنیا کا حوض کوثر یہی قرآن مجید ہے اور اس حوض کوثر کا ساقی کون شخص ہی اسکا
جواب بھی بعد استقراء تام ہمکو یہی ثابت ہوا ہی کہ ساقی اس حوض کوثر کا بھی وہی مجدد ہی جو دعویٰ مہدویت

اور مسیحیت کر رہا ہے جس کے دعوی کی آسمان و زمین شہادت دے رہے ہیں **شعر** آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین ۔ ایں دو شاہد از پے تصدیق او استادہ اند ۔ قرآن مجید کے حقائق اور معارف اب وہ ظاہر ہوئے ہیں جو نورانیت میں دودھ سے زیادہ سفید ہیں لذت میں شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور لینت اور لطافت میں مسکہ سے زیادہ لطیف اور لین تر ہیں ۔ جو اہل مذاق ان لذات سے لذۃ یاب اور سیراب ہوتا ہے وہ کبھی دوسرے گدے پانیکیطرف رُخ بھی نہیں کرتا صدق اللہ تعالیٰ ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی والقرٰان العظیم لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم ولا تحزن علیھم واخفض جناحک للمؤمنین قرآن مجید نے خود ثابت کر دیا کہ دنیا کا وہ حوض کوثر جسکی صفات مذکورہ بالا ہیں یہی قرآن مجید ہے اور واقعات و نشانات اس صدی نے کامل شہادت دیدی کہ اُسکا ساقی بھی یہی مسیح موعود ہے پس صادق آیا وہ شعر جو ایکمدت دراز سے اُنکی زبان سے نکلا تھا

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت ۔ از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثر م

پس اس الہام کی نسبت جو آپ کا خیال ہے وہ محض غلط ثابت ہوا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ ۔ ص۱۰ میں آپ خود لکھتے ہیں (اُس ذات پاک تعالیٰ وتقدس وراء الورا کے کلمات طیبات والہامات واسرار وغوامض حسب فحوای قرآن مجید جسکا عاجز کو الہام بھی ہو چکا ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مددًا (تم الہامہ) ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ ان اللہ عزیز حکیم کے بیحد و بی نہایت ہونیکے علاوہ لطیف در لطیف و عمیق در عمیق بھی ہیں جیسا وہ خود لطیف خبیر ہے الخ انتہی بلفظہ۔

الہام دیگر یا احمد بارک اللہ فیک ان وعد اللہ حق کذلک وعد اللہ ذٰلک اٰیات اللہ نتلوھا علیک بالحق اس قسم کے جملہ الہامات اور الہامات مذکورہ بالا (اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپکو ہوتے ہیں) حضرت اقدس کے لیے ہی ہیں کیونکہ احمد آپ ہی کا نام ہے اور براہین احمدیہ میں مدت ۲۰-۲۲ سال سے باسم احمد آپ ہی کو جناب اللہ مخاطب کیا گیا ہے اور اسیقدر مدت سے تمام دنیا میں آپ کا یہ نام شائع ہو چکا ہے اور کل الہامات حضرت اقدس کے جو شائع ہو چکے ہیں اُنکو کسی طرح کا شک و تردد بھی نہیں بلکہ علی وجہ البصیرۃ یقینًا اور قطعًا من عند اللہ سمجھے گئے ہیں جس کے لیے شہادۃ اللہ بکثرت موجود ہیں بخلاف بابو صاحب کے کہ اُنکو اس الہام میں بھی شک و تردد تھا چنانچہ وہ اقرار کرتے ہیں (کہ ایکدفعہ خیال آیا کہ مجھسے تو کچھ کام اور خدمت نہیں ہوئی اور دوسرے عمدہ و عالی شان کام میں مصروف ہیں مجھکو ایسا مرتبہ کیونکر مل سکتا ہے ۔ انتہی بلفظہ دیکھو ص۲۱) لہذا بابو صاحب اس الہام کے مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ اور آگے اسکے جو بابو صاحب لکھتے ہیں اسکا جواب ملاحظہ ہو قعر در جات من نشاء ان ربک

الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

اس جواب کو جو بابو صاحب نے اپنے واسطے خیال کر لیا ہے یہ محض القاء شیطانی ہے کیونکہ سنت اللہ ہے کہ بوقت بعثت ماموریں و مرسلین کے ان کے مخالفوں کو اس قسم کے القا ہوتے رہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم۔ وان اطعتموھم انکم لمشرکون۔ اچھا ہم بابو صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ مضمون ہر دو الہام میں چند امور ہیں۔ برکات الہیہ کا نزول اُن کے ساتھ جسمیں کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہے اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اُسکا ثبوت واضح ہو جاوے اور رفع درجات دینیہ و دنیویہ اور دنیا کے لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا اس شان سے کہ مراد اور مرید دونوں کو غلبہ اور فوقیت حاصل ہو اور قرآن مجید کی حفاظت اور دفع اُن وساوس سے جو مخالفین اسلام اس صدی میں اسلام اور قرآن مجید پر کر رہے ہیں اب فرمایئے کہ ان امور اربعہ متناسبہ میں سے آپ کیلئے کونسا امر حاصل ہوا ہے برکات کا تو یہ حال ہے کہ وہی پیشہ مزدوری اور عدیم الفرصتی کا رہا ہے ربانی سے ابھی تک آپ کے گلو کا مار ہے رفع درجات کا تو ذکر ہی کیا ہے وہ آیات الٰہیہ اور نشانات سماویہ جو اس مسیح موعود کیلئے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین سے پیدا کیے تھے اور اُنکی تصدیق بھی آپ کر چکے تھے اب اُنکی تکذیب کرنے لگے آیات اللہ کی تکذیب سے تو ضد رفع یعنی اخلد الی الارض مترتب ہوتا ہے نہ رفع قال اللہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ الذی اٰتیناہ اٰیٰتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ الی قولہ تعالیٰ ذلک مثل القوم الذین کذبوا بآیاتنا فاقصص القصص لعلھم یتفکرون ساء مثلا القوم الذین کذبوا بآیاتنا وانفسھم کانوا یظلمون ۔ اگر اس آیت کا مصداق ہونا آپ تسلیم نہ کریں تو ادلہ شرعیہ کے ساتھ اُن آیات کی تکذیب کرنی آپ پر ضروری ہے جنکی آپ تصدیق کر چکے تھے۔ ورنہ بالضرور آپ آیۃ بالا کے مصداق ہیں۔ اور پھر یہ بھی بیان فرماویں کہ آپنے کسقدر لوگوں کو بذریعہ بیعت کے معاصی اور نواہی سے توبہ کرا کر اپنے سلسلہ میں داخل کیا کیونکہ یہ الفاظ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ وغیرہ کلام الٰہی یا الہامی میں لغو طور پر تو درج ہو ہی نہیں سکتے اور امر چہارم کی نسبت بھی ارشاد ہو کہ قرآن مجید کے معارف اور حقائق سے آپنے مخالفین اسلام آریہ وغیرہ کو کیا کیا جواب دیکر ایسا ساکت کیا جو اُنپر اتمام حجت ہو سکو بس ثابت ہوا کہ اس الہام کا مصداق بجز حضرت اقدس کے اس قرن میں کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ امور اربعہ مذکورہ میں اُنکی وہ ترقی ہوئی اور ہوتی چلی جاتی ہے جسکو خارق عادت سے تعبیر کرنا ضروری ہے وھو المطلوب

الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ

الہام دیگر جو چاہو سو لے گا۔ بابو صاحب یہ الہام نصوص قرآنیہ کے سراسر مخالف ہے صداقت ثابت شدہ کو چھوڑ کر اپنے ظن اور ہوائے نفس کی پیروی کرنا اور پھر بھی ایسا الہام ہونا قال اللہ تعالیٰ ان یتبعون

الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی ام للانسان ما تمنی اور اگر اس صداقت کی تکذیب کرتے ہو تو جو جو اسکی شہادات من عند اللہ اور بینات ہیں جنکو آپ تسلیم بھی کر چکے تھے انکی تکذیب با مع الدلائل کرو اور یاد رکھو کہ نص مذکورہ باواز بلند کہہ رہی ہے کہ شہادۃ اللہ کی تکذیب اسطرح پر ہرگز نہیں ہو سکتی کہ آپ کوئی امر اپنی ہواء نفس کے خلاف دیکھکر متغیر ہو جاویں اور یہ تمام الہامات اگر آپکو ہوئی ہیں تو صرف آپکی تنبیہ کے لیے اور اتمام حجت کیو ہیں مگر افسوس کہ آپ پھر بھی متنبہ نہیں ہوتے باوجودیکہ اللہ تعالی آپکے تمام ظنون کا تار و پود ادھیڑتا چلا جاتا ہے والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ الہام دیگر یا قومنا اجیبوا داعی اللہ واستبشروا ببیعکم الذی بایعتم ان اللہ بما تعملون بصیر۔ یہ الہام بابو صاحب پر اللہ تعالے کی ایک بڑی حجت ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ بابو صاحب ابھی تک حسب اقرار خود داعی الی اللہ یعنی مجدد یا مہدی و مسیح موعود نہیں ہیں ورنہ بیان فرماویں کہ انھوں نے کن مخالفین اسلام کی دعوت فرمائی اگرچہ بابو صاحب نے اپنی کتاب کا نام عصاء موسی رکھا مگر کوئی مناسبت دینی اور مشابہت اسلامی اپنے ساتھ حضرت موسی کی بھی بیان نہیں فرمائی ہاں صرف اسقدر مشابہت صـ۳ میں ارشاد فرمائی ہے کہ میں عمر خوردسالی میں دریا میں ڈوب گیا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں دلیکن اسقدر مشابہت و مناسبت تو عاجز کو معلوم ہے کہ جسطرح سیدنا موسی علیہ السلام کا نام دریا سے نکلنے پر موسی رکھا گیا تھا جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے فقالت اسیۃ قد سمیتہ موسی لانا وجدناہ فی الماء والشجر فمو الماء وسی ھو الشجر انتہی ایسا ہی تیسیر القرآن میں ہے کہ موسی نام رکھا اسواسطے کہ قبطی زبان میں مو پانی کو کہتے ہیں اور سا درخت کو اسی طرح یہ عاجز بھی خوردسالی میں دریا میں ڈوب کر اور پھر چوب کے ساتھ اٹک کر نکلا ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ای بابو صاحب خواہ آپ خوردسالی میں ڈوبے ہوں یا جوانی میں ڈوبے ہوں ہمیں اس سے تو کچھ غرض نہیں مگر یہ تو فرمایئے کہ حضرت موسی کب دریا میں ڈوبے تھے قرآن مجید میں تو صرف اسقدر مذکور ہے کہ انکی ماں نے انھیں صندوق میں رکھکر وہ صندوق دریا میں ڈالدیا تھا اور دریا نے آخرکار کنارہ پر پہنچا دیا تھا قال اللہ اذ اوحینا الی امک ما یوحی ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم فلیلقہ الیم بالساحل یاخذہ عدو لی وعدو لہ الآیہ قرآن مجید میں حضرت موسی کا ڈوب جانا دوسری جگہ بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ آل فرعون کا ڈوب جانا چند جگہ پر مذکور ہوا ہے کما قال تعالی واغرقنا ال فرعون اور نیز آپنے جو عبارت نقل فرمائی ہے اسکے لفظ سے بھی یہ بات نہیں نکلتی کہ حضرت موسی دریا میں ڈوبے انکا ڈوب جانا ثابت نہیں ہوتا اگر ایسا ہی ڈوبنا ہے تو جسقدر آدمی جہاز و غیرہ میں بیٹھکر کنارہ دریا پر پہونچ جاتے ہیں سب کی نسبت کہا جاوے کہ وہ سب ڈوب کر دریا سے نکلے وھل ھذا الا سفسطۃ محض ہاں قبطیوں کا ڈوب جانا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور کتب عہد عتیق اور کتب سیر اسلامیہ سے بھی

ایک ثابت شدہ صداقت ہے پس اس سے تو ثابت ہوا کہ اگر آپ کو ڈوب جانے میں ہی مشابہت منظور ہے تو آل فرعون اور قبطیوں کے ساتھ بالضرور مشابہت ہو سکتی ہے مگر قصور معاف ہو کہ یہ وجہ مشابہت آپ ہی کی ایجاد ہے ہاں مشبہ بہ جو آپنے بیان فرمایا تھا اُسمیں تو وہ وجہ شبہ پائی نہیں جاتی تھی لہذا دوسرا مشبہ بہ جسمیں وجہ شبہ بخوبی پائی جاتی ہے آپ کی خواہش کے بموجب خاکسار نے پیش کر دیا ہے پھر اندریں صورت آپکو جبکہ حضرت موسیٰ سے کوئی بھی مشابہت نہیں تو پھر آپ داعی الی اللہ کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ آل فرعون تو داعی الی اللہ نہیں تھی بلکہ وہ تو داعی الی الشیطان تھی اور حضرت اقدس کی نسبت تا تالیف کتاب آپ مقر ہیں کہ دعوت اسلام کے لیے ہزارہا اشتہارات و رسالجات ممالک دور و دراز میں اراکین قوموں کو روانہ کر چکے ہیں پس اس الہام کے مصداق بھی حضرت اقدس ہی رہے لہذا آپکو بھی بتاکید یہ امر ہے کہ اجیبوا داعی اللہ افسوس کہ باوجود اسقدر تنبیہات کے اگر آپ پھر بھی نہ سمجھیں تو اسکا کیا علاج۔ فسبحان الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ آیاتہ اب بھی وقت ہے آیات اللہ کی تصدیق کے بعد تکذیب مت کرو قرآن مجید کی اس آیت پر نظر کرو کیف کان عاقبۃ المکذبین اور اس الہام کے جملہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم سے جو صفحہ ۴۳ فصل ۱۲ میں آپنے سمجھا ہے کہ اس سے بیعت اول شیخ عبد اللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ والی مراد ہے الخ یہ اجتہاد آپکا بالکل مردود ہو گیا کیونکہ جبکہ حضرت شیخ عبد اللہ صاحب مرحوم نے گو متقی اور پرہیزگار تھے اور صاحب الہام بھی تھے مگر غیر اقوام یورپ و امریکہ وغیرہ کے لیے دعوت الی الاسلام انھوں نے بھی نہیں کی اور وہ بھی اسی نور آسمانی کا حوالہ دیکر جو قادیان میں اُترا دنیا سے سدھار رہے ہیں یہ جملہ اجیبوا داعی اللہ بھی اسی کیطرف اعلام کر رہا ہے کہ بشارت اور خوشی دائمی اسی داعی الی اللہ کی بیعت سے حاصل ہو گی وَاِلّا فَلا۔ الہام دیگر ڈمسٹک خلیفۃ اللہ اس کے الہامی معنے گھر کا اسلامی خلیفۃ اللہ ہے۔ اگر آپکے اس الہام کو ہم تسلیم بھی کر لیں تو سب نزاع کا فیصلہ ہوا جاتا ہے کیونکہ اس الہام کے بموجب آپ صرف اپنی اولاد اور اہلبیت کے خلیفہ رہے یہاں تو گفتگو اُس خلافت میں ہے جو مصداق ہو وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جو کافۃ للناس تھی اور سبب موجود ہونے اسباب اور ذرائع کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کل دنیا میں یہ دعوت نہیں پہونچی تھی جسکا پہنچنا کل دنیا تک اور ہر زبانی میں ضروری تھا لہذا بعد موجود ہو جانے ذرائع تبلیغ کے ایک ایسے خلیفۃ اللہ کا مبعوث ہونا بھی ضروری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے کل دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ پہنچ جاوے تا کہ پیشین گوئی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ پوری ہو لہذا اس چودھویں صدی میں بعد موجود ہو جانے کل ذرائع کے یہ مجدد مبعوث ہوا اسی لیے تار برقی اور ریلوے وغیرہ کو اشارات لطیفہ سے مخبر صادق نے اُسکی علامات سے قرار دیا ہے

کہ وینزلک القلاص فلا یسعی علیہا و اذا النفوس زوجت وغیرہ وغیرہ اور جو نشانات تصدیق اُسکے دعوی کے لیے اللہ تعالی کیطرف سے واقع ہوے وہ بھی ایسے ہی عام طور پر واقع ہوے کہ کل دنیا نے اُنکو دیکھ لیا مثلاً اجتماع خسوف وکسوف ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں جو ایشیا میں واقع ہوا اور ہی کسوف وخسوف کا اجتماع اُسی ماہ رمضان اور اُنھیں تواریخ میں ۱۳۱۲ھ میں امریکہ وغیرہ میں حادث ہوا یا مثلاً ریلوے وتار برقی وغیرہ کہ کل دنیا میں اُسکا نظارہ پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور بابو صاحب بنے اپنے گھر کا خلیفہ تو ہر شخص ہو سکتا ہے حدیث میں وارد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ ایضاً قال اللہ نعم الرجال قوامون علی النساء ایضاً قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ مگر حصول اس خلافت خانگی سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی کہ داعی الی اللہ کی پروانہ کی جائے اُسکے لیے تو آپ ہی کا پہلا الہام موجود ہے کہ اجیبوا داعی اللہ غرضکہ اگر ہم یہ الہام تسلیم کرلیں تو اس الہام نے تو جسقدر آپ کی خیالات تھے اُن سبکا فیصلہ کردیا صدق اللہ تعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ الہام دیگر واشرقت الارض بنور ربہا وجئی بالنبیین ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء بابو صاحب یہ وہی نور ہے جسکا مکاشفہ آپکے پیر شیخ عبد اللہ صاحب مرحوم کو ہوا تھا۔ اور جئی بالنبیین میں صاف اشارہ لطیفہ ہے اس مجدد چودھویں صدی کیطرف اگر حضرت اقدس آپکے نزدیک مجدد نہیں ہیں تو پھر جملہ وجئی بالنبیین لغو ہوا جاتا ہے کیونکہ آپ تو دعوی مجددیت کرتے نہیں اور اپنے الہام پر آپکو قطع اور یقین بھی نہیں پھر فرمایئے کہ وہ مجدد کون ہے۔ اور ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آپکے وساوس کا رد اور جواب ہے جو آپکے دلمیں بسبب کبر اور حسد کے مرکوز ہیں۔ اور چونکہ آیت کی سیاق میں واللہ ذو الفضل العظیم بھی موجود ہے لہذا اُسکا اشارہ لطیفہ اسطرف ہے کہ اگرچہ اس فضل مجددیت ومہدویت اور مسیحیت کی ساتھ ایک شخصکو مختص کردیا گیا مگر چونکہ اللہ تعالی صاحب بڑے بڑے فضل کا ہے لہذا اُس مجدد کے ذریعہ سے سائر ناس کو بھی وہ فضل طفیلی طور پر عطا فرما سکتا ہے کیونکہ واللہ ذو الفضل العظیم۔ الہام دیگر اکان للناس عجبا ان اوحینا الی عبدنا ایضاً یفتح اللہ لکم فستوضحوا۔ ماشاء اللہ جب تک بابو صاحب کو وہ الہام ہوتے رہے جو براہین وغیرہ میں درج ہو چکے یا بعض قرآنی آیتیں الہام ہوئی تب تک تو کوئی غلطی فاش واقع نہیں ہوئی لیکن جبکہ بابو صاحب کے ملہم نے ایسا الہام القا کیا جو براہین وغیرہ میں درج نہیں ہے اور نہ آیات قرآن مجید سے ہے تب وہ ملہم یا بابو صاحب عربی کے محاورات کو بھول گیا میں دریافت کرتا ہوں کہ یفتح اللہ کا جازم کونسا ہے جسنے نون اعرابی فستوضحوا کا بھی حذف کردیا اگر ایسا کوئی محاورہ بابو صاحب کسی جگہ عربی میں دکھا دیویں گے تو میں بالضرور

اپنے اُس اعتراض کو واپس لونگا کہ الہامات بابو صاحب کے وہی ہیں جو براہین میں مدت سے شائع ہو چکے ہیں یا بعض قرآن مجید کی آیات ہیں جو ہر ایک طفل مکتب کو بھی یاد ہوتی ہیں جو الہام کہ ان دونوں صورتوں سے باہر ہے وہ ایسا محض غلط اور خلاف محاورہ عرب کے نکلا کہ طلبہ نحومیر پڑھنے والے بھی اُس عبارت پر ٹھٹھا کرینگے پھر اب فرمایئے کہ خود آپکو اپنے الہامات میں شک و تردد موجود کما مر بیانہ اور بوقت زمانہ الہام ہونے کے آپکی یہ کیفیت کہ صبح کی نماز قریبًا ہمیشہ قضا نماز ظہر کی عادتًا تاخیر کرنا مسجد میں نماز پڑھنی کبھی اتفاقیہ میسر ہو وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحہ ۳ وغیرہ کو پھر کوئی بینہ اور ثبوت بطور شہادت من اللہ کے آپ کیلیے موجود نہیں اور اسپر علاوہ یہ کہ آپ نہ مولوی نہ عابد نہ زاہد کوئی فضیلت نہیں بلکہ ضروری پیشہ حتیٰ کہ داب ملاقات رسمی و گفتگو مروجہ زمانہ سے بھی اکثر ناواقف دیکھو صفحہ ۱۸ پھر آپ کی ایسی حالت کے الہامونکو کون اندھا تسلیم کریگا اور آپ کی کتاب عصاء موسیٰ کی کس اہل علم کے نزدیک وقعت ہوگی اور آپکے اجتہادات مولویانہ کو کون قبول کریگا آپ عصا ٹیکے پھر بھی سیدھے کھڑے نہ ہو سکے ہر ایک بات میں تذبذب ہر ایک مقام میں تنزل پس تمام تار و پود اپنی کتاب کا تو خود آپ ہی نے ہماری سامنے ادھیڑ کر رکھدیا پھر آپ معہذا اپنی کتاب پر ایسے نازاں کہ اخیر ٹائٹل پیج پر لکھتے ہیں (اول تو اُمید نہیں کہ مرزا صاحب اس کتاب کا جواب باصواب دے سکیں) آپکے ان ظنون ناقصہ کی نسبت اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے صدق اللہ تعالیٰ وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتٰہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبہم الرعب یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔ الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ یہ چند الہامات بابو صاحب کے بطور مثال کے لکھے گئے ہیں کہ جنکو انھوں نے محض غلط فہمی سے اپنے لیئے خیال کیا تھا ہاں بعض الہامات کو اگر ہم اُنکا الہام ہونا تسلیم کرلیں اُن کے لیے یا اُن کے رفقا و موافقین کے لیے بھی تجویز کر سکتے ہیں جیسا کہ لا تتخذوا من دونی اولیاء الہام ہے چونکہ بابو صاحب اور اُن کے رفقا مثلاً عیسیٰ بن مریم کیلیے صفات الوہیت ثابت کر رہے ہیں کما مر بیانہ اسواسطے تنبیہًا یہ الہام اُنکو ہوا ہے۔ یا مثلاً الہام لا تصعر خدک للناس ہی کہ بسبب تندی مزاج طبعی اور غیظ و غضب جبلی بابو صاحب کے ماموریں کی مقابلہ میں اُنکو تنبیہ کیگئی ہے۔ یا مثلاً الہام لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کہ جسمیں تنبیہ ذیل موجود ہے وہو ہذا چونکہ بابو صاحب کے الہامات اور نیز دیگر مضامین کتاب میں نہایت درجہ کا اختلاف اور تعارض ہے لہذا اس الہام سے آپکو متنبہ کیا گیا کہ چونکہ تمھارے خیالات جنکو الہامات تصور کرتے ہو متناقض ہیں اور مضامین کتاب بھی باہم متعارض ہیں

لہذا وہ من عند اللہ نہیں ہو سکتے اور حضرت اقدس کے الہامات میں چونکہ کسی طرح کا تعارض اور اختلاف نہیں پھر بینات اور شہادات من عند اللہ اُن کے لیے موجود ہیں تو بالضرور من عند اللہ ہیں اور دلیل اُسکی یہی ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ اور الہام ان ما توعدون لآت کا مطلب بھی واضح ہے کیونکہ جو خجالت اور شرمندگی آپ کیلیے احکام آیات الرحمن لننسخ ما یلقی الشیطان سے مقدر ہو اُس سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ان ما توعدون لآت غرضکہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مطلب اور مراد کل الہامات بابو صاحب کا بموجب اُس فن اعتبار کے جو خود بابو صاحب نے تشریحات میں صـ۳۱ سے ۳۲ تک لکھا ہے ناظرین کو بخوبی حل ہو سکتا ہے اور ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نظائر اس اعتبار کے قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی مقام پر حکایتاً عن الغیر آیات کو بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور کسی جگہ پر صرف آنحضرت صلعم کو مخاطب کیا ہو معہذا اُس خطاب سے فقط اُمت ہی مراد ہے کما قال تعٰ لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ اور کسی جگہ آنحضرت م معہ اُمت مرحومہ کلام الٰہی میں مخاطب ہیں لیکن کسی دلیل نے حضرت صلعم کو اُس حکم عام سے مخصوص کر دیا ہے جیسا کہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کہ بموجب حدیث صحیح لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے حضرت م اس عام حکم سے مخصوص ہیں اگر زیادہ تفصیل منظور ہو تو دیکھو تشریحات مولف کی صـ۲۳ سے ۲۴ تک کو علیٰ ہذا القیاس بابو صاحب کے الہامات اگر اُنکو الہام ہی مانا جاوے تو اُسی فن اعتبار کی رو سے جسکی تشریح خود بابو صاحب نے اپنی تشریحات میں کی ہے حسب ادلہ کتاب و سنت کے اُن کا مصداق قائم کیا جا سکتا ہے کما بیناً سابقاً لہذا ہم اسمقام میں زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتے کیونکہ آیندہ بھی بعض مقامات میں بحث الہامات بابو صاحب کی اپنے اپنے مقام پر آویگی۔

قولہ میرا کچھ دخل نہیں لہذا عاجز الہام فاصدع بما تؤمر کی تعمیل میں سُست رہا اسی بنا پر کہ جو حکم دادہ احکم الحاکمین کا ہے وہ ضرور بالضرور خود بخود ہو کر رہیگا صـ۲۳ **اقول** اے ناظرین ادائے فرائض و واجبات الٰہیہ میں بابو صاحبکی وہ سستی کہ صبح کی نماز فرض بھی ترک ہو وغیرہ وغیرہ اور ایسے تاکیدی الہام فاصدع بما تؤمر کی تعمیل میں وہ سستی اور کاہلی کہ دوسروں کی تاکید اور تحریص کے محتاج پھر علاوہ یہ کہ اپنے الہامات میں غلبہ شیطانی کا بھی خیال کیا جائے پھر فرمایئے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کے مصداق باوجود ایسی حالات ردیہ کے کیا آپ ہو سکتے ہیں ہیہات تو جروا اللھم انی اعوذ بک من العجز والکسل وانی اعوذ بک من منکرات الاخلاق والاعمال والاہوا ومن ہمزات الشیاطین وان یحضرون۔ ہاں البتہ تاخیر تعمیل اوامر الٰہیہ والہامیہ اسوقت تک جائز ہو سکتی ہے جبتک کسی الہام کا مطلب بخوبی سمجھمیں نہ آوے اور اُس کے سمجھنے میں کوشش بھی

کرتا رہے نہ سستی اور کاہلی اور بعد امر فاصدع بما تؤمر کے سُستی اور کاہلی سے اُسکی تعمیل نکرنا ایک بڑی معصیت ہے
پس جبکہ آپکا یہ حال ہے تو پھر آپنے الہاموں کا انبار بیسود اپنی کتاب میں کس واسطے شامل کیا ہے ؎
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔

قولہ یہ رویا (یعنی رویا ممانعت بعیت کے ساتھ مرزا صاحب کی) مرزا صاحبکو خوب واضح کر دیا گیا تھا جو بحیثیت رویا و خواب ہونیکے کچھ دلیل یا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن مرزا صاحب نے ناراض ہو کر ایک رسالہ ضرورۃ الامام تحریر فرما کر شائع کر دیا اور باین دعاوی علم و فضل ارشاد رسول مقبول صلعم رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ الخ پر کچھ لحاظ و خیال نکیا صـ ۳۳ سـ ۱۲۔ **اقول** یہانپر آپسے صرف یہ استفسار ہے کہ بعد بیداری کے اس رویا کو آپنے اضغاث احلام سے تصور فرمایا یا نہیں بصورت اول اُسپر عملدرآمد کیوں کیا گیا ہے اور کس واسطے استناد بعیت نکرنیکے کیوں بیان کیا گیا اور ابتک اُسکے ساتھ ایسا تمسک کیوں ہے کہ کتاب عصاء موسیٰ میں بھی درج کر کر شائع کر دیا گیا انھیں اضغاث احلام کا مجموعہ عصای موسی بنا ہے افسوس کہ عصای موسیٰ کے سہارے سے بھی آپ سیدھے کھڑے نہو سکے بھلا اضغاث احلام پر بھی کوئی عقلمند عملدرآمد کیا کرتا ہے پس جبکہ آپ اضغاث احلام پر عمل کرنیکو اس جد کے ساتھ مصر ہیں تو آپکی اس غلطی کے زائل کرنیکے لیے ضرورۃ الامام لکھا گیا اسمیں کیا محذور شرعی لازم آیا اور تمسک کرنا آپکا رفع القلم عن النائم کے ساتھ یکجا محض غلط ہے کیا آپ وقت تصنیف ضرورۃ الامام تک سوہی رہے ہیں ہاں البتہ اس خواب کے دیکھنے میں تا وقت بیداری آپ معذور تھے لیکن بعد بیداری کے پھر اُسپر عملدرآمد کرنے میں آپ کب معذور ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص رویا میں دیکھے کہ خواب میں کسی غیر منکوحہ سے اسکو احتلام واقع ہوا ہے تو بعد بیداری کے وہ اُسکا ارتکاب کب کر سکتا ہے اور پھر بعد ارتکاب کے کیونکر وہ اس حدیث سے تمسک کر سکتا ہو کہ رفع القلم عن النائم وہل ھذا الا زندقۃ محض افسوس ہے کہ ہر دو رفیقوں نے بھی آپکو ایسی فاش غلطی پر مطلع نہیں کیا قصور معاف ہو ایسی ایسی اجتہادات سے تو آپ اپنی متبعین کتاب کو ہلاک اور تباہ کر دیوینگے۔ **شعر**

اذا کان الغراب دلیل قوم ✤ سیھدیھم طریق الھالکینا

اور بشق ثانی یعنی اگر اس رویا کو غلطی سے آپ من عنداللہ تصور فرماتے ہیں تو اس صورت میں بھی آپکی غلطی کا رفع کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ رویا بمقتضاء اُسی حسد اور تکبر کے واقع ہوئی ہے جو آپکے رگ و ریشہ میں داخل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جو جو خیالات درحالت بیداری انسان کے قلب میں مرکوز ہو جاتے ہیں ویسی ہی رویا بھی اُسکو نظر آتی ہے جسکو اضغاث احلام کہتے ہیں علاوہ بریں یہ گذارش ہے کہ اس رویا میں بھی تو تشریح تاکید بعیت حضرت اقدس ہی کی پائی جاتی ہے حافظ محمد یوسف صاحب تو خواب میں بعیت کے لیے موکد ہی ہیں انکار آپکے نفس امارہ کیطرف سے واقع ہوا ہے پس یہ رویا تو انکار عن البعیت کا آپکیلیے جواب شافی ہے۔ اور جنوری ۱۸۹۶ء کی رویا میں کوئی رجل رجال الغیب سے آپکیلیے بعیت کا اشارہ کرتا ہے اور آپ کا انکار

عن البیعت محض بیدلیل ہے اور الہام فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم سے اُس انکار کیلیے استناد محض غلط
در غلط ہے کیونکہ سابق گذر چکا ہے کہ اس جگہ بیعت سے داعی الی اللہ کی بیعت مراد ہے دیکھو الفاظ اپنے الہام کو
صلا سطر ۱۵ میں یاقومنا اجیبوا داعی اللہ واستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بکمال تشریحہ - اور
رویا میں حضرت مرزا صاحب کو یہ جواب دینا کہ جیسے عبد اللہ صاحب مٹی ہوگئے تم بھی مٹی ہو جاؤ گے اور اس قول کو
انکار بیعت کے لیے سند گرداننا محض غلط ہے کیونکہ کوئی شخص کیسا ہی مقرب من اللہ ہو اُسکی وفات کے بعد
کسی خلیفۃ اللہ اور امام الزمان سے انکار بیعت میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جسطرح وہ مقرب من اللہ فوت ہو گیا
ہے تو بھی فوت ہو جاوے گا اگر نعوذ باللہ ایسا کچھ ہوتا تو پھر سلسلہ استخلاف مندرجہ سورہ نور باطل ہو جاتا
اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام و خلیفہ اول کے مخالفین و مانعین زکوۃ نعوذ باللہ حقیر ہوتے باوجودیکہ اللہ
تعالیٰ نے اُن سب مخالفین کو مرتد قرار دیا ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ
عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ
بابو صاحب یہاں پر تو یہ حال ہے کہ اگر مولوی عبد اللہ صاحب بھی زندہ ہوتے تو بوجہ اپنے مکاشفہ کے اس نور
آسمانی سے اقتباس نور ضرور ہی کرتے ورنہ فرمایئے کہ بعد نور کے پھر سوائے تاریکی کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ - بابو صاحب نے ص۳۲ سطر ۱۵ میں مولوی عبد الرحمن
لکھو کے والے کی الہام کو بھی اپنی تفہیم اور اعتقاد کا شاہد اور مصدق قرار دیا ہے الہام یہ ہے اتستبدلون
الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر - **اقول** مولوی عبد الرحمن کو اگر یہ الہام در بارہ ادنی ہونے
بیعت حضرت مرزا صاحب اور خیر ہونے بیعت شیخ عبد اللہ صاحب کے ہوا ہے تو بدلائل ذیل باطل ہے - **اولاً** واضح ہو
کہ استبدال میں دو چیزیں متغائر ہونی چاہییں خواہ ایک شے ادنی ہو اور دوسری شے خیر ہو لیکن یہاں پر دونوں
چیزیں متغائر موجود ہی نہیں ہیں صرف ایک کلی متشکک ہی جو لفظ بیعت ہی کہ در صورت معقول ہونے ایک
امام کے بضرورت دینی افضل امام کے ساتھ بیعت کیجاوے بیں جبکہ مورد استبدال کے موجود ہی نہیں ہیں
پھر اس الہام کے مصداق کے لیے بیعت مولوی عبد اللہ صاحب کو مبدل نہ کہنا اور بیعت حضرت اقدس کو اس کا
بدل کہنا کیونکہ ہو سکتا ہے **ثانیاً** یہ عرض ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ یہاں پر دو ہی بیعتیں متغائر موجود ہیں
تو ظاہر ہے کہ زمانہ بعثت مجددین و مامورین میں تمام طرق تقرب الی اللہ کی جو اُس سے متغائر ہوں مسدود
ہو جاتے ہیں اور سائر اولیاء اللہ اور علماء باللہ اُس زمانہ کو اُسی کیطرف رجوع کرنا فرائض دینیہ سے ہو جاتا ہے
ورنہ پھر اس حدیث کے کیا معنی ہونگے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِہٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ
مَنْ یُّجَدِّدُ لَہَا دِیْنَہَا اس حدیث کے الفاظ آواز بلند کہہ رہے ہیں کہ مجدد خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے
مرسل اور مبعوث ہوتا ہے جسکو بتاکید حرف اِنَّ بیان کیا گیا ہے - اور دین امت کی تجدید جس قسم کی تجدید کی
ضرورت اس وقت لاحق ہو وہ اُسی کے سپرد ہوتی ہے پس الفاظ حدیث سے ثابت ہوا کہ باقی امت کے لیے

جسقدر سوائے اُس مجدد کے موجود رہے خواہ علماء ظواہر ہوں یا اولیاء بواطن ہوں اُسکی بعثت ماننی ضروری ہوجاتی ہے اور اُسکی نصرت اور اعانت میں مصروف ہونا سب پر واجب ہوجاتا ہے کیونکہ سپہ سالار کل اُمت کا بموجب الفاظ حدیث کے وہی مجدد ہے اور یہی مقصود ہے بعثت سے پس اگر یہ مقصود اُسکی بعثت کی زمانہ میں مطلوب الٰہی نہو تو پھر اُسکی بعثت من اللہ ہی لغو ہوجاویگی والشئ اذا خلا عن مقصودہ لغی قضیہ مسلمہ ہے و تعالیٰ شانہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اب یہ امر تو ظاہر ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب یا مولوی عبدالرحمن صاحب یا کسی اور صاحب نے دعوی مجددیت مع ادائے فرض منصب کے بشہادۃ اللہ کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ اس صدی میں بھی حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے مجدد کا ہونا ضروری تھا اور حضرت اقدس کی مجددیت جو جامع ہے ہر دو شان مہدویت اور مسیحیت کے لیے نشانہائے ارضی و سماوی سے ثابت ہے اور خود اُنکی ذات مقدس میں صدہا نشانات مجددیت جامع مہدویت و مسیحیت کے موجود ہیں پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ بمقابلہ اُنکی بیعت کے کسی دوسرے کی بیعت خیر یا افضل ہو۔ اور نیز چونکہ بمقابلہ کتاب و سنت کے حسب اقرار خود بابو صاحب کے کسی کا الہام بغیر شہادۃ اللہ کے حجت شرعی نہیں ہوسکتا لہذا الہام مولوی عبدالرحمن صاحب کا مخالف کتاب و سنت صحیحہ باطل و مردود ہے۔ **ثالثاً** الہام میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت ادنی ہے مولوی عبداللہ صاحب کی بیعت سے غایت الامر یہ ہے کہ مولوی عبدالرحمن صاحب کا یہ ایک خیال محض ہو جسکے رد کیواسطے یہ جواب الہاماً ملا یعنی بیعت اعلیٰ و خیر حضرت مرزا صاحب کی ہے اور شیخ عبداللہ صاحب کی بیعت ادنی تھی لہذا تمکو چاہیے کہ ہوتے اعلیٰ کے ادنی کو اختیار مت کرو۔

قولہ عاجز کے رویا و الہامات جو پورے ہوئے اُنمیں کئی وہ ہیں جو مرزا صاحب کے پاس قادیان جانیمیں پورے ہوئے مثلاً اول ۲۹ اپریل ۱۸۹۵ء جمعہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں اور مرزا صاحب بالمقابل ایک خاص ہیئت پر بیٹھے ہیں اور لوگ باہر سے جھانکتے ہیں کہ عیسیٰ و موسیٰ ہیں چنانچہ ۴ ستمبر ۱۸۹۵ء ہفتہ کو اُسی ہیئت و شکل سے مرزا صاحب کے بیٹھنے اور بٹھلانے سے پورا ہوا فالحمد للہ علی ذلک ص ۳۳ فصل۔ **اقول** بابو صاحب اس اپنے خواب کی تعبیر میں لکھتے ہیں کہ عاجز کا مقابلہ اُس شخص سے ہوا جو اپنے آپکو بنام عیسیٰ و مسیح ابن مریم غلطی سے مشہور کرتا ہے اور موافق الفاظ (یعنی بموجب علم تعبیر الرویا کے) بعدازاں دانش نکو گردد و بر دشمن ظفر یابد کے اللہ تعالیٰ انجام بخیر کر کے فتح و ظفر عنایت فرماوے گا یعنی مجھکو۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسیح کے معنے قاموس و منتہی الارب میں کذاب کے بھی لکھے ہیں لہذا یہ امر قابل غور و توجہ ہے۔ یعنی حضرت مرزا صاحب مسیح کذاب ہیں۔ اے ناظرین بابو صاحبکو تو اپنی نسبت موسیٰ یا مثیل موسیٰ ہونے سے انکار ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ عاجز خود ایسے گستاخانہ و خود تراشیدہ خیالات سے بیزار و متنفر ہے۔ اور جو کچھ مشابہت اپنی حضرت موسیٰ کے ساتھ اُنھوں نے قائم کی ہے وہ صرف دریا میں بابو صاحب کا ڈوب جانا ہے لاغیر اور چونکہ یہ وجہ شبہ بھی محض غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ دریا میں

ڈوبے ہی نہیں تھے بلکہ قبطی اور آل فرعون دریا میں ڈبوئے گئے تھے کما مر بیانہ پس حضرت موسیٰ کیساتھ بابو صاحب کو ایک ذرہ بھر بھی مشابہت باقی نہیں رہی اگر یہی وجہ شبہ حسب مرضی بابو صاحب کے مانی جاوے تو بابو صاحب کے مشبہ بہ قبطی اور آل فرعون ہیں نہ حضرت موسیٰ۔ علاوہ یہ کہ نہ حضرت موسیٰ کا کوئی مثیل اس زمانہ کے لیے موعود ہے جسکی آمد کی اس قرن میں توقع کی جاوے لہذا بابو صاحب کا موسیٰ یا مثیل موسیٰ ہونا تو محض غلط ہوگیا اندریںصورت رویا بابو صاحب کی اضغاث احلام میں سے ہوگئی اگر بابو صاحب اس رویا کو منجانب اللہ تصور کرتے ہیں جیسا کہ آغاز فصل سے معلوم ہوتا ہے تو اُسکی تعبیر ہم ایسی بیان کرتے ہیں جس سے رویا صادق ہوجاوے وہو ہذا واضح ہو کہ رویا میں جو کچھ لوگوں نے جھانک کر کہا کہ عیسیٰ و موسیٰ ہیں اُس سے مراد صرف یہ ہے کہ سلسلہ استخلاف موسوی کیطرف بابو صاحبکو توجہ ہو تاکہ پھر سلسلہ استخلاف محمدی کیطرف اپنا ذہن منتقل کریں کیونکہ بذریعہ رویا کے اس قسم کی تنبیہات بھی واقع ہوجاتی ہیں دیکھو ص۲۴ نمبر۱۸ کہ خواب کی تعبیریں عجیب و غریب ہوتی ہیں اسکا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ مزمل میں آنحضرت صلعم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی کتاب استثنا باب ۱۸ ورس ۱۸ کی یاد دلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ انکے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی پیدا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا آخر تک۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان توریت کی پیشین گوئی ہے جس سے آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت ثابت ہوتی ہے تمام علماء کبار اس پیشین گوئی سے اہلکتاب یہود و نصاریٰ پر اتمام حجت کرتے آئے ہیں اور آنحضرت صلعم کی مشابہت ساتھ حضرت موسیٰ کے بوجوہ کثیرہ ثابت کی ہے اب واضح ہو کہ جسطرح پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اس آیت میں مثیل موسیٰ بتاکید حرف اِنَّ فرمایا ہے اسی طرح پر سورہ نور میں سلسلہ استخلاف محمدی کی مشابہت بھی ساتھ سلسلہ استخلاف موسوی کے بلفظ کما بیان فرمائی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ یہ آیت سورہ نور میں ہے اور آیت استخلاف کے نام سے عوام و خواص میں مشہور ہے اس آیت کا سورہ نور میں لانا اس امر کیطرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ نور نبوت محمدیہ قیامت تک بذریعہ استخلاف جو دوسرے لفظوں میں صوفیاء کرام نے بروز اسکا نام رکھا ہے تاباں و درخشاں رہے گا خواہ کافرین و مشرکین اُس کے اطفا میں کیسا ہی زور لگادیں کما قال تعالیٰ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون بلکہ یہ نور نبوت محمدی بذریعہ استخلاف ایسا تاباں و درخشاں ہوگا کہ اُس سے بڑھ کر اور کوئی نور دنیا میں

واسطے تمثیل کے بھی موجود نہیں ہوسکتا کما قال اللّٰہ تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

سورہ نور کا نام بجو سورہ نور رکھا گیا ہے اسکی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت نور کو ایک الکلترین تمثیل و مثال میں بیان فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ آیت استخلاف کو بھی اسی سورہ میں درج فرمایا ہے اور یہ امر بھی برعایت علم ادب کے ضروری ہے کہ بلحاظ لفظ کما کے جسقدر وجوہ متشابہت بین السلسلتین یعنی سلسلہ استخلاف موسوی و محمدی کے پیدا ہوسکیں انکا تسلیم کرنا تفسیر آیت میں بلحاظ اعجاز بلاغت اسپر واجب اور ضروری ماناجاوے پس جب ہم تواریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت موسی اور عیسی کے درمیان فاصلہ تیرہ سو برس کا ہے اور نظر ثانی میں معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ استخلاف بنی اسرائیل کا حضرت عیسی پر ختم ہوگیا تھا اور جب ثالثاً اس صدی موجودہ پر اپنی نظر ڈالتے ہیں تو برای العین دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام علوم جدیدہ طبعیہ و ہندسیہ و فنون ارضیہ و سماویہ ایسی ترقی پر ہیں کہ اس ترقی کی نظیر کسی زمانہ سابق میں کوئی تاریخ پتہ نہیں دیتی اور رابعاً جب نظر کرتے ہیں تو فتن دجالیہ اور مذاہب باطلہ میں ایسا جوش و خروش پیدا ہوا ہے کہ الامان پس ان ہر چہار نظروں کے بعد چاروناچار ہر ایک اہل اسلام دانشمند کی عقل بطور قطع واجب کے یقیناً یہ فیصلہ دیتی ہے کہ بمقابلہ ان تمام علوم ارضیہ اور فنون دجالیہ کے وہ نور نبوت محمدیہ جسکی مثل آیت نور میں مذکور فرمائی گئی ہے اس چودھویں صدی میں ایسا تاباں و درخشاں ہو کہ بلاشبہ ہمیا کہ چودھویں رات کا بدر روشن و تاباں ہوتا ہے کہ تمام دنیا اس سے روشن اور منور ہوجاوے اور وہ پیشین گوئی جسکو مفسرین کبار آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ کُلِّهٖ میں درج فرماتے ہیں مثل آفتاب نصف النہار کے پورے طور پر ثابت ہوجاوے ورنہ مضمون آیت استخلاف مندرجہ سورہ نور اور خود مضمون آیت نور کا اور تسمیہ اس سورہ کا ساتھ نام سورہ نور کے بالکل لغو اور عبث ہوجاویگا و تعالی شانہ عن ذلک علواً کبیرا۔ اب ہم جب خامساً بغور نظر کرتے ہیں تو ایک ایسے مجدد کو اس صدی میں پاتے ہیں جسنے وہ تمام پیشین گوئیاں جو صراحتہً یا اشارۃً جملہ آیات مذکورہ بیان بالا میں مندرج ہیں ان سبکو پورا کردیا ہے اور پورا کررہا ہے اور آیندہ کامل طور پر پورا کریگا اور یہیں وجہ کبھی اسکو مہدی کہا گیا ہے اور کہیں محمد اور کبھی بمقام پر احمد اور کسی جگہ سے آدم نوح ابراہیم وغیرہ وغیرہ اور بہت مناسبتوں کی وجہ سے مسیح ابن مریم اسکا نام رکھا گیا اور اپنے وقت پر بلا تاخیر سلے عتے مبعوث ہوا یعنی آغاز چودہویں صدی میں کیونکہ آیت مذکورہ

استخلاف سے بلحاظ لفظ کما کے ثابت ہے کہ بین السلسلتین جسقدر وجوہ مشابہت پیدا ہوں وہ ضروری الاخذ ہیں پس جسطرح حضرت موسیٰ کے تیرہ سو برس کے بعد حضرت عیسیٰ خاتم الخلفاء بنی اسرائیل مبعوث ہوئے خاتم خلفای محمدی کا بھی بعد تیرہ سو برس کے مبعوث ہونا ضروری ہوا جواب موجود ہے اس آیت استخلاف سے یہ بھی ثابت ہے کہ اسوقت دین اسلام میں جس قسم کا تزلزل واقع ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو دور کر کر ضرور بالضرور دین پسندیدہ اسلام کی تمکین اور استقرار فرماویگا چنانچہ اس صدی میں بسبب کثرت شیوع فتن دجالیہ کے اہل اسلام اور اسلام میں ایسا تزلزل واقع ہوا کہ صدہا مسلمان دین اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہوگئے اس مجدد نے ان تمام فتن دجالیہ صلیبیہ وغیرہ کو پاش پاش کر دیا ہے اور آیت ما قتلوہ وما صلبوہ کا مضمون ہر ایک کو منہ کو ایسا مشاہدہ کرا رہا ہے کہ بعد اس کسر صلیب کے وقعت صلیب پرستی کی اب کسی اہل عقل کے نزدیک باقی نہ رہے گی اور وہی دین پسندیدہ اسلام کا انسانوں کی دلوں میں جاگزین ہوگا اور وہ انوار معارف قرآنی اور حقائق قرآنی کے دنیا میں شائع کر رہا ہے کہ جسکی مقابلہ میں تمام ظلمات مذاہب باطلہ دجاجلہ کے نیست و نابود ہوتے چلے جاتے ہیں ۔

می درخشم چون قمر تابم چو قرص آفتاب — کور چشم آنکہ در انکار ما افتادہ اند

جملہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا اسطرف ناظر ہے کہ اسکی جماعت کے لوگ ان تمام شرکوں سے پاک و صاف ہو جاویں گے جو شرک کہ عوام و خواص میں پھیلا ہوا ہوگا مثلاً حضرت عیسیٰ کی نسبت مولویان مخالفین میں یہ شرک موجود ہے کہ اسکو ایسا حی مانتے ہیں کہ الان کما کان کا مصداق ہے حالانکہ ایسی حیات ایک صفت مختصہ الوہیت ہے اور اسکو محی بھی مانتے ہیں باوجودیکہ صفت احیا مختص بجناب باری تعالیٰ عز اسمہ ہے قال تعالیٰ ربی الذی یحیی ویمیت پھر اسکو اکل و شرب کا محتاج بھی نہیں مانتے حالانکہ کانا یاکلان الطعام اس کے حق میں فرمایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ مضمون اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام شرک جو اہل اسلام میں شائع ہوگئے ہوں گے اسکی بعثت کے زمانہ میں زائل ہو جاویں گے ۔ ہم دفعہ پر ہم ایک خمسہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی کا درج کرتے ہین ۔ جو انھوں نے حضرت اقدس کے اشعار کو تضمین کیا ہے اور وہ یہ ہے ۔

خمسہ

ہو گیا کیا تم کو اے علماء حال — کھو دیا کیوں دل سے خوف ذوالجلال

اور شریعت کو کیا کیوں پائمال — کیوں ملفتیں ہو گو نہیں حق کا خیال

دل میں اٹھتے ہیں میرے سو سو ابال

میںنے سچ سچ کہدیا حق کی قسم — تھا جو قرآن میں لکھا حق کی قسم
ہے یہ قول مصطفےٰ حق کی قسم — ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

پھلگتے پھرتے ہو کیوں تم در بدر — آؤ قرآن پر ذرا ڈالو نظر
دیکھلو تم خوب آنکھیں کھول کر — مارتا ہے اسکو قرآں سربسر
اُسکے مرجانیکی دیتا ہے خبر

کیسے خوش ہوتے ہو جھوٹی بات سے — کیوں لگایا دل کو ان ہفوات سے
رہ سکے کب زندہ تاویلات سے — وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیئس آیات سے

تمکو مالیخولیا ہے یا جنون — شرک کا تمنے کیا قائم ستون
گر مسلماں ہو نہ بولو لام و لون — عہد شد از گردگارِ بیچگون
عوذکن در انہم لا یرجعون

اے مرے پیارو ادھر آؤ ذرا — عقل و ہوش اپنے بجا لاؤ ذرا
گوش دل سے بھائیو سُن لو ذرا — اے عزیزو سوچکر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

حضرت آدم سے لے تا اس زماں — ہوگئے زیر زمیں سب بیگماں
پھر مسیح زندہ رہا کب میریجاں — یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں
چل بسے سب انبیاء و رہستاں

مرگیا جو کوئی پھر آیا نہیں — آ نا تو کیسا نشاں پایا نہیں
کیا رسول حق نے فرمایا نہیں — کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو قرآں نے بھی بتلایا نہیں

موت بیشک لگ رہی ہے سب کے ساتھ — کون ہے جسپر نہ پھیرا اس نے ہاتھ
گو کوئی کیسے ہی کھیلے داؤ گھات — ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

یہ تو حکم حضرت غفار ہے — اور فرمان شہ ابرار ہے
مان لو ان پہ اگر اقرار ہے — کیوں تمھیں انکار پر اصرار ہے
ہو یہ دین یا سیرت کفار ہے

وہ نبی تھا بندۂ اللہ تھا　　دیکھلو کشمیر میں وہ مرچکا
آسماں پر جو کہ اسکو بٹھا　　کیوں بنایا ابن مریم کو خدا
سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا

کیوں کیا اسلام کو تم نے حقیر　　کس لیے منظور کی راہ خطیر
پیٹتے ہو کیوں نصاریٰ کی لکیر　　کیوں بنایا اسکو باشان کبیر
غیب دان و خالق و حی و قدیر

انبیاء و اولیاء و اصدقا　　صالحین و رہنما و مقتدا
ہم امیر و ہم فقیر و بینوا　　مرگئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اسپر قضا

کیا نرالا ہے عقیدہ مرحبا　　مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
مولوی صاحب یہ تم کو ہو گیا　　ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدادانی پہ تیری مرحبا

کیا یہی اسلام کی تائید ہے　　مصطفیٰ کی کیا یہی تحمید ہے
کیا الوہیت کی یہ تفرید ہے　　مولوی صاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

کیا یہی اسلام کا اعزاز تھا　　اور خدائی کا یہی اعجاز تھا
ابن مریم اسمیں کیوں ممتاز تھا　　کیا یہی توحید حق کا راز تھا
جسپہ برسوں سے تمھیں اک ناز تھا

تم نے ایک بندہ کو دی وہ خوبیاں　　واسطے اپنے خدا نے کی بیاں
کیا یہی اسلام و دیں تقویٰ ہے ہاں　　کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں
الاماں ایسے گماں سے الاماں

اور کتابیں لادکر کے دوش پر　　مارنا حق کو سدا پاپوش پر
جوں نہ چلنا ایک کے بھی گوش پر　　ہے تعجب آپ کی اس دوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

لیے چوڑے رکھکے القاب و خطاب　　اور بنکر مقتدائے شیخ و شاب
حقکو باطل سے سدا کرنا خراب　　کیوں نظر آتا نہیں راہ صواب
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

کس سے سیکھا تمنے راہ پر خطا — مومنوں پر جو کرو صبح و مسا
غیبت و بہتان فریب و افترا — کیا یہی تعلیم قرآں ہے بھلا
کچھ تو آخر چاہیے خوف خدا

دعوی توحید یارب الاماں — روز و شب تسبیح ہے ورد زباں
کچھ نہیں معلوم یہ راز نہاں — مومنوں پر کفر کا رکھیں گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

لاؤ تم اثبات پر دے یقیں — ہے سراسر صدق کذب ہمیں نہیں
ہم ہیں بندے خالق جاں آفریں — ہمتو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

جسقدر اللہ کا فرمان ہے — یا کہ حکم شاہ انس و جان ہے
یا مطابق آیت قرآن ہے — سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ میں قربان ہے

جان و مال اپنا کیا سارا فدا — راہ مولی میں بلا روریا
اور تمنا ہے یہی صبح و مسا — دیجیے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہو وہ بھی فدا

آپ ہی بھولے ہو تم راہ صواب — اور ناحق ہو گئے جلکر کباب
کبر و غصہ نے کیا تمکو خراب — جو ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں تمھیں لوگو نہیں خوف عقاب

عالم و درویش و سجادہ نشین — ہے بھرا سب میں نہاد و کبر و کین
منہ میں رحمان دلمیں شیطان لعین — سخت شورے اور فساد اندیشہ میں
رحم کن بر خلق الحیاں آفریں

ہے سراج الحق کی یارب یہ دعا — حسب منشاء امام الاتقیا
یوں نہ چھوڑیگا کوئی راہ خطا — کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھکو سب قدرت ہے اے رب الورا

مگر اب جسقدر لوگ اس جماعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں یہ تمام وجوہ شر کبھی زائل ہوتے چلے جاتے ہیں اور انوار توحید سے اسکی جماعت روشن اور منور ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ وہی نور ہے جو مکاشفہ میں مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو قادیان کیطرف اپنی استغراق کے بعد حسب آسمان سے

اُتر تا ہوا معلوم ہوا تھا پس اس آیت استخلاف سورہ نور نے ثابت کر دیا کہ زمانہ بعثت اس مسیح موعود کا آنحضرت صلعم کے تیرہ سو برس کے بعد ضرور ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ نور نبوت محمدیہ جسکی مثل آیت نور مندرجہ سورہ نور میں فرمائی گئی ہے بذریعہ استخلاف اس مسیح موعود کے چودھویں صدی میں مثل چودھویں رات کے تاباں و درخشاں ہو علاوہ اس تعیین تاریخ بعثت مسیح موعود کے جو لفظ کملت ثابت ہوتی ہے آیات بینات اور شواہد ارضی و سماوی بھی اُس کے دعوی کے ثبوت کے لیے موجود ہیں کہ ابھی چودھویں صدی کے آغاز کو اُسکی بعثت کا زمانہ ثابت کرتے ہیں جیسا کہ کہا ہے

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں این دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

خلاصہ کلام یہ کہ بابو صاحب کو موسی و عیسی رویا میں دکھلاکر استخلاف موسوی کیطرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ سلسلہ استخلاف محمدی کیطرف اپنے ذہن کو منتقل کریں ورنہ رویا انکی محض غلط اور خلاف واقع رہیگی۔ اور مسیح کے وہ معنی جو آپنے قاموس اور منتہی الارب سے لکھے ہیں وہ اسجگہ ہرگز ہرگز درست نہیں ہو سکتے کیونکہ اس مسیح موعود کا صدق دلائل قطعیہ و یقینیہ سے ثابت ہو چکا ہے اور مسیح موعود باتفاق جماہیر اہل اسلام کے کاذب نہیں ہوسکتا کاذب مسیح وہی ہے جو مسیح دجال کر کر مشہور ہے نہ وہ مسیح عیسی جو ابن مریم کر کے مشہور ہے اور چونکہ ص۳۵ نمبر ۴ میں آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ خواب کی اکثر تعبیریں عجیب و غریب ہوتی ہیں آخر تک لہذا گذارش ہے کہ یہ تعبیر جو ہمنے لکھی ہے کچھ ایسی بعید و عجیب بھی نہیں عند العقل بہت قریب ہے اور آپکی تعبیر جو لفظ موسی کی نسبت لکھی ہے اگر تسلیم کی جاوے تو مراد اُس سے یہی ہے کہ وہی عیسی موعود اپنے دشمنوں پر فتح اور ظفر پاویگا اُسکا الہام و ینصرك الله فی المواطن موجود ہے پھر تمام واقعات سالہا سال سے اس بات پر شہادت دے رہے ہیں کہ ہر ایک میدان میں فتح و ظفر اُسی کے حصہ میں آئی ہے علوم منقولی میں جسنے اُسکا مقابلہ کیا فتح و ظفر اُسی کے خدام کے ہاتھ رہی علوم معقول میں تمام اُسکے مخالفین ناکام رہے مقدمات عدالت و فوجداری میں بھی جو اُسپر الزام قتل وغیرہ وغیرہ کے لگائے گئے اسمیں بھی اُسکے مخالفین ہی ذلیل و خوار ہوئے۔ اب آپ اپنے الہاموں کو اُسکی مخالفت میں پیش کر رہے ہیں تو اللہ تعالے بموجب حکم مندرجہ آیت فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله ایاتہ کے متوجہ ہوا ہے کہ تمام آپکے مخالف اور فاسد القاء و نکو منسوخ فرماوے۔

قولہ جیسے مرزا صاحب نے اپنی غلطی سے عیسی مشہور کیا ہے الخ ص۳۶ نمبر ۵۔ **اقول** یہ آپکی سراسر غلطی ہے حضرت اقدس کا ہرگز ہرگز یہ دعوی نہیں کہ میں وہی عیسی بن مریم نبی اسرائیلی ہوں جو فوت ہو چکا ہے افسوس کہ باوجودیکہ آپنے کتابیں حضرت اقدس کی مدت تک مطالعہ کیں ہیں اور پھر بھی آپ دعوی حضرت اقدس میں اور مخالفوں کے اتہام میں کچھ تمیز نہیں کر سکے تمام گلستاں پڑھ کر پھر

اپ کہتے ہیں کہ یہ حکایتیں ہمنے ہنیں پڑہیں یہ کیا لکھا ہے اور دعوی مظہریت حقیقت علیسوی کا اور نیز دعوی بروز محمدی و احمدی اس مسیح موعود کے لیے نہایت ضروری ہے اگر تینوں حقیقتیں اُس کے اندر جلوہ گر نہو ویں تو پھر وزمائے مخالفین پر اتمام حجت اسلام کا اس زمانہ فتن دجالیہ میں کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور لیظہرہ علی الدین کلہ کی پشین گوئی کیونکر پوری ہو سکتی ہے اور عیسائیوں کے خدا کی خدائی کیونکر مٹ سکتی ہے اللہ تعالی جو سب سے زیادہ غیور ہے اُسکی غیرت واسطے اعلاء کلمۃ الاسلام کے تقاضا کر رہی ہے کہ بنا بر اظہار برکات اسلام کے یہ دعاوی جنکے ثبوت کے لیے آسمان و زمین شہادت دیرہے ہیں ضرور کیے جاویں یہ زمانہ اسلام کے واسطے لیظہرہ علی الدین کلہ کا آگیا ہے اور اس قرن میں تعمیل امر الٰہی وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی نہایت ضروری ہے۔

چوں کافرانستم بہ پرستند مسیح را || غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم || عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور صفحہ ۴۶ نمبر ۴ میں خود آپکا اقرار بھی موجود ہے وہو ہذا یہ عام مشاہدہ و معمول ہے کہ جسقدر آقا امیر زادہ اور متبوع عالی شان و ذی رتبہ ہوتا ہے اسی قدر اُسکے خادم و تابع کی عزت و توقیر ہوتی ہے اور وہ توقیر و عزت در اصل اُسی سردار متبوع کی ہے دیکھو صفحہ ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ وغیرہ وغیرہ کو بلکہ بابو صاحب نے صفحہ ۳۱ میں اپنے اقرار سے تمام نزاعوں کا فیصلہ خود کر دیا ہے او فصل، تشریح ثالث میں لفظ نبی اور رسول کے استعمال کی نسبت بھی رفع نزاع کر دیا ہے کہ اگر کسی اُمتی کو بلفظ نبی یا رسول مخاطب کیا گیا ہو تو مراد اُس سے خبر دینے والا اور بھیجا ہوا ہوتا ہے انتہی۔ ہاں مجکو اسمقام پر اسقدر اور کلام ہے کہ جبتک کوئی امام یا مجدد اپنے مقتدا اور متبوع یعنی حضرت خاتم النبیین صلعم کا عکس کامل نہ ہوگا تب تک نور حقیقت محمدیہ کا مانند مثل اُس نور کی جو سورہ نور میں بیان کی گئی ہے تابان و درخشاں نہیں ہو سکتا اور بعنوان استخلاف اُس نور کامل الظہور کا بھی اُس مجدد کے ذریعہ کمال طور پر ہنیں ہو سکتا حالانکہ اس زمانہ میں بمقابل تمام فتن دجالیہ و علوم طبعیہ ہندسیہ و فنون ارضیہ وسماویہ کے اُس نور حقیقت محمدیہ و احمدیہ کا ظہور کامل طور پر ضروری تہا اور یہی سر ہے اُن دعاوی کا جو یہ مسیح موعود بمقابل مخالفین اسلام دنیا میں شائع کر رہا ہے اب میں سخت متحیر ہوں کہ باوجود ان اقراروں کے پھر بابو صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ مدت کی تصدیق کے بعد منکر اور مکذب ہو گئے ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا + خیرہ ام در چشم بندی خدا + اس بیان سے وہ سب خیال بابو صاحب کا رد ہو گیا جو صفحہ ۴۳ نمبر ۷ میں لکھا ہے آگے رہا خصوصیت کے ساتھ دعوی عیسی بن مریم موعود ہونے کا سو وہ اسلیے ہے کہ مخبر صادق نے جو پیشین گوئی اس امت محمدیہ کے لیے نزول عیسی بن مریم کی فرمائی تھی اُسکا پورا ہو جانا ثابت ہوا اور وہ شرک عیسائیوں کا دور ہو جو اس امت محمدیہ میں بہی شایع ہو گیا ہے کہ عیسی بن مریم میں صفت مختصہ الوہیت یعنی حی موجود ہے اور الان

کے مصداق ہیں وغیرہ وغیرہ اور مسیح موعود کی پیشین گوئی کے پورا ہونے میں جو بالفعل اختلاف درپیش ہے وہ رفع ہو لہذا حضور صیت کے ساتھ اسکا ثبوت آیات بینات سے بیان کیا جاتا ہے ورنہ الہام میں تو بنام آدم نوح ابراہیم محمد احمد وغیرہم بھی مخاطب کیا گیا ہے ہم اس سے کب انکار کرتے ہیں اب انصاف سے فرمایئے کہ باوجود اپنے اقراروں کے اور وضوح امر ہذا کے ٹھوکریں اور غلطیاں آپنے کھائیں یا کسی دوسرے نے اور جو عبارت آپ نے مدارج السالکین سے نقل فرمائی ہے اسکی نسبت سابق میں بھی ہم لکھ چکے ہیں اور پھر مکرر عرض کیا جاتا ہے کہ بالضرور ہمکو مسلم ہے کہ نفس الہام حجت شرعی نہیں ہے جبتک اُس کے ساتھ بینات اور شہادات من عند اللہ پیدا نہوں ہاں مسیح موعود کے الہامات کے لیے چونکہ شہادات بھی موجود ہیں لہذا حجت ہیں اور یہی مطلب ہے اُس جملہ کا جو بعد لیظہرہ علی الدین کلہ کے فرمایا گیا ہے کہ وَكَفىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْدًا یعنی اللہ کیطرف سے مسیح موعود کو زمانہ میں شہادات بھی پیدا ہو جاوینگے لہذا اُسکا الہام حجت ہوگا پس عبارت مدارج السالکین کی ہمارے مدعا کے مفید ہے نہ مخالف اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے کہ نہ اس زمانہ میں کوئی ملہم اپنے الہام کی حجیت کا قائل ہے اور نہ کوئی سابقین اولیاء اللہ میں اپنے الہاموں کی حجیت کا قائل ہے اور اسی مسئلہ عدم حجیت الہام کو تمام متکلمین علم کلام میں لکھتے چلے آئے ہیں کیونکہ اُن کے الہاموں کیلیے شہادۃ من عند اللہ موجود نہیں تھی بخلاف مسیح موعود کے کہ اُس کے لیے پیشین گوئی مندرجہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کے ساتھ وکفی باللہ شہیدا بھی فرمایا گیا اور واقعات نے بھی کفی باللہ شہیدا کیلیے شہادت دیدی دیکھو کسوف وخسوف کو تعطیل عشار کو جو بسبب اجرائی ریلوے کے ہوتی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ جو مسک العارف وغیرہ میں درج ہیں واخر دعوانا ان الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ

قولہ سو اسکے جواب میں ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم خاص توجہ اور غور کے لائق ہے صفحہ سطر ۱۵۔ **اقول** بابو صاحب نے مضمون اس الہام کی تصدیق کے لیے چند امور اختراع یا افترا کیے ہیں اول مولوی عبد اللہ صاحب کی توہین و تحقیر کرنا دوسرے سابق تحریروں میں نرمی و ملائمت اور حال کی تحریروں میں علو و بلندی اور کبر اور مولویوں کی نسبت کلمات نہایت سخت و سست کہنا اور پھر الہامات ذیل اس تغیر کے مؤید اور مثبت ہیں فتنزل قدام بعد ثبوتہا۔ قل ہو اللہ احد الخ یہ صریح مرزا صاحب کی تراشیدہ تثلیث مندرجہ توضیح پر خود بدولت کیواسطے ابن اللہ و ابنیت جائز کرینکا رد و جواب معلوم ہوتا ہے کا نوا قوما عالین ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین

اقول اے ناظرین یہ اسباب ہیں جنسے بابو صاحب اور اُن کے رفیق حضرت اقدس پر تغیر کا

الزام لگا کر ایک ثابت شدہ صداقت یعنی مجددیت کے منکر ہو گئے جسکے ثبوت کیلیے صدہا ادلہ یقینیہ موجود ہیں
اور جن امور کو موجبات تغیر قرار دیا ہے اُنمیں سے ایک امر بھی صحیح اور قابل التفات نہیں مولوی عبداللہ صاحب
کی توہین و تحقیر حضرت اقدس کی کسی تحریر و تقریر میں نہیں پائی جاتی ہاں جو مرتبہ اُنکو حاصل نہیں تھا وہ مرتبہ اُنکو
کیونکر دیا جاوے وہ مجدد نہیں تھے مہدی و مسیح موعود نہیں تھے وہ تو آسمانی نہیں تھے جسکا نزول خود
اُنکو مکاشفہ میں آسمان سے قادیان کیطرف ظاہر ہوا اور آپ بھی قائل نہیں کہ یہ مراتب اُنکو حاصل تھے پھر یہ امر
کیونکر موجب تغیر ہو سکتا ہے کیا آپنے مولوی عبداللہ صاحب کی زبانی کبھی فضائل مہدی و مسیح موعود کے نہیں سنے
اور کیا باب فضائل مہدی و مسیح موعود کتاب مشکوۃ المصابیح وغیرہ میں بھی نہیں دیکھا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ
مولوی عبداللہ صاحب ہوں یا دیگر علماء ظواہر یا اولیاء بواطن رو برو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے انکی کیا
حقیقت ہے سابق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مہدی اور مسیح موعود کی نصرت تو تمام علماء ظاہر و باطن پر فرض ہے
اور یہی مقصود ہے بیعت سے کہ بہمہ تن تمام اُمت تائید اسلام اور تجدید دین متین میں اُس مجدد کے ساتھ شامل ہو جاوے
سلمنا کہ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی عیب یا نقص جو واقعی اُنمیں موجود ہو اور اُسکو کسی غرض صحیح سے بیان کیا
گیا ہو تو اس سے کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے تمام اکابر محدثین رجال حدیث اور اُسکے رواۃ کا حسن و قبح
باغراض صحیحہ بیان کرتے چلے آئے ہیں اور فن جرح و تعدیل کا حدیث کے جانچنے اور پرکھنے کے لیے ایک رکن عظیم الشان
ہے اس جرح و تعدیل سے جو امر حق کہ ایک ثابت شدہ صداقت ہو گیا ہے اُسمیں کیونکر تغیر آ سکتا ہے یہی ظنون
فاسدہ کی پیروی کرنا بمقابلہ ایک امر حق ثابت شدہ کے مصداق قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ
ساھون کا ہوتا ہے امر دوم بھی محض افترا ہے حضرت اقدس کا طرز تحریر جو ابتدا میں تھا وہی آجتک جاری
ہے ہاں جبکہ مولوی صاحبان کیطرف سے فتوہای تکفیر جاری کیے گئے یہانتک نوبت پہنچی کہ قتل کے درپے
ہوے ننگ و ناموس پر بھی حملہ کیا گیا طرح طرح سے ایذائیں دی گئیں دجال و کذاب کہا گیا کفار و اشرار سے بدتر
قرار دیا گیا وغیرہ وغیرہ پھر ایسے فساق و فجار کیلیے جو الفاظ لکھے گئے ہیں وہ کیونکر نہ لکھے جاتے اظہار
حق کیلیے اُن کلمات کے لکھنے کی سخت ضرورت تھی قال اللہ تعٰ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم
واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ ایضا ویل لکل ھمزۃ لمزۃ نالذی جمع مالا و عددہ
علی الخصوص مامورین اللہ کیلیے ایسا اظہار حق تو نہایت ضروری ہو جاتا ہے اور داعی الی اللہ کو کسی جگہ ملائمت
برتنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور کسی مقام پر درشتی کی ضرورت آ پڑتی ہے پھر یہ امر موجب تغیر کیونکر ہو سکتا ہے
اب اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ فتزل قدم بعد ثبوتھا کو اگر الہام مانا جاوے تو یہ آپ کیلیے زجر و توبیخ
ہے جیسا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم میں آپکے لیے ایک تنبیہ شدید ہے
اس بیان سے کالشمس فی نصف النہار روشن ہو گیا کہ تغیر جسقدر ہوا وہ آپ ہی کیلیے ہوا ہے لہذا یہ الہام بھی
آپکیلیے تو بجا وارد ہوے ہیں۔ الہام قل ھو اللہ احد۔ الخ اگر آپکو ہوا ہو تو صریح معلوم ہوتا ہے

کہ آپ کی ہدایت کیلیے تنبیہ شدید ہے کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ اس صدی میں مسیح موعود کی بعثت سے یہی غرض ہے
کہ سورہ اخلاص کی تفسیر تمام دنیا میں شائع کی جاوے اور تثلیث نصاریٰ کا ابطال ہووے کوئی اشتہار کوئی رسالہ
کوئی کتاب بلکہ کوئی تقریر اُسکی ایسی نہیں پائی جاتی جسمیں ابطال اتخاذ ولد اور تثلیث نصاریٰ کا موجود نہو اور
ابطال مذہب نصاریٰ کیلیے وہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ تمام عمارت مذہب نصاریٰ کی بیخ وبنیاد سے اکھاڑ دی ہے
کسر صلیب کا ایسا مشاہدہ کرادیا ہے کہ قیامت تک مذہب صلیبی کی کوئی وقعت باقی نرہیگی کانہ صارت خاویۃ
علیٰ عروشہا۔ والحمد للہ پس ایسے مجدد پر یہ اتہام کرنا کہ اپنے واسطے ابنیت کا جواز کیا ہے یا تثلیث کا قول کیا ہے
اُسکا جواب بجز اسکے اور کیا دیا جاوے کہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ہاں
منشر کا نہ تثلیث اور ابنیت کو مردود کر کر جو مراد اصلی اُسکی تھی اُسپر ایک چمکتا ہوا نور ڈالدیا ہے تا کہ ضلالت مذہب نصاریٰ
کی ہر کہ ومہ پر روشن ہو جاوے ؎ رو تو زنگار از رخ خود پاک کن ؛ بعد ازاں آں نور را ادراک کن ؛
افسوس کہ مسلم کشف حقیقت کو آپنے محل اعتراض قرار دیدیا انا للہ وانا الیہ راجعون یہاں پر بعض فقرات رسالہ
توضیح مرام سے نقل کیے جاتے ہیں تا ناظرین کو ثابت ہو کہ بابو صاحب کی اس قسم کی نکتہ چینیاں محض عناد اور تنگ سینے سے
ناشی ہیں فقرۂ اولیٰ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں الخ یہ الفاظ صریح
قرینہ اسبات پر ہیں کہ اسجگہ ہرگز ہرگز توالد اور تناسل جسمانی مراد نہیں ہے بلکہ مشابہت روحانی مراد ہے فقرہ
دوم۔ ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر مجموعی خاصیت رکھی گئی ہے۔ فقرہ ۳ جو اول بندہ کے
دلمیں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے
جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں الخ یہ فقرہ صاف کہہ رہا ہے کہ ان دونوں محبتوں کو مجازاً اور واسطے تفہیم عوام کے
بطور نر اور مادہ کے سمجھنا چاہیے یعنی جسطرح بغیر نر اور مادہ کے پسر پیدا نہیں ہوتا اُسیطرح جبتک کہ دونوں
محبتیں نہ ہوویں کوئی ثمرہ اور نتیجہ بغیر اُن دونوں کے ملنے کے حاصل نہیں ہوتا۔ فقرہ ۴ سو اسد رجہ کے
انسان کی روحانی پیدائیش اُسیوقت سے سمجھی جاتی ہے جبکہ خداتعالےٰ اپنے ارادہ خاص سے اسمیں اسطور کی
محبت پیدا کر دیتا ہے۔ فقرہ ۵۔ اسمرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت سے
بھری ہوئی روح اس انسانی روحکو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسوجہ سے اس محبت
کی بھری ہوئی روحکو خداتعالےٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کیطور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ
روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دلمیں پیدا ہوتی ہے اسلیے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کیلیے بطور ابن
ہے۔ ان فقرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن اور علاقہ ابنیت سے مراد متکلم کی ثمرہ اور نتیجہ ہے لا غیر ذلک
اسقسم کے استعارات کتاب وسنت میں بھی پائے جاتے ہیں قال اللہ تعالےٰ واذکروا اللہ کذکرکم اباءکم
او اشد ذکراً۔ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ العلات امہاتہم شتی
ودینہم واحد رواہ ابو داؤد۔ طبرانی میں ہے الخلق کلہم عیال اللہ واحبہم الیہ انفعہم لعیالہ

دیکھو ان حدیثوں میں کسقدر مجاز اور استعارہ کے الفاظ موجود ہیں۔ فقرہ - ۲۰ - اور یہی پاک تثلیث ہی جو اسقدر جھگڑے کے لیے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقۃ ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھیرا دیا ہے انتہیٰ اب ناظرین ذرہ غور فرمادیں کہ وہ مسئلہ تثلیث کا جسکو تمام جم غفیر نصاریٰ نے تحریف و تغییر کر کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا حضرت اقدس مرزا صاحب نے اُسکی اصل حقیقت کو کیسا منکشف فرما دیا پھر دیکھو ص۲۵ توضیح مرام کو اور یہ سب روحانی مراتب ہیں کہ جو استعارہ کیطور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اسجگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لیگئی ہے ونعوذ باللہ منہ اور اس کشف حقیقت کی ضرورت اسواسطے پڑی ہے کہ چونکہ حضرت اقدس کو واسطے اصلاح قوم نصاریٰ کے ایک خاص نور عنایت فرمایا گیا ہے ص۵ - چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند ۞ پس اس مصلح پر ضروری ہے کہ جو تحریفات اقوال و احوال یا تغیرات عقائد و افعال قوم نصاریٰ میں پائے جاتے ہیں اُنکی اصلی حقیقت اور نفس الامری کیفیت واضح کر کر انکی اصلاح اُسکے ذریعہ سے بخوبی کیجاوے تاکہ وہ قوم حقیقت واقعیہ کو سمجھکر جس ضلالت اور گمراہی میں پڑ گئی ہے اُس سے نجات پاوے اور پورا اتمام حجت ہو جیسا قرآن مجید کا ایک مقصد مقاصد مہمہ سے یہ بھی ہے کہ اہل کتاب نے جو کسی مسئلہ کو تحریف و تبدیل کر کر کچھ کا کچھ کر دیا ہوا اُسکو اپنی اصلی حقیقت پر بیان فرما دیا جاوے اگر ناظرین کو زیادہ تفصیل کیساتھ اس نکتہ چینی کا رد و جواب دیکھنا منظور ہو تو تحذیر المؤمنین کا مطالعہ کریں پس ثابت ہوا کہ ایسی نکتہ چینیوں کا سبب بجز عناد اور تکبر کے اور کچھ نہیں ہے اور آپکے تغیر کی وجہ وہی ہے جو انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین میں مذکور ہے ہاں آپکا یہ ایجاد اور القا بھی شیطانی ہے کہ اُن دعاوی کو جو واسطے اعلاء کلمۃ اللہ اور تائید اسلام کے یا واسطے اظہار برکات دین اسلام کے حضرت اقدس منجانب اللہ کر رہے ہیں اُنکو مبنی بر تعلی یا علو مذموم خیال کیا جاوے کیونکہ اسلام کا غلبہ اور اظہار تمام ادیان باطلہ پر جو اسوقت مراد الٰہی ہے کما قال تعالیٰ لیظہرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شہیداً وہ بجز اظہار شہادۃ اللہ کے جس سے مراد آیات ربانی اور نشانات آسمانی ہیں ممکن نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ مثل دجالیہ ہیں معہذا آپ ان آیات بینات اور نشانات آسمانی سے استکباراً اور عناداً اعراض کرتے ہیں لہذا مدت ہوئی کہ حضرت اقدس نے اس آپکے استکبار اور عناد ہی کی وجہ سے آپ جیسے معاندین و مخالفین سے بحث مباحثہ نہ کرنیکا اشتہار شائع کر دیا ہے جسکو آپنے فرار سمجھ رکھا ہے اور یہ الہام ذیل آپکا اگر تسلیم کیا جاوے حکایتاً عن المسیح الموعود ہی کہ ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین ۔ نہ آپ کیسے جوانروی تکبر و عناد کی آیات الٰہیہ اور نشانات سماویہ سے اعراض کر رہے ہیں اور بمقابلہ کبر و عناد و اعتدا کے یہی سُنت الٰہیہ ہی قال اللہ تعالیٰ ساصرف عن اٰیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل اٰیۃ لا یؤمنوا بہا وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ذلک بانہم کذبوا بایاتنا وکانوا

عنہا غافلین۔ **قولہ** بوقت روانگی قادیان ۲۴ رمئی ۱۸۹۶ء ہفتہ کا الہام انما ھی زجرۃ واحدۃ فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ جو میرے الہامات کو تمام و کمال مرزا صاحب کو سنا دیئے اور پڑھ دیئے پورا ہوا صفحہ ۱۳ **اقول** بیان ماسبق سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہے کہ جسقدر الہامات آپنے قادیان آکر حضرت اقدس کو سنائے اکثر حصہ اُن کا آپکے اوپر بمنزلہ زجرۃ واحدۃ کے ہو گئے پس یہ الہام انما ھی زجرۃ واحدۃ آپ ہی کے اوپر وارد ہوا ہے اور وہ الہام فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ بطور تعلیم آداب خطاب بامسیح موعود آپکو بتایا گیا ہے کہ اس مامور من اللہ کے ساتھ اسطرح پر خطاب کرو کہ فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ کیونکہ تمکو بھی علم ہے کہ مدت سے ہم اُن کیلیے یہ الہام کر چکے ہیں کہ فاضت الرحمۃ علی شفتیک پس ثابت ہوا کہ اس الہام کو بابو صاحب کا اپنے واسطے قرار دینا ایک القائے شیطانی ہے جو مصداق ہے آیت افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ کا۔ ایضاً وکذلک جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غروراً فالحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ۔

قولہ یہ تو انصاف نہیں کہ اپنے واسطے کچھہ اور دوسروں کیواسطے کچھہ کیا یہ عمل ویل للمطففین میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صفحہ ۱۸ **اقول** اے بابو صاحب آپکا تو خود اقرار موجود ہے کہ الہامات خواہ مولوی عبد اللہ صاحب کے ہوں یا آپکے دادا پیر صاحب کے حجت شرعی نہیں ہیں ہاں اگر اُن کیلیے برہان اور دلیل موجود ہو تو حجت بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مدارج السالکین سے آپنے نقل کیا ہے اور ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت اس قرن میں ضروریات دینیہ سے ہے اور اُسکی بعثت کو اس صدی میں تسلیم نہ کرنا کتاب و سنت کی تمام پیشین گوئیوں کو ضائع کر دینا ہے ونعوذ باللہ منہ اور بعثت من اللہ کے معنی یہی ہیں کہ جسقدر ضرورت الہامات کی تجدید اسلام کیلیے ضروری ہو مسیح موعود کو وہ الہام دیے جاویں پس الہامات مہدی و مسیح موعود بسبب قائم ہونے آیات و بینات کے اوپر مہدویت اور مسیحیت اُسکی کے حجت ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ اُسکے الہاموں پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ بھی شاہد ہیں اور آپکا یہ اعتراض کہ الہام اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء میر عباس علی کی نسبت پورا نہوا یہ سر تا پا دلیل ناواقفی کی ہے کہ رحلۃ الہامات سے بوجوہ چند اول آنکہ اس نفس الہام میں عباس علی کا نام و نشان تک نہیں ہے حضرت اقدس نے صرف اپنے خیال اور اجتہاد سے اس الہام کو اُسکے حق میں قرار دیا تھا افسوس ہے کہ آپ الہام اور اجتہاد میں بھی فرق نہیں کر سکے ثانیاً باوجودیکہ آپ صفحہ ۱ نمبر میں یہ اقرار کر چکے ہیں دیکھو نمبر ۲ کو وہ ہو ہذا صلح حدیبیہ کے متعلق پیغمبر صاحب صلعم بموجب القاء و حکم الٰہی جل شانہ و عز برہانہ مکہ شریف کو مسجد الحرام کیطرف بامید عمرہ معہ تیرہ چودہ سو صحابہ کرام کے حسب اختلاف روایات تشریف فرما ہوئے تو اس سال صلح حدیبیہ ہو کر جسکا نام اللہ تعالیٰ نے فتح فرمایا دوسرے سال وہ وعدہ الٰہی پورا ہوا حالانکہ سب کا یہی خیال تھا کہ اسی سال کے لیے یہ حکم و وعدہ خداوندی ہے

اور جلیل القدر صحابہ کو شاق بھی گذرا۔ اس واقعہ میں منام و حکم تو صاف و ظاہر تھا جس پر آنحضرت صلعم
نے تیار ہو کر سفر اختیار فرمایا تھا لیکن میعاد و وقت بعد میں ظاہر ہوئی انتہی بلفظہ۔ ایسے ہی نمبر ۵ میں
آپ نے حدیث فذہب وہلی وغیرہ کو نقل فرما کر اجتہادات آنحضرت صلعم میں وقوع خطا کا اقرار کیا ہے
پھر مہدی اور مسیح کے کسی اجتہاد کے پورا نہ ہونے پر آپکا اعتراض کیسا غیظ و غضب یا عناد و تعصب پر
مبنی ہے کہ اس کے جوش وغیرہ میں تمام اقرارات فراموش کر دیئے خیر مرا یاد و ترا فراموش و لکن المرء
یؤخذ باقرارہ۔ ثالثاً مولوی عبد اللہ صاحب کے الہامات جو مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت تھے وہ جن
بارے میں رد و بدل کے بعد منجانب اللہ مولوی صاحب مرحوم نے بیان فرمائے تھے اگر آپکو ہمارا یقین نہ ہو تو
خود مولوی محمد حسین سے جو آجکل آپکے گاڑھے دوستوں میں سے ہیں بحلف دریافت فرما لیویں اگر مولوی محمد حسین
صاحب بحلف ہمارے بیان کی تصدیق کریں تو فبہا ورنہ ہم اپنے اس اعتراض کو یعنی (نہ پورا ہونا الہامات
مولوی عبد اللہ صاحب کے دربارہ مولوی محمد حسین کے) واپس لیویں گے۔ رابعاً عباس علی صاحب کی نسبت
اسی جگہ پر ازالہ میں الفاظ ذیل دیا ہیں ہمہ سادہ بہت ہیں اسی وجہ سے بعض موسوسین کے وساوس ان کے
دلکو غم میں ڈالدیتے ہیں الخ موجود ہیں جو ان کے عواقب امور پر کسقدر مشعر ہیں خاکسار [illegible] ہے
کہ خود لفظ الہام میں جو ضمیر ہا ہے اصلہا اور فرعہا میں وہ مونث کی ضمیر ہی نہ مذکر کی یہ بھی ایک اشارہ
اور نہایت مستحکم دلیل ہے اس امر کی کہ اس الہام کو حضرت اقدس نے اپنے اجتہاد سے میر عباس علی کی نسبت
قرار دیا تھا نہ الہام کی رو سے اور خطاء اجتہادی کی نسبت جو کچھ اقرار ہی اقرار ہے وہ گذر ہی چکا ہے
فتذکروا یا اولی الابصار پس یہ آپکا سراسر دجل ہے کہ اجتہادات و الہامات کے ساتھ خلط ملط کر کے
وقوع خطاء اجتہادی سے خود الہام کو غلط قرار دیدیتے ہو۔ ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا
خیرہ ام در چشم بندی خدا سادساً خود عباس علی کو جو انکی حالت اعتقاد اور ارادت میں حضرت
اقدس نے خطوط ۱۸۸۴ء میں لکھی تھی انکی عبارت انکی سوء ارادت پر از روی کشف کے دلالت کر رہی ہے چنانچہ
عبارت اس خط کی یہاں پر لکھی جاتی ہے وہی ہذا سنہ ۱۸۸۴ء کہ ایک بات واجب الاظہار ہے اور وہ یہ
ہے کہ وقت ملاقات ایک گفتگو کے اثنا میں بنظر کشفی آپکی حالت ایسی معلوم ہوئی کہ کچھ دل میں انقباض ہے
اور نیز آپکے بعض خیالات جو آپ بعض اشخاص کی نسبت رکھتے تھے حضرت احدیت کی نظر میں درست نہیں
الی قولہ تعجب نہیں کہ آئندہ بھی کوئی ایسا انقباض آپکو پیش آوے۔ علی ہذا القیاس جو مکتوب بنام
عباس علی ۸ جنوری ۱۸۸۴ء میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی الحکم میں طبع ہو چکا ہے
آپکی نظر سے بھی گذرا ہوگا وہو ہذا۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں سے (یعنی منکرین میں سے) ایک شخص
چلا آتا ہے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہیں انتہی بلفظہ ان عبارتوں کے دیکھنے سے جو عباس علی کے
انجام سے متعلق ہیں کیسی صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ عباس علی کے سوء انجام سے حضرت اقدس نے

منعقد دختر برات ہیں پیشین گوئی فرمادی ہے پس جبکہ کشف میں تو خاص کر کر عباس علی کی سوء عاقبت کی پیشین گوئی موجود ہے اور الہام اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء ہیں عباسعلی کا نام تک موجود نہیں پھر اُسپر الہام میں ضمیر مؤنث کی موجود ہے تو وہ الہام بحق عباس علی اجتہادی طور پر ہوا اور نبز عسل مصفیٰ میں لکہا ہے کہ ایک خط حضرت اقدس کا موسومہ عباس علی بعد اُنکی موت کے برامد ہوا جسمیں صاف لکہا ہے کہ میںنے (حضرت اقدس نے) خواب میں دیکھا کہ آپ بیعت کرنیکے بعد بیعت سے روگردان ہو گئے ہیں دیکھو صفحہ ۸۰ نمبر ۳ - پس الہام پر اجتہاد کو ترجیح ہوگی یا الہام کو اجتہاد پر الحاصل اس بیان سے تمام شکوک شبہات شاکین کے زائل اور رفع ہو گئے والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ

قولہ الہام جو اول فرزند ہونیکی نسبت تھا لیکن لڑکی ہوئی تھی الخ صفحہ نمبر ۲ **اقول** چونکہ ہمکو ثابت ہوگیا ہے کہ الہام مسرف کذاب کے مصداق بالضرور آپ ہی ہیں لہذا اب کوئی مہمل جرح آپکی مسموع ہوگی قال اللہ تعالےٰ واذا جاءکم فاسق بنباء فتبینوا آپ اُس اشتہار الہام کو پیش کریں ورنہ لعنتہ اللہ علی الکذبین کی وعید سے خوف کریں - **قولہ** پھر مرزا صاحب کا الہام فرزند کی نسبت جسکو بشیر موعود سمجھکر اُسکی ہر ایک تقریب عقیقہ وغیرہ پر نہایت وثوق سے دھوم دھام کیگئی الی قولہ دعائے جنازہ پڑہی جانیکا محل بنا صفحہ نمبر ۳ **اقول** بابو صاحب اس اشتہار میں کیا یہ نہیں لکہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتک نہیں کھولا ہے کہ آیا یہی موعود ہی یا نہیں - پھر باوجود موجود ہونے اس تصریح کے کیسی بے ایمانی ہی کہ پھر بھی اعتراض کیا جاوے غایت الامر یہی کہ اس لڑکی کے پیدا ہونیکی بھی پیشین گوئی کی تھی اور وہ حسب پیشین گوئی پیدا ہوا اور لڑکی کے پیدا ہونے پر عقیقہ اور خوشی کرنا یا اُس کے اکرام کے لیے مہد بنوانا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے جو تعلیم اسلام میں مؤکد ہے ہاں اس لڑکے فوت شدہ کا موعود ہونا صرف اس اعتبار سے ہوسکتا ہی کہ اسکی تولد کی بھی پیشین گوئی کی گئی تھی لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ خاص موعود لڑکا یہی فوت شدہ تہا اگر آپکی یہی سمجھ ہے تو تمام پیشین گوئیاں انبیا علیہم السلام کی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اکثر پیشین گوئیاں نعوذ باللہ آپکے نزدیک غلط ہو جاوینگی خود دجال کی پیشین گوئی میں آنحضرت کے اجتہاد میں یہ بات تھی کہ خروج اُسکا بہت ہی قریب ہے چنانچہ آپنے فرمایا کہ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرء حجیج نفسہ الخ رواہ مسلم حالانکہ تیرہ سو انیس ۱۳۱۹ برس کا عرصہ گذر گیا لیکن آپکے نزدیک خروج دجال کا ابھی تک نہیں ہوا پھر دوسری حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں لعلہ سیدرکہ بعض من رانی او سمع کلامی رواہ الترمذی و ابوداؤد اور حضرت ابو ہریرہ سے شرح السنہ میں یہ الفاظ حدیث کے بھی موجود ہیں فلم یزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مشفقا انہ ہو الدجال حالانکہ دجال کی پیشین گوئی ایسی ہے کہ انبیا رسابقین بہی اُسکی خبر دیتے رہے اور آنحضرت نے اپنی پیشین گوئیمیں دجال کو بہت ہی قریب الظہور فرمایا یہ پیشین گوئی تو خاص ایک دجال اکبر کے بارہ میں ہے اور دوسری حدیثوں میں

ماسوا اس دجال اکبر کے اور دجالوں کے پیدا ہونیکے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعة
حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین الخ ان تیس دجالونکا وقوع ظہور وخروج کا
عام علما شارحین حدیث مانتے ہیں کہ ہو چکا باوجودیکہ انکا خروج محول بقرب قیامت کیا گیا ہے اور دجال
اکبر جسکو آنحضرت صلعم نے بہت ہی قریب الظہور بلکہ اپنے زمانہ حیات میں خیال فرمایا ہے آپکے نزدیک وہ ابھی تک ظاہر
نہیں ہوا۔ پھر سلمنا حضرت اقدس نے جو لڑکا پیدا ہوا اسکو خاص موعود خیال فرمایا تو الہام میں کیا نقص
وقبح پیدا ہوا باوجودیکہ آپ مدعی الہام ہیں لیکن تاہم اسرار الہام کے کوچہ سے بالکل ناآشنا ہیں اے
بابو صاحب الہامات متعلقہ پیش گوئیوں میں اکثر پہلو ایسے مخفی ہوتے ہیں جنکی حقیقت خود ملہم پر بھی
منکشف نہیں ہوتی حدیث فذہب وہلی کو آپ خود لکھ چکے ہیں پھر میں حیران ہوں کہ باوجود ان تمام
اقراروں کے وہ اعتراضات کیوں کیے جاتے ہیں جنسے حضرت خاتم النبیین صلعم کی پیشنگوئیوں پر بھی حرف آیا
جاتا ہے ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا * خیرہ ام در چشم بندی خدا * اگر کوئی کہے کہ انبیا علیہم
کی پیشینگوئیوں میں بعض پہلوؤں کے مخفی رہنے میں کیا سر وحکمت ہے ۔ جواب۔ وہ یہ ہے کہ انسان کے قوای
دماغیہ وعقلیہ بیکار نہو جاویں اور علوم کسبیہ وفنون اجتہادیہ ضائع نہوں اور تا ہر ایک انسان اپنے
قوای دماغیہ کو استعمال میں لاکر پورا مستحق اجر وثواب کا ہو کیونکہ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ انسان جس قوت کو
استعمال میں نہیں لاتا وہ قوت چند عرصہ میں سست وضعیف بلکہ نیست ونابود ہو جاتی ہے اور نیز
جبتک کہ قوای ظاہری وباطنی کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں استعمال نکیا جاوے تب تک استحقاق اجر وثواب
کا کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہی استعمال قوای دماغیہ کا ایک ذریعہ ہے ترقی مدارج کا سلم العلوم
پر اسواسطے اللہ تعالیٰ نے واسطے جاری رکھنے اس سلسلہ ترقی انسانی کے پیشینگوئیوں میں بھی اور نیز اپنے
پاک کلام میں بھی آیات متشابہات کو نازل فرمایا کما قال اللہ تعالیٰ ھو الذی انزل علیک
الکتاب منه ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات ۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے
تمیز کا درمیان محققین اولوالالباب اور درمیان مبطلین الذین فی قلوبہم زیغ کے کما قال تعالیٰ فاما الذین
فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابہ منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم
تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا وما یذکر
الا اولوا الالباب اور یہی سر ہے کہ مجتہد اپنی خطا پر بھی مستحق ایک ثواب کا ہوتا ہے کیونکہ
اسنے مامور بہ یعنی تدبر کے بجا لانے میں حتی الوسع کوشش کی ہے یعنی جسقدر قوای دماغیہ اسکو عطا
ہوئی تھیں انکو واسطے تدبر کے استعمال کیا ہے جو یہی تدبر مامور بہ ہے پس اس امر کی بجا آوری کے
سبب اسکو ثواب ملتا ہے گو اس کے اجتہاد وسعی میں خطا واقع ہو جاوے اور ایسا ہی ملہمین و مرسلین
مامورین پیشینگوئیوں کے پورا کرنے میں اپنی سعی اور اجتہاد کو مقدور بشری تک خرچ کرتی

تاکہ راسخون فی العلم اور اولو الالباب میں داخل ہوں یاد کرو اُس کوشش کو جو قصہ حدیبیہ میں آنحضرتؐ جو معہ صحابہ کرام کے بجا لائے دیکھو کسقدر سعی اور اجتہاد کیا اور پھر بھی پیشینگوئی کا پورا ہونا دوسرے سال میں قرار پایا پھر اگر حضرت مسیح موعود نے جو علی منہاج النبوۃ مبعوث من اللہ ہوئے ہیں اس فرزند متوفی کی نسبت بھی موعود خاص ہونیکا اجتہاداً احتمال کیا ہو تو الہام میں کیا نقصان لازم آیا اور اب تو ہر چہار فرزند ارجمند حسب پیشین گوئی مندرجہ الہامات موجود ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

فہرست ہر چہار فرزندان حضرت مسیح موعود معہ تاریخ تولد و عمر مرتبہ و محررہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۱ء

نام فرزند	تاریخ تولد	عمر تا تاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۱ء	کیفیت
۱ حضرت محمود احمد سلمہ اللہ الاحد	یوم شنبہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ	۱۲ سال ۹ ماہ ۲۰ یوم	یہ بھی بموجب پیشگوئی کے حسب اشتہار کے پیدا ہوئے جو شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو تریاق
۲ صاحبزادہ بشیر احمد حفظہ اللہ الاحد	۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء	۸ سال ۶ ماہ ۱۱ یوم	انکی نسبت الہام عربی میں شائع ہو چکے ہیں دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶۔
۳ صاحبزادہ شریف احمد صانہ اللہ و اید	۲۴ مئی ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ	۶ سال ۶ ماہ ۸ یوم	انکی پیشینگوئی انوار الاسلام میں موجود ہے۔
۴ صاحبزادہ مبارک احمد بارک اللہ فی عمرہ و مجدہ	۱۴ جون ۱۸۹۹ء مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ	۲ سال ۴ ماہ ۱۸ یوم	عبد الحق غزنوی امرتسری کے مقابل میں انکی پیشینگوئی ہوئی ہے دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ [illegible]

حضرت اقدس کا زیادہ تر خیال چوتھے فرزند کیطرف ہے کہ وہی موعود خاص ہوں لیکن پھر ہم کہتے ہیں کہ ان ہر چہار صاحبزادوں میں سے جسکو اللہ تعالے اپنے فضل خاص سے موعود خاص مقرر فرما دے وہی ہوگا الہاماً ابھی کسیکی تعیین نہیں ہوئی اب ناظرین غور کریں کہ یہ کیسی زبردست پیشینگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئی ہیں والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ آیاتہ۔

قولہ والد مولوی محمد حسین صاحب کی وفات کی نسبت میعاد ایکسال فرمودہ مرزا صاحب بھی بہت طول ہوگئی تھی الخ صفحہ ۱۲ **اقول** ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ وہ اشتہار پیش کرو جسکا یہ مضمون ہے

ورنہ آپ سن چکے ہیں کہ اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ہم ایسے امور میں بامر الٰہی مجبور ہیں بلا سند و بے تحقیق ایسی ہوائی باتیں آپ کی کیونکر قبول کر لیویں۔ **قولہ** سید امیر شاہ صاحب رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونیکی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں جو موجود ہے الی قولہ تحریر فرمایا تھا وکذا وکذا۔ الی قولہ۔ باوجودیکہ رسالدار صاحب نے پانسو روپیہ بھی پیشگی دیدیا انتہی ملخصاً صفحہ ۱۲ (۵)

اقول جو شخص کسی مقرب من اللہ سے صرف اسوجہ سے منحرف ہو جاوے کہ اُسکی کوئی ایک آدھ دعا مستجاب نہیں ہوئی وہ حقیقتاً اسلام سے بیخبر ہے ایسا شخص تو تمام مقربین الٰہی سے بھی کسیوقت منحرف ہو جاویگا کیونکہ تمام دعائیں کسی مقرب من اللہ کی بھی بنظر ظاہر قبول نہیں فرمائی گئیں یعنی دنیا میں ظہور اُن کا نہیں ہوا لفظ بنظر ظاہر اسواسطے لکھا گیا کہ فی الحقیقت تو ہر ایک مومن آدمی کی دعا بشرائط قبول ہوتی ہے کما فی الحدیث الترمذی عن ابی ہریرۃ ما من رجل یدعو بدعاء الا استجیب لہ فاما ان یعجل لہ فی الدنیا واما ان یدخر لہ فی الآخرۃ واما ان یکفر عنہ ذنوبہ بقدر ما دعا ما لم یدع باثم او قطیعۃ رحم او یستعجل یقول دعوت ربی فما استجاب لی رواہ الترمذی اس حدیث سے ثابت ہے کہ دعائیں بشرائط خود تو کل قبول کیجاتی ہیں ہاں مگر بعض کا ظہور تو اسی عالم دنیا میں ہو جاتا ہے اور بعض آخرت کیلیے ذخیرہ ہوتی ہیں اور بعض دعائیں داعی کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور شتاب کاری سے یہ کہنا کہ میںنے دعا کی اور قبول نہ ہوئی یہ شکایت بھی مانع قبولیت دعا کی ہے چنانچہ دوسرے لفظوں میں آیا ہے یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول قد دعوت فلم یستجب لی رواہ البیہقی وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابی ہریرۃ پس بسبب اپنی شتاب کاری کے سید امیر شاہ صاحب یا آپ محروم الاجابت رہی سو اسمیں دعا کا کیا قصور ہے یا اور کوئی مصیبت جو رسالدار صاحب موصوف پر آنیوالی ہوگی وہ دعای حضرت اقدس سے ٹالدی گئی اور جسوقت ایسی شتابکاری آپ لوگوں کی محسوس کی گئی تو بڑی جد کے ساتھہ حضرت اقدس نے ان مبالغ کے واپس کرنے کیلیے سید امیر شاہ صاحب کو تحریر کیا تھا لیکن اُس نے تو واپس نہ لیے ہاں آپ کی طرف سے یہ علو ہمتی عالی ظرفی ظاہر ہوئی کہ جسطرح پیر مولوی محمد حسین عالی ظرف اس معاملہ پر، لکھتا رہا آپنے بھی عصاے موسی میں حسداً و عناداً درج کر کر اُسکی شرکت اختیار کی مگر آپ کہانتک ایسی آگ عناد اور حسد میں جلیں گے یہانتو ہزاروں تک روپیہ آتا ہے اور ایک ایک ماہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دو دو ہزار بلکہ زیادہ بھی خرچ ہوتا چلا جاتا ہے اور آجتک اس آمدنی سے کوئی جاگیر دنیوی نہیں خریدی گئی۔ **قولہ** پھر عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال و فہم ایک ہی پہلو یعنی اُسکی موت کیطرف ہی رہا الخ صفحہ ۱۲ (۶)

اقول ای ناظرین اس اعتراض میں بابو صاحب نے خود ہی ایسے چند الفاظ لکھے ہیں جس سے اُن کا معترض ہونا دلیل سفاہت ہے یا موجب اسکا عناد و تکبر ہے اول لفظ خیال و فہم کا ہے جو ظاہر ہے

اور خود ہی مقر ہیں کہ خیال وفہم میں تو آنحضرتؐ سے بھی خطا واقع ہوگئی ہے۔ دوم لفظ ایک ہی پہلو کا ہے
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیشین گوئی کے دو پہلو بابو صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہیں پس جبکہ دو پہلو
پیشین گوئی کے آپکے نزدیک مسلم ہیں تو پھر اعتراض تو آپکا ہباءً منثوراً ہوگیا معہذا اعتراض کرنا ناشی ہے
آپکے عناد واستکبار سے اور تعجب ہیں جو آپ تحریر کرتے ہیں کہ حافظ نابینا کی خواب تو صحیح نکلی اور
مرزا صاحب کا خیال صحیح نہ نکلا یہ محض غلط ہے کیونکہ اب آتھم کہاں ہے وہ تو حسب ہی بعد اخفاء حق
اندر میعاد سات ماہ کے بموجب الہام شائع شدہ کے مرکر ہاویہ میں داخل ہوگیا پس وہ الہام آتھم کی نسبت
مندرجہ جنگ مقدس تو بموجب آپ ہی کے اقرار کے اپنے دونوں پہلوؤں کے بموجب کمال کے سات ساتھ
پورا اور صادق ہوا چونکہ اسبارہ میں حضرت اقدس نے مبسوط رسائل مثل انجام آتھم وغیرہ کے شائع فرمائے
ہیں لہذا ہم اسبارہ میں انھیں چند حرفوں پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ یہ رسائل ایسے ہیں کہ اگر مخالفین کیسی
ہی جان توڑ کوششیں کریں کسی طرح کی حرف گیری انہیں نہیں کر سکتے وان کان لث ریب فی
ذلك فارجع البصر هل ترى من فطور ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصر خاسئا
و هو حسير فالحمد لله الذى ينسخ ما يلقى الشيطن ثم يحكم الله اياته -

قوله پھر مرزا احمد بیگ کے داماد کی وفات والی میعاد بھی مدت ہوئی گذر گئی ہے جس کے بعد اسکی
منکوحہ مرزا صاحب کی زوجیت میں داخل ہونا تھا الخ صفحہ ۳۴ (۷) **اقول** بابو صاحب آپ اولاً اپنے دماغ کو
مواد ردیہ موجب زکام و عناد کا علاج کیجیے پھر بعدہ اس ریح اللہ کا ادراک تو بنا آپکو خود بخود ہو سکتا ہے

دفع کن از مغز بو از بینی زکام　　تا کہ ریح اللہ آید در مشام

اس بارہ میں بھی چند تحریرات الحکم وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں لیکن مخالفین بسبب اپنی عناد واستکبار کے
نظر اٹھا کر انکی طرف نہیں دیکھتے ہیں باوجودیکہ تحریر ہیں کہ جو لوگ اس پیشین کے پورا ہونیکے مزاحم اور مانع
تھے انمیں سے اکثر حسب پیشین گوئی مر چکے جس سے بقیہ کو خشیت اور رجوع پیدا ہوا اور یہ امر ظاہر ہے
کہ کوئی شخص کو کیسا ہی سخت دل اور قاسی القلب ہو اپنے اعزہ کے مرنے سے ضرور بالضرور کسی نکسی
قدر رقیق القلب ہو ہی جاتا ہے خصوصاً جبکہ موت و فوت کسیکی حسب پیشین گوئی واقع ہو جاوے تو کیونکر
ہو سکتا ہے کہ بقیہ اشخاص مندرجہ پیشین گوئی کے دلوں میں کچھ خوف اپنی موت کا پیدا نہو چنانچہ اندر میعاد
پیشین گوئی سہ سالہ کے احمد بیگ خود بھی فوت ہوگیا اور ایک جوان بیٹا بھی اسکا مر گیا اور دو ہمشیرہ
اسکی جو مانع نکاح تھیں مر گئیں اور بھی طرح طرح کے مصائب اسپر نازل ہوئے تھے اور یہ جملہ امور پیشین
گوئی اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں۔ علاوہ بریں ہمارے پاس بعض تحریرات ان لوگونکی
ایسی موجود ہیں جنسے اُن کا رجوع پایا جاتا ہے جو ایک حالت قلبی موجب تاخیر عذاب ہے اب ہم حقیقت
انذاری پیشگوئیونکی تحریر کرتے ہیں تاکہ ہر ایک وہ دل جسنے اپنی بصیرت قلبی کو زنگار عناد سے پاک و صاف

کرلیا ہے سمجھ لیوے کہ مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت و فوت میں کیوں تاخیر واقع ہوئی ہے۔

رو تو زنگار از رخ خود پاک کن * بعد ازاں آں نور را ادراک کن

اولاً واضح ہو کہ ابتدا سے آجتک اس پیشینگوئی میں جسقدر زور دیا گیا ہے وہ دختر احمد بیگ کی نسبت بالآخر
حضرت اقدس کے نکاح میں آجانیکے بیو زور دیا گیا ہے یعنی مقصود بالذات صرف نکاح ہی ہے اور موت و فوت
خواہ داماد احمد بیگ کا ہو یا کسی مانع نکاح کا ضمناً اور تبعاً ہے یعنی مقصود بالذات نہیں ہے دیکھو اُن
تمام تحریرات کو جو اشتہارہ میں شائع ہو چکی ہیں خواہ شہادۃ القرآن میں ہوں یا کسی دوسری کتاب میں انکو
اسی نکاح محض کو اول اول میں نشان قرار دیا گیا ہے جو تقدیر مبرم ہے اور ہونیوالا انشاء اللہ تعالےٰ اب دیکھو
کسی پیشینگوئی میں نکاح کے لیے نہ کوئی سال معین کیا گیا ہے نہ کسی ماہ کی تعیین ہے نہ کسی تاریخ کی تو پھر
کوئی مخالف کیونکر کہہ سکتا ہے کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی آگے رہا داماد احمد بیگ کی موت واقع
ہونا یا طلاق دینا وغیرہ وغیرہ سو اُسکی نسبت ثانیاً یہ عرض ہے کہ جسقدر وعید کی پیشین گوئیاں انذاری
ہوتی ہیں اُنمیں تاخیر یا خلف وعید کا ظہور اس دلیل ذیل سے جائز بلکہ مستحسن ہے کہ کسی مشتق پر جو حکم
صادر کیا جاتا ہے اُسمیں علت حکم کی مبدا اور ماخذ مشتق کا ہوتی ہے لاغیر یہ مسئلہ تمام اکابر نحویین اور علما
علم معانی اور بیان کو مسلم ہے اور کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا مثلاً اگر کہا جاوے کہ العالم ینبغی ان
یکرم والجاھل ینبغی ان یہان یعنی عالم کے لیے عزت و اکرام کرنا سزاوار ہے اور جاہل کی اہانت
کرنی چاہیے تو یہاں پر بالاتفاق علم ہی علت موجبہ اکرام کی ہے اور اہانت کی علت موجبہ جہل ہو لاغیر پس
اسیطرح پر مکذب کیلیے خواہ کیسی ہی وعید ہو اُس وعید کی علت موجبہ اُسکی تکذیب ہی ہوگی لاغیر یعنی
مکذب کی صرف ذات سے اُس وعید کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ وصف تکذیب ہی علت وعید
ہوتی ہے پس اگر مکذب کسی وجہ سے خواہ وجہ خوف ہو یا امر دیگر اپنی تکذیب سے رجوع کرے تو چونکہ
علت موجبہ اُس وعید کی صرف اُسکی تکذیب ہی تھی اور اب وہ باقی نہ رہی لہذا اُس وعید میں خلف جائز
بلکہ مستحسن ہو گیا اور یہی سر ہے قوم یونس سے عذاب کے ٹلجانے کا اور یہی حکمت ہے اُس نجات کی جو مواضع متعددہ
میں مشرکین کے لیے بعد توبہ اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہے کما قال اللہ تعالےٰ فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ
مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون لیکفروا بما اتیناھم ولیتمتعوا فسوف
یعلمون اور اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو یہ خلف ہی نہیں ہے بلکہ اذا فات الشرط فات المشروط کا سا معاملہ
ہے وبس اور یہی مفہوم ہے آیت ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم وکان اللہ شاکرا
علیما کا ہاں یہ بات مسلم ہے کہ مقدمات عذاب کے پیدا ہونے تک یہ رجوع موجب تاخیر عذاب یا رفع عذاب کا
ہو سکتا ہے لیکن جبکہ بعد ختم ہو جانے مقدمات عذاب کے عذاب ہی آجاوے تو پھر وہ عذاب نہیں ٹلا جاتا
جیسا کہ بعد قیام قیامت یا موت کے کفار اور مشرکین پر بسبب اُن کے کفر و شرک کی جو عذاب وارد ہو جاویگا

وہ پھر نہیں ٹلنے کا اسیطرح جب بعد ختم ہو جانے مقدمات عذاب کے جو عذاب الٰہی دنیا میں آجاتا ہے پھر رجوع مفید نہیں ہو سکتا جیساکہ فرعون کے حق میں اسکا رجوع اسکو مفید نہوا کما قال اللہ تعالیٰ حتے اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل و انا من المسلمین آلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ ای ناظرین سابق ہم لکھہ چکے ہیں کہ بابو صاحب کی مشابہت ڈوبنے میں فرعون کے ساتھہ ہے نہ حضرت موسیٰ کے ساتھہ کیونکہ حضرت موسیٰ کا ڈوبنا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بابو صاحب کو فرعون کے ساتھہ پوری مشابہت ہے کیونکہ ڈوبتے وقت فرعون بھی مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوا تھا اور بابو صاحب بھی روحانی ڈوبے کیوقت حضرت اقدس کی مخالفت میں الہامات سے ایسے سرفراز ہو گئے کہ الہامات کی بارش شروع ہو گئی دیکھو صفحہ ۱۷۔ لفظ ادرکہ اس آیت میں مشعر اس امر کیطرف ہے کہ مقدمات عذاب غرق کے ختم ہو چکے تھے اور ڈباؤ پانی اُس کے سر پر آپہونچا تھا تب فرعون ایمان لایا تھا لہٰذا یہ ایمان اُسکا موجب نجات کا عذاب غرق سے نہ ہوا مگر تو بھی اُسکا بدن نہ روح واسطے عبرت پکڑنے دوسروں کے پانی میں ڈوبے رہنے سے بچایا گیا ہاں یہ امر بھی نصوص قرآنی سے ثابت ہے کہ بسبب رجوع کے ایکوقت میں اگر عذاب ٹل گیا ہو اور پھر مکذب اپنی تکذیب اور اخفاء حق پر اصرار کرے تو پھر بھی اُس عذاب میں وہ پکڑا جاویگا جیساکہ آتھم کے مقدمہ سے ظاہر ہو چکا کیونکہ علت وعید یعنی تکذیب پھر عود کرائے پس اس سب بیان سے یہ مستنبط ہوا کہ اگر احمد بیگ کا داماد اپنی گستاخی اور تکذیب پر اُس مدت تک جو علم الٰہی میں متعین ہے اصرار او اراستادگی کریگا تو پھر وہی وعید موت موجود ہے کما قال تع و ان عدتم عدنا پس تاخیر موت داماد احمد بیگ کا بعد اس بیان کے اہل عقل منصفین پر حل ہو گیا اور بغرض کشف حقائق ایسی پیشین گوئیوں کے یہ تاخیر واقع ہوئی والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ **قولہ** شیخ مہر علیصاحب نہیں ہوشیارپور کا مقدمہ جو آسمانپر حضرت مرزا صاحب نے دائر کیا تھا اُسکا فیصلہ بھی ابتک نامعلوم ہے کوئی معافی طلب خط چھپا ہوا شیخصاحب کا نہیں دیکھا انتہی ملخصاً۔ صفحہ ۲۲ نمبر ۸۔ **اقول** شیخ مہر علیصاحب کیطرف سے درخواست معافی بغیر چھپوانے اشتہار کے اُسی زمانہ میں مشتہر ہو چکی ہے پھر ایسے معاملہ خفیفہ کے اشتہار دینے کے بذریعہ چھاپہ کے کیا ضرورت تھی ایہا الناظرون یہ وہ لغویات ہیں جنکی وجہ سے بابو صاحب ایک صداقت ثابت شدہ اور امر حق کے مکذب ہو گئے ہیں اگر آپ کو نکتہ چینی ہی کرنی منظور تھی تو آپ پر ضرور تھا کہ کوئی اُسکی تحریر دستخطی پیش کرتے کہ میںنے درخواست معافی کی حضرت اقدس سے نہیں کی ہی اگر یہ بھی نہ ہو سکا تھا تو کوئی ایسی تحریر ہی اُسکی پیش کرتے جس سے اُسکا مکذب ہونا حضرت اقدس کی نسبت پایا جاتا یہ بھی کوئی اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپنے اُسکی درخواست معافی کی کیوں نہیں چھپوائی افسوس کہ آپکے اُن اولیا

اور رفقانے بھی ایسی لغویات کے اعراض کے لیے تاکید نہ کی جنپر آپکا ایک بڑا بہروسا تہا صدق اللہ تعالےٰ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔ کہاں عصای موسیٰ اور کجا یہ ضعف وسفاہت صدق اللہ تعالےٰ ان کید الشیطن کان ضعیفا۔ **قولہ** ڈپٹی فتح علی شاہ کی زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کے لیے کہا گیا انکی نسبت مرزا صاحب بہت کچہہ تحریر فرماتے رہے پہر بعد از انتقال مرزا صاحب نے صحت کا حال استفسار فرمایا کذا وکذا صفحہ ۱۴۴ سطر ۹ **اقول** ای بابو صاحب مجہکو اسوقت آپکے اس قول کی تصدیق ہوئی ہے جو صفحہ فصل ۲ میں آپنے تحریر کیا ہے کہ مجہہ میں کسی طرح کی لیاقت نہیں میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا گفتگو مروجہ زمانہ سے بھی ناواقف مزدوری پیشہ وغیرہ وغیرہ پہر آپ کوچہ الہامات ومکاشفات میں گذر کر اس میدان معرکۃ العلما میں کیوں داخل ہوے ان دونوں مقاموں میں داخل ہونا ہرگز ہرگز آپ کو مناسب نہیں تہا۔ چہ اکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی + اول مقام وہ ہے جسکی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار آپ جیسے مزدوری پیشہ کہ ربانی کاموں کے کرنیکی بموجب اقرار خود کبھی فرصت نہیں ملتی پہر آپ اس کوچہ میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرا مقام وہ ہے جسکی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے والذین اوتو العلم درجات اور آپ علوم ظاہریہ سے بھی ناآشنا کا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء پہر تجرد رکات کے درجات آپکو کیونکر مل سکتے ہیں میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نے کوئی اشتہار الہاما دیا تہا کہ ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب کی زوجہ ضرور بالضرور صحت یاب ہوجائیگی اور اس بیماری میں اسکو موت نہیں آویگی اور یہ بات مجہکو اللہ تعالےٰ کیطرف سے الہاما یقیناً اور جزماً معلوم ہوئی ہے۔ کلا وحاشا اگر کوئی ایسا اشتہار ہو تو پیش فرمایئے ورنہ ان اوہام نسائی کو کسی مرد کے روبرو پیش نہ کیجیے اور شک ہو تو دریافت کیجیے کہ آیا ایسے توہمات سے کسی اہل اللہ اور مقرب من اللہ کی ولایت یا مجددیت ثابت شدہ میں کچہہ تغیر آسکتا ہے ہرگز نہیں قرآن مجید میں تو متعدد جگہ اسکا یہ جواب موجود ہے ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسنی السوء ایضاً قال تعالےٰ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو مجہکو اندیشہ ہے کہ ان آیات کو آپکے روبرو پیش کرنے سے کہیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت سے منکر نہ ہوجاویں کیونکہ ان اوہام کا رفع تو وہاں پر بھی موجود نہیں بلکہ قرآن مجید میں آپکے ایسے اوہام کا رد جابجا پایا جاتا ہے ونعوذ باللہ من ہذہ الاوہام۔ **قولہ** گول کمرہ واسطے رہایش انگریزوں مخالفین کے تعمیر ہوا تھا ابتک کوئی مہمان آنکر اسمیں فروکش نہیں ہوا۔ صفحہ ۱۴۴ سطر ۱ **اقول** سلمنا کہ حضرت اقدس نے گول کمرہ اسی لیے تعمیر کیا تہا کہ انگریز مخالفین اسمیں فروکش کیے جاویں گے تو بحکم نیت المومن خیر من عملہ کے اس نیت خیر کا ثواب ضرور حاصل ہوگا گو ابھی تک کوئی انگریز

واسطے ہدایت پانے کے اُسمیں قدر کشش نہوا ہو پھر اسمیں اعتراض کیا ہے اسپارہ میں کوئی الہام
بھی آپنے تحریر نفرمایا اگر پیشین گوئی الہامی میں کچھہ تخلف ہوتا تو اُسمیں نظر کیجاتی افسوس کہ جو
الہامات نسبت صادر و وارد وغیرہ کے مدت سے براہین وغیرہ میں طبع ہو چکے ہیں اور مدت سے
بکمال ظہور پورے ہو رہے ہیں اُنپر آپنے کچھہ بھی التفات نہ کیا مثلاً براہین میں ایک یہ الہام ہے یاتون
من کل فج عمیق اور یہ اُسوقت کا الہام ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے پاس کسی قریب شہر سے بھی
کوئی شخص نہ آتا تھا پھر اب دیکھو کہ یہ الہام کس زور و شور سے پورا ہو رہا ہے دور و دراز شہروں سے
صدہا آدمی آتے جاتے ہیں چند ملکوں کے نام جہاں جہاں سے لوگ ہمارے سامنے نہایت ارادت اور
اعتقاد سے آئے ہیں اور مرید بھی ہوئے ہیں ہم یہاں پر لکھتے ہیں کشمیر۔ کابل۔ خراسان۔ عرب
شام۔ سیام۔ مدرس۔ اڑیسہ۔ بمبئی حیدرآباد۔ اودھ۔ افریقہ ممباسہ غزنی۔ بلخ۔ بخارا۔
خست۔ خلیج فارس۔ بندر عباس۔ مچھلی بندر۔ اور ہند و پنجاب اور سندھ وغیرہ وغیرہ اور براہین
میں یہ الہام درج ہے کہ فحان ان تعان وتعرف بین الناس یہ بھی اُسوقت کا الہام
ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی شخص غیر کسیقدر دور پنجاب کا رہنے والا بھی جانتا نہ تھا یہ الہام
بھی کس زور و شور سے پورا ہو رہا ہے بسیط الارض پر کوئی شہر ایسا نہیں معلوم ہوتا جو وہاں کے اہل علم
حضرت مرزا صاحب کو نہ جانتے ہوں تمام دنیا میں اُن کے علم وفضل کی شہرت ہو رہی ہے اس
قسم کی صدہا پیشین گوئیاں مطبوعہ موجود ہیں جو کامل طور پر پوری ہو رہی ہیں پس جبکہ آپنے ان
پیشین گوئیوں سے جو براہین وغیرہ میں طبع ہو کر درج ہو چکی ہیں اُن کے اقرار سے اپنی آنکھوں کو بند
کرلیا ہے تو پھر اسمیں کسی کا کیا قصور ہے۔ ع آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے *
اسمیں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا * **قولہ** اور درصورت اسطرح امان اُٹھ جانیکے مرزا صاحب
کے دوسرے الہامات منامات و اجتہادات کی صحت وصداقت پر سوائے مرزا صاحب کے مریدین مصدقین
کے دوسروں کے لیے اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ **اقول** لعنۃ اللہ علی الکذبین کسی الہام مین
یا حضرت اقدس کے منام وغیرہ میں ابھی تک آپ کوئی خطا ثابت نہیں کر سکے چنانچہ بیان ماسبق سے
آپ کا ٹھوکریں کھانا اور مُنہ کے بل جا بجا گر پڑنا ثابت ہو چکا پھر حضرت اقدس کے الہامات سے
امان کیونکر اُٹھ سکتی ہے ہاں آپکے الہاموں اور منامات سے خود آپکے اقراروں کے بموجب امان
اُٹھی ہوئی ہے کما مر سابقاً اور حضرت اقدس کے دعاوی پر تو علاوہ الہامات کے زمین اور آسمان
شہادت دے رہے ہیں جیسا کہ سابق بیان ہو چکا پھر اس نور علیٰ نور پر کتاب اللہ وسنت صحیحہ نے کامل
طور پر شہادت دیدی کما مر بیانہ۔ ان سب کے علاوہ کشوف و الہامات علماء ربانیین کی شہادت بھی
موجود ہے سب سے بڑھ کر حافظ محمد یوسف صاحب آپکے رفیق شفیق کی رویا ہے جو سراج یوسفی میں

مفصلاً مذکور ہے اور سوائے حافظ صاحب کے بیس بائیس اور اہل کشوف وصاحب الہامات ہیں جنہوں
نے خاص اپنے الہامات ورویا کے ذریعہ سے تصدیق مہدویت ومسیحیت حضرت اقدس کی ہے
اور اُن کا تذکرہ ہمارے رسائل اور کتابوں میں بہ تفصیل ذکر کیا گیا ہے پس جبکہ آسمان وزمین وکتاب
اللہ وسنت صحیحہ و واقعات وامارات صدق موجودہ کشوف والہامات اہل کشوف وصاحبان الہام
وغیرہ وغیرہ حضرت مرزا صاحب کی مجددیت مہدویت اور مسیحیت پر کامل طور پر شہادت دے رہی
ہیں پھر تو کوئی مسلمان کیونکر جرأت کر سکتا ہے کہ ایسی صداقت ثابت شدہ کی تکذیب کر سکے بابو صاحب
پھر اس فصل میں پانچ واقعات سے حضرت اقدس کی مہدویت اور مسیحیت کی نفی کرتے ہیں۔ اوّل اندھے
حافظ کا تحدی سے اشتہار دینا کہ آتھم اندر میعاد کے نہیں مرے گا اور ایسا ہی واقع ہوا۔ ای بابو صاحب کہاں تک
آپکو سمجھایا جاوے کہ آتھم اگر اندر میعاد کے مرجاتا تو پیشین گوئی اپنے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پوری
نہ ہوتی صفحہ ۱۳۳ میں آپکو اقرار ہے کہ آتھم اس پیشینگوئی سے ایسا خوف زدہ تھا کہ اُسکا مرجانا اغلب تھا
پھر اس اقرار کو لحاظ رکھکر آپ انصاف سے فرماویں کہ اگر اندر میعاد کے اُسکو موت آجاتی تو یہ جملہ الہامی کہ
بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے بالکل ضائع جاتا لیکن اُسی قیوم نے حکمت کاملہ سے اپنی
مخلوق کو اس امر سے متنبہ کرنیکے واسطے کہ اس الہام میں ایک لفظ بھی بیکار اور ضائع ہونیوالا نہیں ہے
میعاد کے بعد بھی کئی ماہ تک زندہ رکھا کیونکہ بسبب سکوت وخوف زدہ ہونیکے اُسنے اپنی رجوع کو ثابت
کردیا تھا آگے رہا خیال حضرت اقدس کا یا جماعت میں سے کسی کا خیال اُسکے موت کے بارہ میں کہ اندر میعاد
کے ہوگی سو یاد کرو قصہ حدیبیہ کو جو تم خود لکھ چکے ہو اور یہ آپکا سرتاپا دجل ہے کہ اندھے حافظ کے
اشتہار کو متحدیانہ قرار دیتے ہو حضرت اقدس کیطرفسے کوئی ایسا الہام اشتہار میں شائع کیا گیا تھا کہ آتھم اندر
میعاد پندرہ ماہ کے ضرور بالضرور فوت ہو جاوے گا حضرت اقدس کیطرفسے صرف یہی اشتہار شائع ہوا ہے
جو جنگ مقدس میں شائع کیا گیا تھا جسمیں دونوں پہلو درج ہیں پھر اندھے حافظ کی تحدی کس کے مقابل
میں ہوئی آپ تو ظلمات عناد میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپکا نفس امارہ کہتا ہے اندھا دھند لکھتے چلے جاتے
ہیں صدق اللہ تعالیٰ ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا وان یروا سبیل الرشد لا
یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا۔ دوئم آپکے رویا کی تعبیر غلط ہے آنحضرت صلعم جو آپکے
پہلو راست میں تشریف فرما ہیں وہی تو مہدی معہود اور مسیح ابن مریم موعود ہیں کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں
کہ حضرت اقدس آنحضرت صلعم کے بروز کامل ہیں اور آنحضرت صلعم ہی کیطرفسے ہر ایک دعوی اور دلیل بیان فرما رہے ہیں

دگر استاد را نامی ندانم کہ خواندم در دبستان محمد

وکما قال الشاعر

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

اور آپ جو کسی شخص سے رویا میں کہہ رہے ہیں کہ مسیح کو بلاؤ اس آپکے بلانے سے مسیح کہاں آئے
اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود موجود ہونے حضرت خاتم النبیین صلعم کے مسیح اسرائیلی آجاتے و نعم ما قیل

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم * عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

افسوس کہ حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا موجود ہونا اور عیسیٰ کا غائب ہونا رویا میں آپکو دکھلا دیا
مگر آپ پھر بھی متنبہ نہ ہوے اور یہ آپ کی بڑی غلطی شیطانی ہے کہ حضرت خاتم النبیینؐ تو آپکے پہلو
راست پر تشریف فرما ہیں اور آپ عیسیٰ اسرائیلی کو طلب کر رہے ہیں حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین
لما وسعهما الا اتباعی کو کسی وقت تو یاد کر لیا کرو۔ ہر چہار طرف سے آپ پر اتمام حجت کیا جاتا ہے اور آپ ہیں
کہ اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور پہلو راست
پر تشریف رکھنا آنحضرتؐ کا اسبات کیطرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ یہ بروز آپکا نہایت درجہ پر صادق
اور راست ہے اور پوشش نہایت سفید و نفیس بھی حضرت اقدس کے بروز ہونیکے اور روشن و نفیس پر
دلیل ہیں اور ساق کی تعبیر یہی ہے کہ یہ زمانہ آخری ہے اور یہ امام بھی زمانہ آخر کا امام الزمان ہے والحمد للہ
الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ تیسرا آپکا الہام مندرجہ انجیل ہے جسکا ترجمہ
آپنے یہ کیا ہے۔ اگر میں چاہوں کہ جبتک میں آؤں وہ یہیں ٹھیرے تو تجھکو کیا یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ جس سے
بابو صاحب استنباط کرتے ہیں کہ مسیح موعود ہمارے خاتمہ پر آویگا ابھی تک نہیں آیا۔ **اقول** اگر فرض
کیا جاوے کہ بابو صاحبکو یہ ورس الہام ہوا ہے تو یہ ورس بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ مسیح موعود
جو دوبارہ آنیوالا تھا وہ آگیا بیان اسکا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا یہ مقولہ بخطاب پطرس ہی جو وسطی اپنی دوبارہ
آنیکے اُنھوں نے اُس سے بیان کیا ہے پس عالم مثال سے بابو صاحبکو تنبیہ کیجاتی ہے کہ اس قرن میں جبکہ نبی
میں یاد کرو اُس مقولہ مسیح کو جو پطرس کو مخاطب کر کر دوبارہ آنیکی نسبت اُنھوں نے کہا تھا چنانچہ وہ بروزی
طور پر آگئے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح خود ایلیا کے دوبارہ آنیکا مسئلہ بروزی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں اگر مسئلہ
بروز کو نہ مانا جاوے تو خود مسیح اسرائیلی کی نبوۃ ثابت نہو گی کیونکہ بموجب ورس پانچ باب چہارم کتاب
ملاکی کے مسیح کے آگے ایلیاہ کا آنا ضروری تھا اور مسیح اسرائیلی نے بڑا ثبوت اپنی نبوۃ کا اسی ورس کو گردانا
تھا اور یوحنا کو بطبیعت و قوۃ ایلیا قرار دیا تھا اسیکو بروز کہتے ہیں پس جبکہ خود نبوۃ مسیح کی بغیر تسلیم مسئلہ بروز کے زمانہ یہود میں ثابت نہیں ہو سکتی ہے تو
مسیح اپنے فیصلہ سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں لہذا اس الہام سے بھی مسیح کا دوبارہ آجانا ثابت ہو گیا
اور تم خود مقر ہو کہ یہ الہام مقولہ مسیح کا ہے اور خاتمہ سے مراد یہی ہے کہ دوبارہ نزول مسیح آخر زمانہ
میں ہو گا چنانچہ باتفاق علماء اسلام یہ زمانہ آخری ہے وھو المدعا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان
ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ **قولہ** چہارم عیسیٰ کا نزول بعد موسیٰ کے جو بابو صاحب ہیں ہونا چاہیئے
اقول یہ خیال آپ کا القاء شیطانی ہے کسی حدیث ضعیف بلکہ موضوع میں بھی نہیں آیا کہ عیسیٰ

موعود بعد موسیٰ کے آوینگے یہ آپکا احداث جدید ہے جسکی بنسبت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد۔ ہاں آنحضرتؐ بہت وجوہ سے مثیل موسیٰ تھے چنانچہ تمام علماء اُمت آنحضرتؐ کو حسب پیشین گوئی کتاب استثنا باب ۱۸ کے مثیل موسیٰ قرار دیتے چلے آئے ہیں کیونکہ اسمیں اختلاف نہیں اور خود قرآن مجید میں اس مماثلت کو بڑی تاکید سے بیان فرمایا گیا ہے کما قال تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا اور جیسے عیسیٰ اسرائیلی حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے تھے اسی طرح پر بلا کم و کاست مسیح محمدی آنحضرتؐ کے بعد چودھویں صدی میں منجانب اللہ مبعوث ہوئے وھو المدعا و بتطابق سلسلۂ خلافۃ المحمدیۃ بسلسلۂ خلافۃ الموسویۃ کالشبر بالشبر۔ بابو صاحب جو علامات و امارات عیسیٰ موعود کے مخبر صادق صلعم نے احادیث صحاح میں ارشاد فرمائی تھی وہ تو سب موجود ہوگئی ہیں مسیح موعود ۔سے موسیٰ کا پہلے آنا کسی کے قول میں بھی نہیں آیا ہے اور مثل موسیٰ بھی وہ کہ جو کسی طرح پر حضرت موسیٰ سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا صرف ایک مماثلت دریا میں ڈوب جانیکی پیدا کی تھی سو وہ بھی غلط نکلی کیونکہ حضرت موسیٰ کا دریا میں ڈوب جانا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا ہاں فرعون کا ڈوب جانا ثابت ہے اور دوسری وجہ شبہ بپاسخاطر بابو صاحب ہمنوا ایک اور پیدا کردی ہے یعنی جیساکہ فرعون ڈوبتے وقت مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوا تھا اسی طرح پر بابو صاحب بھی ڈوبتے وقت ہی مکالمات الٰہیہ سے ممتاز ہوئے ہیں کیونکہ اس سے سابق کوئی الہام یا مکالمہ بابو صاحب نے شائع نہیں کیا تھا پس آپ مثل موسیٰ کیونکر ہو سکتے ہیں بنیوا توجروا۔ اگر مشابہت موسیٰ کے ساتھ منظور ہے تو اس خضر وقت کے شاگرد ہو جاؤ اقل درجہ یہ کہ اعتراض نہ کرو اور عصا موسیٰ کو کسی دریا میں بہا دو ورنہ عصا تو آپ کا اب قائم نہیں رہ سکتا۔ قضای آسمان ست این بہر حالت شود پیدا۔ صفحہ ۲۵ میں بابو صاحب فرماتے ہیں کہ عاجز کا الہام بھی ہے کہ عیسیٰ نتوان گشت بتصدیق خرے چند اس الہام کا ضمیمہ یہ بھی ہے صلوۃ بر اکثر کہ ہمیں ورد بگوید۔ اور بجائے گشت کے ایک قراءت میں گفت بھی آپ تحریر فرماتے ہیں یعنی عیسیٰ نتوان گفت بتصدیق خرے چند

اقول حضور والا یہ تو ثابت ہوگیا کہ آپ نہ موسیٰ ہیں نہ عیسیٰ اور عصاء موسیٰ کے اسقدر صفحات یعنی ۴۶ تک کے مطالعہ سے معلوم ہوگیا کہ آپنے ہر ایک اعتراض میں دجالیت سے کام لیا ہے کہ دجالیت آپکے سر پر سوار معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپکو مسیح ہونیکا بڑا شوق ہے باوجودیکہ کوئی مشابہت ہو یا نہو تب بھی مثل موسیٰ ہونیکا دعویٰ ہے لہٰذا یہ خاکسار ایک حدیث آپکے موعود ہونیکے لیے پیش کیے دیتا ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج الدجال علی حمار اقمر ما بین اذنیہ سبعون باعا رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور اگر آپ فرماوینگے تو خر دجال کے ساتھ وجوہ مشابہت کثرۃ سے پیدا ہو سکتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ میرا ذمہ ہے آپ دلجمعی رکھیں اور چونکہ یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ موتیٰ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے کما قال تعالیٰ قد سبق القو

منی انّھم لا یرجعون لہذا اگر آپ کا الہام بجنسہٖ مسلّم رکھا جاوے تو بھی درست ہے کیونکہ معنی گشتن کے
پھر جلنے اور لوٹنے کے آتے ہیں چنانچہ ملّا روم کہتے ہیں۔ چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت ۔ چوں از و گشتی ہمہ چیز از و گشت
اندرین صورت حماریت آپ ہی کیطرف رہی اور صلواۃ ہماری طرف معنی یہ ہوئے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ
نبی کے دوبارہ آنیکا قائل ہو اور اُسکی تصدیق کرے تو وہ گدھا ہے اُسکی تصدیق سے حضرت عیسیٰ کا
دوبارہ لوٹ کر آنا نہیں ہوسکتا اور چونکہ آپکے الہام میں مختلف قراءتیں آئیں ہیں لہذا ایک تیسری
قرارت بھی ہوسکتی ہے ؎ عیسی کجاست تا بُرد خر گشتہ مرید کاذب تو انگشت زانکار خر خند۔ صلوٰۃ بکس کہ ہمی ہر دو بگویند ۔ فالحمد
للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ ص۴۲ فصل ۱۹ میں بابو صاحب نے دو قول
متناقض جمع کیے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شہادۃ القرآن ص۱۱ کی عبارت ذیل کو دربارہ مولویصاحبان اس
زمانہ کے تسلیم کرتے ہیں بلکہ اُسکو دلیل معقول فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں علما اس اُمت کے یہود کے مشابہ
ہو جاوینگے اور دیانت اور تقوی انہیں سے جاتا رہے گا جھوٹے فتوی اور مکاریاں اور منصوبے اُن کا دین
ہوگا اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہو جاوینگے انتہی اور پھر ص۴۲ میں قریب ہی اُسکے ارشاد فرماتے ہیں کہ فتوی
تو اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا تو مولوی صاحبان کیطرف سے جواب وہی ملتا جواب ملا ہے انتہی
ان دونوں عبارتوں میں کسقدر تناقض ہے بھلا جو مولوی صاحبان اُن اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف
ہوں جنکا اتصاف آپ تسلیم کر چکے ہیں وے بغیر طمع اور لالچ کے خواہ ایک پیاری انگوٹھی کی کیوں نہ ہو ٹھیک
فتوی کیونکر لکھ سکتے ہیں اور جو آپنے خلاف بیانی مستفتی کی لکھی ہے وہ سراسر کذب وافترا ہے کیا ابھی تک بابو
صاحبکو طریقہ استفتا نہیں معلوم کہ فتوی میں تصریح کے ساتھ نہ مستفتی کا نام لیا جاتا ہے اور نہ مورد حکم فتوی کا نام
فتوی میں مذکور ہوتا ہے فقط زید عمرو بکر کے نام سے استفتا کیا جاتا ہے پھر اسمیں کونسی خلاف بیانی واقع
ہوئی بیان کیا جاوے جو طریقہ استفتا کا عرب و عجم میں جاری تھا اور ہے اُسی طریقہ سے وہ فتوی حاصل کیا
گیا۔ اسمیں کیا محذور لازم آیا اور اس شکایت کرنے سے ہی دانشمند تاڑ گئے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر استفتا
میں مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ کا نام صراحت سے لیا جاتا تو بالضرور بعض مولویصاحبان یہ جواب ہرگز نہ دیتے ورنہ پھر
شکایت کیوں ہے کہ نام سائل اور اُس شخص کا جسپر حکم فتوی لگایا گیا ظاہر کیوں نہ کیا مولویصاحبان تو اس سے
کیا غرض تھی جو اشتہار دینے میں بھی یہ شکایت شائع کی گئی اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ در صورت اظہار اسماء
مستفتی و مورد حکم فتوی کے رنگ جواب کا دگرگوں ہو جاتا۔ اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ ہماری طرف سے یہ ایک فعل
تدبیری اور ہوشیاری کا صادر ہوا تو اسمیں کیا محذور شرعی ہے اس قسم کی تدبیر سے حضرت یوسف نے بھی ایک تدبیر
حاصل کیا تھا جو ایک نبی و اہل اللہ تھے کما قال عزّ اسمہ کذالک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی
دین الملک الا ان یشاء اللہ نرفع درجٰت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم فالحمد للہ الذی ینسخ
ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ قولہ ص۴۲ نمبر۲ میں لکھا ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے

کہ بایں دعوی توکل و اقبال علی اللہ بموجب حکم الہام فاصبر حق یاتی اللہ بامرہ کے مرزا صاحبکو ضرور کار بند ہو کر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔ **اقول** اے ناظرین بابو صاحبکو تعلیم اسلام سے کسقدر حجاب ہے کیونکہ یہ اعتراض بابو صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلص صحابہ پر وارد ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جابجا قرآن مجید میں وعدہ نصرت و فتوح آنحضرتؐ کے لیے اور وعید ذلت و تباہی مخالفین و مکذبین کیلیے ارشاد فرمایا ہے کما قال سیہزم الجمع ویولون الدبر وغیرہ وغیرہ معہذا آنحضرتؐ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وعدو وعید کے پورا ہونیکے لیے ایسی جان توڑ کوششیں کی ہیں کہ اپنے اموال اور جانوں کو بیدریغ خرچ کیا ہے اس سعی اور کوشش سے وے تو مدح اور ثنا، الہی کے مورد ہوے کما قال تعالی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اس مضمون کی صدہا آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن بابو صاحب صبر کے معنی وہی سمجھے بیٹھے ہیں جو جبریونکا مذہب ہے حالانکہ اللہ تعالی کے تمام وعدہای فتح و نصرت کی تحصیل میں سعی اور کوشش کرنا اور اسپر ثابت قدم رہنا ہی صبر ہے لاغیر ای بابو صاحب اگر آپکا یہی توکل اور اقبال علی اللہ ہے تو تمام مجاہدات انبیا اور مجاہدات صحابہ کرام کے جنکے لیے اللہ تعالی کیطرف سے وعدہای فتح و نصرت موجود تھے اور اُنکے مخالفوں کیلیے وعیدہای ہلاکت و ذلت بڑی زور و شور سے وارد تھی ضائع جاوینگے کیونکہ آپکے نزدیک یہ تمام کوششیں اور سعی اُنکی ہوتے ہوے وعدہ وعید کے مخالف توکل و اقبال علی اللہ کے ہوگئیں آپکے نزدیک یہ تمام سلسلہ انبیا و محسنین کا نہ متقی رہا اور نہ صابرین میں سے ہوا و نعوذ باللہ من ہذا القول مثل البول ای بابو صاحب جن لوگوں نے آنحضرتؐ کے وقت میں پیشینگوئیوں نصرت اور فتوح کے حاصل کرنے میں سستی اور کاہلی کی ہے انھیں کو تو اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں منافق فرمایا ہے قال اللہ تعالی انکم رضیتم بالقعود اول مرۃ فاقعدوا مع الخالفین ایسے ہی منافق لوگوں کیلیے یہاں تک وعید موجود ہے کہ نماز جنازہ بھی انکی نہ پڑھی جاوے کما قال تعالی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ الآیہ ایضا قال تعالی رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون۔

قولہ لیکن دوسرے دو کس کو فریق ثانی میں سے کیا ذلت پہنچی اور محمد حسین کو اسی میعاد میں چار مربع زمین سرکار سے ملی حسیتم **اقول** آپ تو صرف دو کس زٹلی اور ابو الحسن تبتی ہی کیلیے درخواست ذلت کر رہے ہیں لیکن یہاں پر تو حقیقت یہ لوگ محمد حسین کے شریک یا تابع تھے اُن سبکو یہ ذلت پہنچ چکی کیونکہ متبوع کی ذلت عین توابع کی ذلت ہوتی ہے محمد حسین کو تو دعوی افسری اور مقتدا ہونیکا تھا اور انہیں توابع کی طرف سے وکیل ہو چکا تھا پھر اسکے کیا معنے کہ کسی افسر کی ذلت ہو اور اُس کے توابع ذلیل نہوں یا اُسکے برعکس کسی افسر کی عزت ہو اور اُسکی جماعت کی عزت نہو جاوے ہم میں آپکو اسکا بھی اقرار ہے اور اسیا لکو عام مشاہدہ اور معمولات میں سے قرار دیتے ہو اب میں مختصراً ظاہر کرتا ہوں کہ محمد حسین صاحب پر پیشینگوئی میعادی ۱۳ ماہ کسطرح پوری ہوئی جسکا بیان یہ ہے اولاً ہم قرآن مجید سے اس امر کا فیصلہ

کرنا چاہتے ہیں کہ خدا اور رسول کے نزدیک ذلت وعزت کس چیز کا نام ہے جب عزت وذلت متعین ہوجاویگی
تب باسانی فیصلہ ہوسکتا ہے کہ فریقین میں سے کسکی عزت ہوئی اور کسکی ذلت واضح ہو کہ فقط عزت
دنیاوی جسکو جہلا عزت سمجھتے ہیں اللہ تعالی کے نزدیک وہ عزت نہیں ہوسکتی جبتک کہ دینی عزت اسکے
ساتھ نہو فرمایا اللہ تعالی نے فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنیا وما لہ فی الاخرۃ من خلاق
بلکہ بعض عزت دنیاوی ایسی بھی ہوتی ہے جو موجب ذلت آخرۃ کے ہوجاتی ہے کما قال تعالی واذا قیل لہ اتق
اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المہاد ایضاً قال تعالی بل الذین کفروا فی عزۃ و
شقاق ایضاً قال تعالی یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل وللہ العزۃ
ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون آیات مذکورہ نے اس امر کا تو فیصلہ کردیا کہ جس عزۃ دنیوی
کے ساتھ عزت دینی نہو وہ عزت نہیں ہوسکتی بلکہ ایسی عزت موجب ذلت ہوجاتی ہے جیسا کہ آیات مذکورہ سے یہ امر بھی ایک
ثابت شدہ صداقت ہوگیا اب ہم اون عزتوں کا شمار کرتے ہیں جو میعاد پیشین گوئی ۱۳ ماہ میں فریق ثانی پر وارد
ہوئی ہیں اول یہ امر نظارہ عالم آدمیوں کو معلوم ہے کہ مولوی محمد حسین نے حضرت اقدس کی تکفیر بمواہیر علماء ہندو
پنجاب اس بنا پر کی تھی کہ یہ شخص مہدی معہود کا مکذب ومسیح موعود نبی اسرائیلی کے نزول کا منکر ہے اور خود دعوی
کرتا ہے کہ وہ مہدی و مسیح موعود میں ہی ہوں اور چونکہ گورنمنٹ کو بھی اسبات کا علم تھا کہ مسلمان لوگ ایک
مہدی خونی کے منتظر ہیں لہذا گورنمنٹ میں بھی طرح طرح سے مخبریاں گئیں کہ یہ شخص بدخواہ وباغی گورنمنٹ کا ہے
اور بسبب دعوی مہدویت کے بغاوت کے خیالات دل میں رکھتا ہے جو کسی وقت میں قابو پاکر فساد و بغاوت
کریگا۔ اور اس فتواء تکفیر کا خود آپ سب مسلمانوں کیطرف سے پیشوا اور مقتدا بنا۔ پھر باوجود اس تکفیر اور مسلمانوں
کیطرف سے وکیل ہونیکے خلاف دیگر مولویوں کے پوشیدہ طور پر برائے فریب دہی گورنمنٹ خیرخواہانہ انگریزی میں
ایک رسالہ تالیف کیا جسمیں گورنمنٹ کو یہ جتلایا کہ مہدی کے بارہ میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ بالکل خلاف
احادیث ہے لہذا مہدی کا مسئلہ جو مسلمانوں میں رائج ہے وہ بالکل غلط اور باطل ہے اب فرمایئے کہ ایسی دورنگی
کارروائی کیا عند اللہ موجب عزت ہوسکتی ہے قال اللہ تعالی الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون
المؤمنین ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً پس ایک عزت تو یہ ہوئی کہ جن مسائل کے
انکار کو موجب کفر و زندقہ قرار دیکر دوسرے منکر کی تکفیر کرتا ہے انھیں مسائل کے انکار کا گورنمنٹ میں آپ یہ رسالہ
انگریزی میں تالیف کر کر داسطے حصول منافع حطام دنیوی اور طلب جاہ وعزت کے خود پیش کرتا ہے عزۃ دوم
یہ رسالہ انگریزی اُسکا پکڑا گیا اور اس نفاق کی پردہ دری ایسی ہوئی کہ گورنمنٹ اور ساری علماء قوم کو جبکا
وہ ایڈوکیٹ بنا تھا اس دورنگی کی اطلاع اور خبر ہوگئی تب تو اُسکو اس ذلت سے چھٹکارے کیلیئے کوئی
سبیل نظر نہ آئی اور بڑا حیران و پریشان و حیران ہوا صدق اللہ تعالی مذبذبین بین ذلک لا الی
ھؤلاء ولا الی ھؤلاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ منصفین ذرہ غور کریں کہ جب کسی شخص کی

دو رنگی اور ایسا نفاق ظاہر ہو جاوے تو کسقدر شرمندگی اور ندامت اُسکو لاحق ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی ایسی پردہ دری اور دو رنگی کی حالت میں چار مربع زمین کا تو ذکر ہی کیا ہے اگر بادشاہت بھی ملجاوے تو اُسکا تدارک نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بڑا نفاق ہے کہ جس امر کو خود کوئی شخص قوم کے لحاظ و خاطر سے کفر قرار دیتا ہے اُسی کو واسطے خوشنودی گورنمنٹ عالیہ کے اور حصول جاہ و عزت کے لیے اختیار کرتا ہے بخلاف حضرت اقدس کے کہ جو اُن کا مذہب اور عقیدہ اور دعویٰ ہے وہ مردانہ وار ظاہر و باطن رعایا اور گورنمنٹ میں یکساں ہے اُس کے ظاہر و باطن میں ایک سر مو کا تفاوت نہیں **عزت سوم** علما کی ذلت کے لیے کیا اسقدر امر کافی نہیں ہے کہ جس علم کا اُنکو ایسا دعویٰ ہو کہ اپنے تئیں مولویوں اور علما کا مقتدا خیال کرتے ہوں اُس علم میں ایسی فاش غلطی کریں کہ جو ادنیٰ طالب علم سے اُس علم میں بھی صدور اُس غلطی کا موجب خجالت کا ہو خصوصاً جبکہ ایک مناظرہ اور مباحثہ کا دوران ہو رہا ہو میرے نزدیک کوئی اہل علم اُسکی ذلت ہونے سے انکار نہ کریگا کیونکہ ایسی وقت میں تو یہ ضرور ہے کہ **علماء ربانیین کا رفع درجات ہو کما قال یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجات** اب دیکھو کہ اسی میعاد کے اندر مولوی محمد حسین سے کیسی غلطی فاش واقع ہوئی کہ حضرت اقدس کی الہامی عبارت **التعجب لامری** پر اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے لہٰذا الہام نہیں ہوسکتا کیونکہ تعجب کا صلہ مِن آنا چاہیے نہ لام باوجودیکہ یہ اُنکا اعتراض سرتاپا غلط ثابت ہوا کیا ایسا اعتراض جس سے جہالت محاورات عربا، عرب ہی بلکہ محاورات حدیث سے ناواقفیت ثابت ہوتی ہو علت ذلت ایسی علما کے لیے نہیں ہے جو دعوی مقتدا ہونیکا علمار ہندوستان و پنجاب کیطرف سے کرتے ہوں خصوصاً جبکہ اُسکے اس اعتراض غلط کی شہرت ایک دنیا میں شائع ہو گئی ہو **عزت چہارم** مولوی محمد حسین صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تمام ہندوستان میں دورہ لگا کر حضرت اقدس کی نسبت یہ فتویٰ حاصل کیا تھا کہ یہ شخص دجال ہے کافر ہے بلکہ اکفر ہے کاذب ہے بلکہ کذاب ہے ملحد ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اُس کے اس تمام فتوی پر یوں پانی پھیر اگیا کہ عین کچہری ڈپٹی کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ ضلع میں اس اقرار ذیل پر دستخط کرائے گئے کہ آیندہ ان لفظوں میں سے کوئی لفظ حضرت اقدس کی نسبت تحریراً یا تقریراً استعمال نہ کریگا لیکن حضرت اقدس سے کوئی اقرار یا معاہدہ ایسا نہیں لیا گیا کہ میں اپنے دعوی مہدویت اور مسیح موعود ہونے سے رجوع کرتا ہوں ہاں چونکہ حضرت اقدس خود بخود مدت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہم ایسے معاندین سے مناظرہ اور مباحثہ نہیں کرینگے اور نہ حضرت اقدس نے کسیکی تکفیر کے لیے فتویٰ لکھایا تھا لہٰذا اگر حضرت اقدس نے بھی اس نوٹس پر دستخط کیے تو اسمیں کوئی امر خلاف مراد دعوی کے نہیں ہوا آگے رہی تبلیغ حضرت اقدس کی سو وہ اس زور و شور سے جاری ہو رہی ہے کہ جب سے ابتک ہزاروں اشتہار اور بہت سے رسائل طبع ہو چکے ہیں اور شائع ہو رہے ہیں اور علاوہ ہندوستان کے اور ممالک بعیدہ مصر بغداد عرب وغیرہ میں تبلیغ حق پہنچ جاتی ہے لیکن مولوی محمد حسین کا ایک پرچہ تک بھی شائع نہیں ہوا اور کیونکر ہوتا کہ وہ چار مربع زمین لیکر مصداق **وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ** کے ہو گئے ہیں آگے رہا کسی مخالف مکذب کو کافر کہنا سو کسیوقت میں حضرت اقدس

نے کسیکی تکفیر کا فتوی طیار نہیں کرایا اور ہم کسی مسلمان اہل قبلہ کو کافر کہتے ہی نہیں ہاں کسیکو کافر کہکر کوئی خود بخود
کافر ہوجائے کما جاء فی الحدیث تو پھر ہمارا اُسمیں کیا قصور ہے الحاصل تمھارا سلسلہ تکفیر از طرف حکام قہراً
وجبراً توڑ دیا گیا اور ہمارا پر سلسلہ مہدویت و مسیحیت برابر جاری ہے بلکہ بڑی ترقی پر ہے عزت پنجم یہ ہوئی کہ اشتہارات
جعفر زٹلی و ابوالحسن تبتی جو بمشورہ مولوی محمد حسین صاحب شائع کیے گئے تھے اُنمیں ایسے گندے الفاظ اور گالیاں بعض
جو نہایت درجہ قابل شرم عند المہذبین ہوتی ہیں وہ برملا وعلی رؤس الاشہاد کچہری میں پڑھی گئی جس سے نزدیک
حکام اور عقلا و مہذبین کے ثابت ہوا کہ کاتبان اشتہارات نہایت درجہ سفلہ طبع لوگ ہیں کہ اپنی تحریرات دینیات
میں ایسے گندے الفاظ لکھتے ہیں جو اراذل اور کمینے بھی ایسے الفاظ کے بولنے سے پرہیز کرتے ہیں تو معہذا پھر بھی
مولوی صاحب کی شان مولویت میں اس سے کچھہ نقصان پیدا نہیں ہوا ضرور ہوا قال تعالی وینہی عن
الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون عزت ششم یہ ہوئی کہ الہام میعادی ۱۳ ماہ میں جملہ
تھا کہ ویعض الظالم علی یدیہ یعنی ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا جس سے مراد یہ ہے کہ بسبب روکدینے حاکم مجسٹریٹ
کے تکفیر اور سب وشتم وغیرہ سے اُسکو بڑی ندامت اور شرمندگی لاحق ہوگی کیونکہ یہ روکدینا حاکم کا خلاف
اُسکی مراد اور مخالف مدعا اُسکی قوم کے بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ جو دعوی ایک فریق کا ہو جیسا کہ دعوی مہدویت او
مسیحیت وغیرہ کا ہو وہ تو بحال خود رکھا جاوے اور جو فریق ثانی اسی دعوی کی بنا پر تکفیر وغیرہ کرتا ہو وہ اس تکفیر
سے روکدیا جاوے تو کسقدر ندامت فریق ثانی کو لاحق ہوگی اُسکا اندازہ اُسکا دل ہی خوب کرسکتا ہے پھر اسکے
علاوہ مولوی محمد حسین کی نسبت حضرت اقدس کے الہام کا پورا ہونا کیسی مصیبت پر مصیبت ہے جو عزت ہفتم ہے۔ عزت
ہشتم۔ اشتہار ۱۲ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد ۱۴ ماہ میں جو بھتا لڑکا جسکی نسبت انجام آتھم میں بمقابلہ عبد الحق غزنوی
کے پیشین گوئی کی گئی تھی پیدا ہوا اور اُس کے پیدا ہونے سے یہ عظیم الشان پیشینگوئی پوری ہوئی ہو پیشینگوئی کا
پورا ہونا مولوی محمد حسین اور عبد الحق غزنوی وغیرہ کے واسطے سم قاتل سے بھی زیادہ مضر تھا کیونکہ جس کے
الہاموں کی تکذیب کیجاوے اور بنا تکفیر اوس کے الہام قرار دیے جاویں اور پھر وہ الہام پورے ہوتے جاویں
تو کیا مکفرین کیلیے موجب عزت ہوسکتی ہیں یا ان کے پورے ہونے سے ملہم کی عزت زیادہ ہوگی عزت نہم یہ ہوئی
کہ چار مربع زمین کا لگان اُن کے ذمہ سرکار میں اقل درجہ ہر سال دو مرتبہ ادا کرنا ایسا ضروری ہوگیا جیسا کہ
جزیہ ادا کرنا ذمیوں پر واجب ہوتا ہے اسیواسطے اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں مخبر صادق نے پیشینگوئی فرمائی کر
عن ابی امامۃ ورای سکۃ وشئ من الۃ الحرث فقال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول لا
یدخل ھذا بیت قوم الا ادخل الذل رواہ البخاری شارح طیبی اس حدیث پر لکھتے ہیں ثم اہم
اکثرھم یلزمون بالحقوق السلطانیۃ فی ارض الخراج جملہ زمیندار اور کاشتکار اس بات کو بطور حق
الیقین کے خوب جانتے ہیں کہ کسقدر دھکے کچہریوں میں کھاتے ہیں اور کیسی کیسی ذلتیں انکو بھگتنی پڑتی ہیں

اس بیان سے ہماری یہ غرض نہیں ہے کہ پیشہ کاشتکاری ناجائز ہے بلکہ مقصود میرا اسجگہ پر یہ ہے کہ یہ پیشہ خصوصاً ابتدائی زمینداری کا جو اصل میں ایک بڑا موجب طرح طرح کی ذمہ داریوں کا ہے علما کی شان کے خلاف بلکہ موجب ذلت کا ہے خصوصاً ایسی عالم کیلیے جو بذریعہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے اپنے حوائج کے لیے کافی سرمایہ حاصل کر سکتا تھا اور اپنے تئیں امام علما سمجھتا تھا اب وہ اُسکے عوض میں ایسے شغل ارضی میں گرفتار ہو گیا جو موجب ہے واسطے مصداق ہونے اخلد الی الارض کے اور کیا خوب کہا ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے

کس نیاید بخانہ درویش کہ خراج زمین و باغ بدہ یا بہ تشویش و غصہ راضی شو یا جگر بند پیش زاغ بنہ

اور پھر بڑا فرق ہے درمیان اُس زمینداری کے جو قدیم سے زمین آباد پر کاشتکاری کی جاتی ہے اور درمیان اُس زمینداری کے کہ غیر آباد زمین کسیکو ابتداءً واسطے آباد کرنے کے عطا فرمائی جاوے کہ اُنمیں تو بڑی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور اُنھیں ذمہ داریوں کیوجہ سے اُسکا نام ذمہ واری ہے جو تخفیف بالتصحیف ہوکر زمینداری ہو گیا ہے عزت و ذلت ہم حضرت اقدس کیطرف سے کاغذات میں کوئی کاغذ ایسا نہ تھا اور نہ پیش ہوا جسمیں ایسی گندہ الفاظ گالیوں کے ہوتے جیسا کہ فریق ثانی کے کاغذات میں تھی بلکہ حضرت اقدس کے اشتہار وہی ہیں جنمیں ان گالیوں کے مقابل اللہ تعالی کیطرف رجوع تھا اور اسی کی جناب میں فریاد تھی جیسا کہ مقدس اور اہل اللہ لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے لہذا جملہ حکام کچہری اور رعایا کی نظر میں حضرت اقدس کا تقدس اور تطہر اور رجوع الی اللہ آفتاب نصف النہار کی مانند ظاہر ہوا اور یہ تو ظاہر ہے کہ ظہور تقدس اور تطہر خصم کا جو موجب اعزاز ہے کسقدر ناگوار اور گراں ہوا ہوگا چونکہ ایسا رنج حالات قلبی میں سے ہی اسکو مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ کا دل ہی جانتا ہوگا اور واضح ہو کہ یہاں پر گفتگو عزت اور ذلت علما اور رؤسا میں ہے نہ اراذل چوڑھے چمار وغیرہ میں پس یہ کہنے کی کسیکو گنجایش نہیں ہے کہ کوئی بات ایسی ذلت کی فریق ثانی کے لیے واقع نہیں ہوئی جو اُن کے واسطے موجب ذلت کا ہو وتلک عشرۃ کاملۃ پس جسقدر الہامات اشتہار میعادی ۱۳ ماہ میں تھی وہ سب کامل طور پر پورے ہو گئے۔ اور رسالہ خلاف بیانی کا ہیا ء منثوراً ہونا بھی ناظرین کو عصای موسی کی رو سے معلوم ہو گیا کیونکہ وہ تو اسی عصای کا ایک ادنی جزو ہے اور ہماری یہ کتاب آیات الرحمٰن کُل عصی کا رد و جواب ہے اور نقل اشتہار مرہم عیسی کا برابر جاری رہا دیکھو الحکم وغیرہ کو بابو صاحب کا اُسکی نسبت یہ کہنا کہ حکما بند ہو گیا سراسر کذب اور جھوٹھ ہے نہیں معلوم کہ بابو صاحب کو ایسی جھوٹ بولنے کی باوجود مسلمان ہونیکے کیا ضرورت پڑی اگر کوئی عیسائی ایسا جھوٹھ بولتا تو البتہ اسکو مذہب عیسائی کے پاس و لحاظ کیوجہ سے معذور رکھا جاتا۔ آگے رہا کسی مرید کا مرجانا تو حضرت اقدس نے اشتہار مذکور میں یہ کب دعوی کیا ہے کہ میرے مریدوں میں سے اس میعاد ۱۳ ماہ میں سے کوئی مرید نہیں مریگا یہ نکتہ چینی کیسی سفاہت اور حماقت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو جماعت چالیس یا پچاس ہزار کی ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ ۱۳ ماہ کی میعاد تک کوئی اُنمیں سے نہ مرے انک میت و انہم میتون ایک مسئلہ فیصلہ شدہ ہے اب اس جواب سے کل اقوال سفیہانہ

بابو صاحب کے تا صفحہ ٤٢ مردود ہوگئے * اور فصل ۲۰ صفحہ ٥٥ تک کا جواب لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ میں ہے بس ہے

* حاشیہ: بابو صاحب مثیل موسیٰ تو بنگئے ہیں باوجودیکہ کوئی وجہ شبہ بیان نہیں کی اور جو وجہ شبہ بابو صاحب نے بیان کی ہے وہ بھی حضرت موسیٰ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ حضرت موسیٰ کے ڈوبنے کا کہیں ثبوت نہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ اسوجہ شبہ میں بابو صاحب مثیل موسیٰ ہیں تو پھر بھی بابو صاحب پر یہ غور کرنا لازم تھا کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں ہی ایک بندہ خدا ایسا بھی تھا کہ آتَیْنَاہُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کا مصداق تھا اور حضرت موسیٰ کو اُس کی مریدی اور شاگردی کیلیے حکم الٰہی صادر ہوا تھا پس اگر بابو صاحب خضر وقت کے مرید ہوجاتے افضل درجہ یہ کہ اُس پر اعتراض بیجا کرنے سے ہی باز رہتے تو مشابہت اچھی طرح پیدا ہوجاتی مگر اب تو کچھ بھی مشابہت نہیں ہوسکتی۔ منہ

کیونکہ جملہ مضمون فصل ۲۰ کا مضمون فصل ۱۹ کا نتیجہ تھا اور وہ باطل ہوگیا لہٰذا نتیجہ بھی باطل ہے۔ فصل ۲ کے ایک حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک پس میں جو شریک الہام ہوں میرے بارہ میں بھی دعا قبول نہ ہوگی انتہی ملخصاً۔ ای بابو صاحب آپکو تو اپنے الہاموں میں خود شک و شبہ ہی پھر آپ حضرت اقدس کے الہاموں میں جنکو وہ قطعی اور یقینی منجانب اللہ جانتے ہیں کیونکر شریک ہوسکتے ہیں کیونکہ آپکے الہام تو حسب اقرار آپکے وساوس ہی ہوے اور سورۃ الناس میں اللہ تعالے کے ساتھ وساوس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **قولہ** مولوی نورالدین صاحب نے بھی لکھا ہے کہ آتھم کی پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی صفحہ ٥٦ **اقول** مولوی صاحب ابھی تک اپنے وطن کو چھوڑ کر اور مہاجر ہوکر حضرت اقدس کے پاس قادیان میں بیٹھے ہوے ہیں اُن سے دریافت کرلو کہ پیشین گوئی مذکور پوری ہوئی یا نہیں بغیر دریافت کرنے کے ایسا قول اُنکی طرف منسوب کرنا وعید قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاھُوْنَ میں داخل ہونا ہے **قولہ** مہدی کے انکار سے مرزا صاحب کی عزت اور محمد حسین کی ذلت یہ عجیب معاملہ ہے **اقول** انکار مہدی خیالی سے کوئی ذلت نہیں ہوئی بلکہ نفاق اور دورنگی سے محمد حسین کو ذلت ہوئی ہو **قولہ** محمد حسین تعجب کا صد لفظ من کو موجب قرآن کے کہے تو ذلت اور مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات احادیث اور راویوں میں غلطی کریں تو عزت یہ بھی ایک عجیب معاملہ ہے **اقول** ای بابو صاحب کاپی نویس کی غلطی حضرت مرزا صاحب کیطرف کیونکر منسوب ہوسکتی ہے یا وہ غلطی جو سہواً اُن سے صادر ہو کہ خواص بشریہ سے ہے کیونکر معرض اعتراض ہوسکتی ہے دیکھو بہت لوگوں نے قرآن مجید کو بڑے اہتمام سے چھپوا کر اشتہار دیے ہیں کہ اسمیں کوئی غلطی نہیں ہی جو شخص اسمیں کسیطرح کی غلطی نکالے اسکو اسقدر انعام ملیگا معہذا ان قرآن مجید و نہیں بھی اغلاط بر آمد ہوئی ہیں غلطیاں محل اعتراض نہیں ہوسکتیں بلکہ جو غلطی ایک جہد اور اصرار و عزم کیساتھ یا جہالت کے باعث واقع ہو وہ محل اعتراض ہے لا غیر قال اللہ تعالیٰ فنسی ولم نجد له عزما * یہ ایک ایسی دلیل ہے کہ دونوں قسم کی غلطیوں کو ایک مد میں قرار دیتے ہو و شتان بینہما۔ اور کیا آپ اور محمد حسین کا یہ اعتقاد ہے کہ جو محاورات اور صلات قرآن مجید میں وارد نہیں ہوے اور احادیث میں ہیں بموجب

* دعا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا الایۃ اس امت کے لئے قبول ہوچکی ہے۔

محاورات عرب عرباء کے وارد ہوئے ہیں وہ سب غلط ہیں اگر یہ اعتقاد نہیں تو پھر اعتراض کیا ہوا اور محل تحقیر میں کیوں بیان کیا گیا اور یہ بات تو بعد تنبیہ کے اب بنائی گئی ہے کہ محمد حسین نے صرف یہ کہا تھا کہ قرآن مجید میں عجب کا صلہ لام نہیں آتا۔ مگر میں اس بناوٹ پر بھی یہ کہتا ہوں کہ اس قول سے محمد حسین کا کیا مطلب تھا مدعا تو اسکا یہی تھا کہ اتعجب لامری میں چونکہ صلہ لام کا غلط ہے لہذا وہ الہام نہیں ہو سکتا اس مراد میں تو وہ ناکام ہی رہا۔

قولہ اس حدیث میں جو نزول ملائکہ ہے مرزا صاحب اس کے قائل نہیں صلا **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہاں ہیڈ کوارٹر کی نسبت یہ گذارش ہے کہ خود آفتاب ہی کو دیکھو کہ اسکی ضیا تمام عالم میں منتشر ہوتی ہے معہذا آفتاب اپنے مدار پر قائم ہے اگر اسیطرح جبرئیل کا جو مقام ہے وہ اسی جگہ پر ہے اور قوت جبرئیلی تمام عالم میں حسب ارادہ الٰہی اپنا کام کرے تو کونسا استبعاد عقلی لازم آتا ہے اور جو دلائل حضرت اقدس نے اس مسئلہ پر بیان فرمائی ہیں ان کے ادلہ ایسے مضبوط اور مستحکم ہیں کہ آجتک کسی مخالف سے اُن کا نقض نہیں ہو سکا **قولہ** محمد حسین کے دستخط کرنے سے اس اقرار پر تو اسکی ذلت ہو اور مرزا صاحب کی عزت ہو ویسی ہی دستخط سے یہ بھی عجیب معاملہ ہے صلا **اقول** حضرت اقدس نے کسیکی تکفیر وغیرہ کا فتویٰ شرعی آجتک طیار نہیں کیا لیکن محمد حسین نے اپنے زعم واعتقاد کے بموجب فتوی شرعی تالیف کیا جسکی طیاری کیلیے تمام ہندوستان میں پھرا اور جان توڑ کوششیں کیں کیونکہ یہ اسکا مذہب مقرر ہو چکا تھا پس روبرو گورمنٹ کے اس اپنے مذہب کے ترک پر دستخط کرنا بالضرور موجب ذلت ہے لیکن چونکہ حضرت اقدس کا مذہب ہی نہیں کہ مسلمانوں کو کافر وغیرہ کہا جاوے پھر اُن کے واسطے اس دستخط سے کیا حرج ہاں جو انکا مذہب اور دعوی ہے کہ میں ہی مسیح و مہدی موعود ہوں اُسپر حکام کیطرف سے کوئی تعرض نہیں ہوا فالفرق بینہما ظاہر۔ **قولہ** جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں کہاں ٹوٹیں صلا **اقول** جعفر زٹلی وغیرہ کس شمار میں ہیں جب ان کے مقتدا و پیشرو کی قلمیں ٹوٹ گیئں پھر اگر انھوں نے گورمنٹ کی خیانت سے کچھ سب وشتم اور گندے الفاظ لکھے تو آپ خوب جانتے ہیں کہ حضرت اقدس کو ایسے لوگوں کی کیا پروا ہے مثل مشہور ہے ؎ مہ فشاند نور و سگ عو عو کند ٭ ہر کسے بر خلقت خود می تند ٭ الحکم نے اگرچہ کچھ زجراً لکھا ہو تو یہ اسکا فرض منصب تھا اور حضرت اقدس کو تو صرف مولوی محمد حسین کیوجہ سے انکی طرف توجہ بالعرض و بالتبع مخفی نہ بالاستقلال **قولہ** مرزا صاحب کی لعنتیں اور گالیاں جو دنیا بھر میں شائع ہوں تو وہ موجب عزت لیکن اگر دوسرے کی خلاف تہذیب تحریر تو موجب ذلت صلا **اقول** حضرت اقدس کی کسی تحریر میں گالیاں ہرگز نہیں پائی جاتی وہی الفاظ ہیں جو کتاب وسنتہ میں مکذبین پر بولے گئے ہیں اور پھر اسپر علاوہ یہ کہ وہ سب جواباً ہیں نہ ابتداءً والبادی اظلم علی البادی مسئلہ مسلمہ ہے پس کجا حضرت اقدس کے وہ الفاظ جو کتاب وسنتہ میں بھی وارد ہو چکے ہیں اور پھر بطور ذب و دفع کے ہیں اور کجا جعفر زٹلی وغیرہ کے فحش الفاظ اور منکرات گالیاں جو خدا و رسول کے کلام میں کسی کے لیے وارد نہیں ہوئی ٭ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ٭ اور اگر فرض کیا جاوے کہ مولوی محمد حسین کی کوئی تحریر عدالت میں پیش نہیں ہوئی تو اُنسے معاہدہ پر دستخط کیوں کرائے گئے

جب ہی تو حکام نے اپنی فراست حاکمانہ سے یقین کر لیا کہ بانی مبانی ایسے گندہ الفاظ کے مولوی صاحب ہی ہیں بالخیر
اور یہ تو اور بھی زیادہ تر موجب ذلت ہی کہ باوجود نہ پیش ہونے کاغذات محررہ مولوی محمد حسین کے ان سے
بھی اُن کے مذہب کے ترک کے لیے دستخط کرائے جاویں **قولہ** مرزا صاحب اقرار نامہ کو لفظ انگریزی
نوٹس کہیں تو عزت مولوی محمد حسین صاحب بری کو ڈسچارج کہیں تو ذلت۔ **اقول** این گل دیگر شگفت
ای بابو صاحب آپ مولوی محمد حسین کا مطلب بھی نہیں سمجھے اور حضرت اقدس کی تحقیقات بھی آپ کے
خیال میں نہیں آئی اب سمجھیو کہ محمد حسین تو یہ کہتا ہے کہ حضرت اقدس ڈسچارج تو ہوئے ہیں یعنی رہا مطلب یہ
کہ مجرم تو قرار پا چکے تھے مگر بلحاظ بعض وجوہ کے رہا کیے گئے لیکن بری نہیں ہوئے وہ بری کو ڈسچارج
کے معنی میں نہیں کہتا اگر وہ بری کو ہم معنی و مترادف ڈسچارج کے سمجھتا تو ہمکو اُس سے اس بارہ میں کچھ بھی
بحث نہ تھی ہی تو اُسکی غلطی ہے کہ ڈسچارج کو بمعنی بری کے نہیں سمجھتا اور یہی ہمارا اُسپر اعتراض ہے
آگے رہا اقرارنامہ کو نوٹس کہنا جو آپ غلط جنتے ہیں سو یہ آپکے فہم کا قصور ہے کیونکہ معنی نوٹس کے
انگریزی میں اطلاع اور خبر دینے کے ہے جبکہ حاکم اپنے حکم سے کسیکو اطلاع وخبر دیتا ہے تو وہ نوٹس ہوا
یا کچھ اور ہوا پھر جبکہ محکوم اُس حکم پر واسطے تعمیل کے دستخط کر دیوے تو البتہ اُس ایک اعتبار سے وہ اقرارنامہ
بھی ہوا لیکن نوٹس ہونے سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے اندرینصورت اُسکا نوٹس کہنا غلط تھا لیکن ڈسچارج
کو بمعنی بری کے نہ کہنا صاف غلطی ہے کیونکہ بری عربی میں اُسکو کہتے ہیں کہ اُسکی نسبت ابتدا سے ہی جرم
کا ثبوت نہ ہو اور بالکل پاک وصاف ہو گویا وہ اپنی اصلی حالت فطرۃ پر رہی ہے اور اسیکو برات اصلیہ عرب میں
کہتے ہیں کتب لغات میں موجود ہے البراءۃ السلامۃ من الذنب والعیب وغیرهما والتخلص
من الشبہۃ۔ ایسے ہی انگریزی میں برات کو ڈسچارج کہتے ہیں دیکھو قانون ضابطہ فوجداری وغیرہ کو
پھر دیکھو واقعات کو کہ حضرت اقدس کی برات اصلی پر کیسی شہادت دے رہے ہیں اُنکی عمر بھر میں کوئی
مخالف ایسا امر پیش نہیں کر سکتا جو خلاف ہو برات اصلیہ کے وھو المدعا۔ **قولہ** مرزا صاحب کے
گھر اگر فرزند کا پیدا ہونا سبب عزت مرزا صاحب کا اور موجب ذلت مخالفین کا ہے تو اسی قاعدہ کے بموجب
مخالفین کے گھر دو تین فرزندوں کا پیدا ہونا اُنکی عزت کا سبب اور مرزا صاحب کی ذلت کا باعث ہو۔
اقول لاحول ولا قوۃ الا باللہ صدق اللہ تعالیٰ لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی
فی الصدور۔ ای بابو صاحب کون کہتا ہے کہ صرف کسی لڑکے کا تولد ہونا موجب عزت کا ہی ہے یہاں تو گفتگو الہام
کے پورا ہونے میں ہے یعنی ہر لڑکے کی ولادت سے وہ پیشین گوئی عظیم الشان پوری ہوئی جو بمقابلہ عبد الحق
غزنوی انجام آتھم کے ضمیمہ کے صفحہ ۵۸ میں کی گئی تھی ہاں اس لڑکے کی ولادت اندر میعاد ۱۳ ماہ مندرجہ
اشتہار کے نور علی نور ہو گئی۔ پھر کیونکر موجب عزت حضرت کا اور باعث ذلت مخالفین کا نہ ہو مثلاً
آپکو بھی مدت ہوئی کہ الہام ہوا تھا کہ آپکے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا برعکس اُسکے لڑکی پیدا ہوئی تو الہام کا

غلط ہونا ثابت ہوا جو موجب ذلت کا ہی اور وہ لڑکی جبتک زندہ رہے گی باعث آپکی ذلت کا اُن لوگونکے
روبرو ہوگی جنکو آپ کا یہ الہام معلوم ہے ۔ اور مثلاً عبدالحق غزنوی نے بھی ایک اشتہار میں شائع کیا تھا
کہ زوجہ ثانی سے جو اُسکی بھاوج ہے بعد مرجانے اُسکے بھائی کے اُسکے نکاح میں آئی تھی میرے ایک لڑکا پیدا
ہوگا مگر وہ حمل عنت ریود ہوگیا یا تو شاید اُسکو مرض رجا کا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے عبدالحق کو بمقابلہ حضرت اقدس کے
کاذب کرنیکے لیے واسطے ذلت دینے کے حسب الحکم یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب کے وہ حمل بالکل
عنت ریود کر دیا اور کوئی بچہ اُسکے یہاں پیدا نہیں ہوا تو چونکہ بمقابلہ حضرت اقدس کے اُس نے یہ اشتہار
شائع کیا تھا جو مصداق اُسکا واقع نہ ہوا لہذا بالضرور اُسکی ذلت کا موجب ہوا خلاصہ یہ ہے کہ گفتگو پورا ہونے
پیشین گوئی میں ہے نہ فقط لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے میں کیونکہ اولاد تو جملہ اقوام اہل اسلام وغیر اہل اسلام
میں پیدا ہوتی ہی ہے ۔ **قولہ** مرزا صاحب کے لیے رجوع دنیا کا موجب عزت ہو اور محمد حسین یا اور کوئی
قرآن مجید ہی حفظ کرے یا ورد وظائف درود شریف وغیرہ کے سبب عزلت میں رہے تو وہ ذلیل ہو الخ
اقول ۔ تمکو ہم ہر چند سمجھاتے رہے ؎ راہ حق ہر چند بتلاتے رہے ؎ پر نہ اسکا کچھ اثر تم پر ہوا ؎
گرچہ اسکا شور و غل گھر گھر ہوا ؎ اے بابو صاحب صدق پیشین گوئی ملہم کی موجب عزت ہوتی ہی لاغیر
حتی کہ اگر کوئی پیشین گوئی ایسی ہی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع
ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ
قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون تو ایسی پیشین گوئی کا صدق بھی موجب عزت ہوگا اور اگر کوئی پیشین
گوئی اس قسم کی ہو کہ وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقہون اور وہ پوری
ہو تو بھی سبب عزت کا ہے اور یہاں تو گفتگو اس پیشین گوئی کے صدق میں ہے کہ یاتون من کل فج عمیق
ویاتیک من کل فج عمیق سو یہ پیشین گوئیاں جو مدت سے براہین میں درج ہو چکی ہیں وہ بڑی اکمل طور پر
پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور اگر اموال دنیاوی کا رجوع بھی حسب پیشین گوئی ہو تو نعم المال الصالح
للرجل الصالح موجود ہے جو نور علی نور ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج
لعبادہ والطیبات من الرزق ملا ور وم کہتا ہے ؎ مال را گر بہر دین باشی حمول ؎ نعم مال صالح
گفتش رسول ؎ آگے رہا مولوی محمد حسین کا حفظ قرآن سو اول تو اسکا ثبوت کیا ہے محض دعویٰ ہی دعویٰ
ہے جبتک کہ اول قرآن سے آخر تک حفاظ قرآن مجید کو نہ سنا دیوے تھا نیا حافظ قرآن مجید کہ ہر ایک
بستی میں صدہا موجود ہیں یا صرف الفاظ پرستی کے طور پر قرآن مجید کے حفظ کر لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے جبتک
کہ اُسکے احکام مندرجہ کی بموجب عمل نہ ہو دیکھو ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا
ورف ایک حکم ہے کیا اُس کے یاد کرنیکا یہی ثمرہ ہے کہ ایک مؤید دین اسلام کی تکفیر بڑی سعی اور
کوشش سے کیجاوے یہ احادیث ذیل آپنے نہیں سُنیں جنکا خلاصہ یہ ہے رجل قرأ القرآن فاتی بہ

فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال قرءت فيك القرآن قال كذبت ولكنك قرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القى فى النار رواه مسلم بطوله وفى حديث طويل اوليس هذه اليهود والنصارى يقرؤن التوراة والانجيل لا يعملون بشئ مما فيهما رواه احمد وغیرہ پس جبتک کہ قرآن مجید پر عمل نہو حفظ قرآن سے کیا فائدہ ہے ثالثًا اس زمانہ فتن مذاہب باطلہ میں حفظ قرآن مجید کے لیے واسطے بیان تفسیری کے علمائے ربانین کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ مخالفین اسلام جو قرآن مجید اور تعلیم اسلام پر حملہ کر رہے ہیں انکا دفعیہ اسی بیان تفسیری قرآن مجید سے کیا جاوے کیونکہ حفظ الفاظ قرآن مجید کے لیے تو لکھوکھا حفاظ دنیا میں موجود ہیں قال الله تعالٰی لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه چونکہ آیت میں لفظ "ثم" ہے جو تراخی کے واسطے آتا ہے لہذا مراد الٰہی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ایک زمانہ تو جمع قرآن کا ہے اور دوسرا زمانہ بیان قرآن کا ہے اور بوجہ کامل وہ زمانہ بیان تفسیری کا ہی ہے کیونکہ تمام اہل مذاہب باطلہ دین اسلام اور قرآن مجید پر طرح طرح سے حملہ کر رہے ہیں پس جبتک کہ وہ بیان تفسیری قرآن مجید کا اس زمانہ میں نکیا جاوے جس سے تمام مخالفین کے حملوں کا دفاع نہو تب تک پیشین گوئی ثم ان علينا بيانه صادق نہیں ہو سکتی اب فرمایئے کہ مولوی صاحب نے اس ضرورۃ بیان تفسیری قرآن کو کہاں تک ادا کیا مخالفین اسلام میں سے کونسے فرقہ باطلہ کا افحام واسکات کر کر اعلاء کلمہ اسلام کی ضرورت کو پورا کیا ہاں حضرت اقدس کی نسبت آپکا بھی ابتک اقرار ہے کہ بہمہ تن اس ضرورۃ کے پورا کرنے کیلیے جان توڑ کوشش فرما رہے ہیں اور بذریعہ رسائل اور ہزاروں اشتہاروں کے تبلیغ اسلام اور ذب و دفع مخالفین اسلام کا اسی قرآن مجید سے فرما رہے ہیں اور تبلیغ اسلام تمام ممالک بعیدہ دنیا میں پہنچ چکی ہے اور جلسہ مذاہب لاہور میں تو آپنے بھی دیکھا ہو گا کہ مولوی صاحب نے بجز اس کے کہ چند آیات قرآن مجید اندھے حافظوں کیطرح پڑھدیں اور کیا حق بیان قرآن ادا کیا بخلاف حضرت اقدس کے کہ انکی طرف سے وہ بیان قرآن کیا گیا کہ تمام گردنیں مخالفین و مفتین اسلام کی اسکے آگے جھک گئیں اور ليظهره على الدين كله کا جلوہ ایک عالم پر چمک گیا اور نظارہ ثم ان علينا بيانه کا حاضرین کے روبرو جلوہ گر ہو گیا دیکھو حضرت اقدس کے مضمون جلسہ اعظم مذاہب لاہور کو۔ رابعًا قرآن مجید کے پڑھنے والوں میں سے ایک دجال بھی تھا نکلیگا فى المسند الامام احمد عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سيخرج اناس من قبل المشرق يقرؤن القرآن لا يجاوز حلوقهم او تراقيهم كلما خرج منهم قرن قطع حتى يخرج فى بقيتهم الدجال اس حدیث اور دیگر حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجال قرآن مجید وغیرہ بھی پڑھتا ہو گا بلکہ قرآن مجید پادری لوگ بھی پڑھا کرتے ہیں پھر فرمایئے تو سہی کہ صرف قرآن مجید کے پڑھنے سے جبتک اپنے اعمال واخلاق قرآن مجید کے مطابق کر کر اسکا بیان تفسیری نکیا جاوے

کہ جس سے ہر ایک مخالف اسلام کا جواب کافی و شافی اُسی سے دیا جاوے تب تک ثم ان علینا بیانہ کا ظہور کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کام اُن علما کا ہے جو مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ہیں نہ اُن علما کا کام ہے جو برائے نام قرآن مجید کو پڑھ کر اخلد الی الارض کے مصداق ہو جاویں۔

قولہ پھر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی پوراہونیکو وقت خلقت کے رجوع ہونے میں کامیابی اور اب رجوع ہونے میں۔ انتہی ملخصاً **اقول** ۔ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ؛ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست قرآن مجید کے مقاصد مہمہ سے ایک مقصد عظیم الشان یہ بھی ہے کہ اہل ایمان و اسلام کے اخلاص و عرفان کی تمحیص کرے تا کہ و لیبتلی اللہ ما فی صدورکم و لیمحص ما فی قلوبکم کا نظارہ ہر کو مہ پر جلوہ گر ہو جائے اور خبیث و طیب باہم متمیز ہو جائے وقال اللہ تعالٰے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب پس اس مقصد کے اصول کے لیے ماموربن اللہ کے نشانوں میں سے بعض نشان نظری بھی واقع ہوتے ہیں تا کہ یہ تمیز اور تمحیص واقع ہوتی رہے۔ یہ تمیز اور تمحیص جس کا نتیجہ عدم رجوع ہے اپنے محل اور موقع پر ضروری ہوتی ہے اور اُسکو وقت وہ ہوتا ہے جو پیشین گوئی یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے پوری ہوتی ہے اُسوقت رجوع اور دخول ہر ایک کا ہوگا اسلام میں واسطے صدق پیشین گوئی کے مذکورہ ہے دونوں حالتیں اپنے اپنے موقعہ پر ٹھیک اور درست ہے ہوتی ہیں کیونکہ صدق الہام ہر دو حالت میں موجب عزت ملہم کا ہوتا ہے پس آپکا اعتراض ہباءً منثوراً ہو گیا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** لطف یہ کہ مرزا صاحب پشتوں آبا اجداد سے حارث زمیندار تو عزت والے ہوں اور مولوی محمد حسین زمین ملنے پر ذلت والو نہیں ہوں۔ **اقول** اے بابو صاحب ان دونو میں بڑا تفاوت ہی مگر وہ تفاوت اہل بصیرت کو نظر آتا ہے نہ بے بصیرت کو دیکھو سہ ہر دو صورت گر بہم ماند رواست ؛ آب تلخ و آب شیریں را صفاست ؛ جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم ؛ شہد نا خوردہ کجا دانی زموم ؛ ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب ؛ زاں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب ؛ آں خورد گردد پلیدی زو جدا ؛ واں خورد گردد ہمہ نور خدا ؛ آں خورد زاید ہمہ بخل و حسد ؛ واں خورد گردد ہمہ نور احد ؛ اور ایک فرق بین تو خود آپ ہی نے بیان فرما دیا یعنی محمد حسین کو جو زمین ملی ہی وہ ان کے مکان سے مسافت بعیدہ سیکڑوں میلوں پر واقع ہے اور حضرت مرزا صاحب کی اراضی اُن کی مکانوں کے متصل ہے و بینہما بون بعید پھر حضرت مرزا صاحب کی اراضی قدیم سے آباد اور مزروعہ چلی آتی ہے جس کے آباد کرنے میں کوئی تردد اور فکر لاحق نہیں ہوتا اور محمد حسین کی اراضی غیر مزروعہ و غیر آباد پھر ان دونوں صورتوں میں مولویصاحب کو کسقدر پریشانیاں لاحق ہونگی ؛ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا پھر حضرت مرزا صاحب کو سوائے اعلاء کلمۃ الاسلام کے کبھی بھی کوئی خیال اپنی اراضی کا نہیں آتا مولوی

محمد حسین سیکڑوں میلوں پر وطن سے جلا وطن ہو کر ہمہ وقت اُسی فکر میں مبتلا ؎ چہ خیر دیتلا خیز دچو میرد
بتلا میرد دوشتان بینہما پھر شغل اشاعت السنہ کا متروک ہو گیا حضرت اقدس کا شغل اعلاء کلمۃ الاسلام
ہر روز روز افزوں فالفرق بینہما ظاہر پس یہ تمام آپ کا قیاس اول من قاس ابلیس کا قیاس ہے
جو قیاس مع الفارق ہے فالحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ **قولہ ص۵۶**
مرزا صاحب ہر ایک ضرورت وامر میں اشتہارات شائع کر کر چندہ وروپیہ بطور خیرات وصول کرتے رہتے
ہیں تو بھی معزز وعزت والے ہوں اور مولوی محمد حسین کا اگر کسی ریاست سے بھی وظیفہ مقرر ہو تو اُس کی
ذلت ہو سبحان اللہ انتہی ملخصاً۔ **اقول** یہ جسقدر نکتہ چینیاں آپ کر رہے ہیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر پہونچتی ہیں جس کے سبب آپکے ایمان پر بڑا ضرر واقع ہوتا ہے ؎ حملہ بر خود می کنی ای سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد ؎ آپ پر وہی مثل صادق آتی ہے جو شیخ شیرازی نے بوستاں میں لکھی ہے۔

یکی بر سر شاخ وبن می برید ؎ خداوند بستاں نگہ کرد و دید ؎ بگفتا گر ایں مرد بد می کند ؎ نہ با من کہ با نفس خود می کند

اے بابو صاحب جو امام ہوتا ہے اُسکو تائید اسلام کے لیے صدہا حاجتیں بلکہ ہزارہا ضرورتیں واقع ہوتی
رہتی ہیں اور اسی لیے اُسپر واجب ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان سے جو اُسکی جماعت میں ہے بموجب اُس کی
استعداد اور توفیق کے چندہ وصول کر کر اسلام کی ضرورتوں میں خرچ کرے چونکہ آنحضرت صلعم امام اکمل تھے
لہذا آنحضرت صلعم کو تو ایسے چندوں کی بہت ہی ضرورت پڑتی رہتی تھی بلکہ اموال زکوٰۃ کا لینا بھی تعلیم اسلام
نے امام ہی کے ذمہ میں گردانا ہے دیکھو حضرت ابو بکر صدیق امام اول نے اُن لوگوں سے مقاتلہ کیا جنھوں نے
ادائے زکوٰۃ سے بیت المال میں انکار کیا تھا ؎ دیکھو وہ مناظرہ جو ما بین حضرت صدیق اور حضرت عمر کے
واقع ہوا ہے جو صحیح بخاری میں بصفحہ ۱۸۸ مذکور ہے پس جو امام مصلح امت علی منہاج النبوۃ ہوگا اُسکو
بھی ضرور بالضرور واسطے تائید اسلام کے مالی ضرورتیں واقع ہونگی پھر دیکھو کہ آپکے صحابہ کرام اکثر غربا اور
بڑے ضعفا تھے اسی واسطے حدیث متفق علیہ میں وارد ہوا ہے کہ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم
انفق مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ پھر اور حدیث میں وارد ہے ما نفعنی مال احد
قط ما نفعنی مال ابی بکر صحابہ کرام کے یہ فضائل جب ہی تو ہیں کہ ساعت عسرت میں باوجود غربت
اور افلاس ہونے کے حسب الحکم رسول کریم صلعم کے اپنے اموال حسب حیثیت وتوفیق واخلاص انھوں نے خرچ کیے
اور رسول کریم نے بطور چندہ کے اُن سے طلب فرمائے حتی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت راشدہ
میں اُن لوگوں سے جہاد کیا جنھوں نے بیت المال میں ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا تھا کما مر اب اس کے
اوپر سنو قال اللہ تعالی خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم بہا وتزکیہم بہا وصل علیہم ان
صلوتک سکن لہم واللہ سمیع علیم آپ تو تعلیم اسلام اور احکام قرآن مجید سے یا تو بالکل بیخبر
ہیں یا جو ایسے وساوس بجا بید اکرتے ہیں اور اُن کا جواب شافی وکافی خود قرآن مجید میں ہی بطور مسئلہ

جزئی کے تحمل آتا ہے یا عناداً و استکباراً ایسی نکتہ چینیاں کیجاتی ہیں جنکو خود قرآن مجید رد فرمارہا ہے اور اگر محمد حسین نہایت ذلت اور خواری اُٹھا کر کسی ریاست سے کچھ حاصل کرے تو فرمایئے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر کا مصداق ہوا یا کیا کیونکہ حضرت اقدس تو کسی امیر کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ تمام رؤسا اُن کے ہی دروازہ پر حاضر ہونا اپنا بڑا فخر سمجھتے ہیں بخلاف مولوی محمد حسین کے کہ وہ امیروں کے دروازہ پر بڑی بڑی پریشانیاں اُٹھا کر حاضر ہوتا ہے سچ کہا ہے شیخ شیراز نے۔ ؎

در میر و وزیر سلطان را بے وسیلت مگرد پیرامن
سگ و درباں چو یافتند غریب ایں گریباں گرفت و آں دامن

پس کجا محمد حسین کا در بدر پھرنا اور کجا حضرت اقدس کے یہاں بطور نذر اور تحفہ یا ہدیہ کے کسی رئیس کا کچھ پیش کرنا اور وہ بھی واسطے تائید اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **قولہ ۵۵** پیشین گوئیوں کی تاثیر و تکلیف و صداقت خود مرزا صاحب ہی کو محسوس ہوتی ہے جنکی دھمکانیکے لیے اُنکی اشاعت کیجاتی ہے اُنکو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا انتہی ملخصاً **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا آتھم کی پیشین گوئی معہ اپنے دونوں پہلوؤں کے پوری نہیں ہوئی لماھر سابقاً کیا پنڈت دیانند سرستی کی موت کی خبر جو تین ماہ پہلے دی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵۔ اور کیا پنڈت* لیکھرام کی پیشین گوئی ہیبت ناک پوری نہیں ہوئی ؎ کرامت گرچہ بے نام و نشان است ؛ بیا بنگر ز غلمان محمد اور کیا وہ پیشین گوئی جو حسین کامی سفیر رومی سلطنت کے لیے کی گئی تھی جو اشتہار ۲۴ مئی ۹۷ء اور نیز ۲۵ جون ۹۷ء میں مشتہر کی گئی ہے پوری نہیں ہوئی اور کیا وہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی جو ۱۲ مارچ ۹۷ء میں سرسید احمد خاں صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی۔ کی موت کی نسبت کی گئی تھی جو ہزاروں الناس کو معلوم ہو چکی ہے بلکہ سرسید کی نسبت دو پیشین گوئیاں کی تھیں ایک تو یہی تھی اور دوسری پیشین گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی جو ایک نقصان عظیم الشان مالی کے واقع ہونے کے بارہ میں تھی جو وہ بھی پوری ہوئی غرضیکہ علاوہ مبشرات کی پیشین گوئیوں کے جو صدہا ہیں انذار کی پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہیں جو واقع ہو گئی اور یہ کہنا کہ ایسی انذاری اور دھمکی کی پیشین گوئیوں سے اُن لوگونکو کوئی ہم اور غم یا فکر لاحق نہیں ہوا جنکے لیے کی گئیں تھیں بلکہ تمام افکار جو اُن کے انتظار وقوع کے لیے واقع ہوئی حضرت اقدس مرزا صاحب ہی کو اُٹھانے پڑے کسقدر کذب و افترا ہے اے ناظرین جبکہ یہ انذاری پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہو گئیں تو پھر ایسی اغوبات بکنے سے کیا فائدہ اور اگر کوئی کہے کہ فی الحقیقت قبل از وقوع تو کچھ خوف اور فکر ان لوگونکو ہوا جنکے حق میں وہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں تو یہ اعتراض حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی انذاری پیشین گوئیوں پر بھی وارد ہوتا ہے کہ ابولہب و ابوجہل وغیرہ مکذبین کی نسبت جو انذاری پیشین گوئیاں مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھیں اُنکو بھی بحکم **وامھلھم** رویدا کے کچھ غم اور فکر تا وقت وقوع پیشین گوئی وارد نہ ہوا تھا اے حضرت پیشین گوئی انذاری میں یہ امر کیا ضروری

* نوٹ اس پیشگوئی کے پوری ہونیکی تصدیق میں ہزاروں اُن لوگونکی دستخط و مہریں ہیں جو ہماری جماعت میں نہیں اور نیز اول دستخط ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب کی جو بابو صاحب کے خاص رفیق اور اول درجہ کے گہرے دوست ہیں آپ اُن سے دریافت کیجیے کہ حضرت اقدس کو اپنی پیشگوئیوں کے اثر محسوس ہوتے ہیں یا اور ونکو۔ ہمارے پاس ڈپٹی صاحب کے خاص قلم کے دستخط موجود ہیں۔ سراج الحق نعمانی

کہ وقت پیشین گوئی سے ہی منذر کو ترس وخوف یا فکر و غم لاحق ہو جاوے پس یہ اعتراض آپ کا بالکل باطل ہے کیونکہ آنحضرتؐ کی انذاری پیشین گوئیوں پر وارد ہوتا ہے ونعوذ باللہ منہا۔ والحمد للہ الذی ینسخ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** صہ آپ ہر پیشگوئی کو عظیم الشان ہی لکھتے ہیں آلخ
اقول جو پیشین گوئی خواہ ادنی ہو یا اعلیٰ جبکہ اُس مقام عظمت ذات عظیم الشان سے ہی جسکی شان ہے بیدہٖ ملکوت کل شیٔ تو پھر وہ عظیم الشان ہو نگی یا حقیر الشان ہاں آپ جو اپنے الہاموں یا پیشین گوئیوں کو عظیم الشان نہیں سمجھتے تو اُسکی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ منجانب اللہ نہیں ہیں پھر وہ عظیم الشان کیونکر ہو سکتی ہیں جیسے ہی تو آپ نے الہام قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کو القاء شیطانی سمجھا تھا اور غلبہ شیطانی سے قرار دیا تھا جسپر توبہ واستغفار کرتے رہے گو بالآخر یہ خیال آپ کا باقی نہ رہا ہو مگر اولا تو غلبہ شیطانی سے ہی اُسکو قرار دیا تھا ای بابو صاحب فی الحقیقت یہ آپکا خیال بھی صحیح ہے کیونکہ وحی اور الہام کے ثبوت پر جبتک آیات بینات اور شواہد منجانب اللہ صادر نہ ہوں تب تک وہ الہامات وساوس شیطانی سے پاک نہیں ہو سکتے ہیں جسکے دفع کے لیے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اول ہر قرأت قرآن مجید ہی اور آخر قرآن مجید میں قل اعوذ برب الناس میں تعوذ کیا گیا ہے اسواسطے کہ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم وارد ہوا ہے بخلاف حضرت اقدس کے الہاموں کے کہ اُن کے ثبوت کے لیے ہر چہار طرف سے آیات الٰہیہ ارضیہ وسماویہ وکتاب اللہ وسنۃ صحیحہ موجود ہیں کما مر سابقاً **قولہ** صہ اگر مرزا صاحب اقرارنامہ پر دستخط کرنے سے اپنی عقائد مندرجہ کو کالعدم خیال کریں تو فتوی بھی نہیں رہے گا ورنہ جبتک وہ عقائد موجود ہیں تب تک وہ فتوی بھی موجود وقائم رہے گا۔ **اقول** اے بابو صاحب آپکو پہلے سمجھایا گیا ہے کہ حضرت اقدس نے اپنے دعوی مہدویت اور مسیحیت کے ترک پر کب دستخط کیے ہیں اور کس حاکم نے اس دعوی کے ترک کا حضرت اقدس سے اقرار کرایا ہے۔ بخلاف محمد حسین کے کہ اُسکا تو مذہب یہی تھا کہ حضرت اقدس اس دعوی کی بنا پر کافر دجال اور ملحد ہیں پس اس مذہب کے ترک پر اُس نے بخوف حاکم نفاقاً یا تقیۃً دستخط کیے فالفرق بینہما ظاہر۔ **قولہ** صہ جبکہ مرزا صاحب کے نزدیک عظیم الشان محدث اور ملہم کے انکار سے بھی کافر نہیں ہوتا تو پھر خط مورخہ ۱۲ جون ۱۸۹۹ء میں یہ الہام کیسا ہے کہ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا وہ خدا تعالے اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا جہنمی ہے۔ **اقول** افسوس کہ مجھکو ایک ایسا مخاطب ملا ہے جسکو مجھے ہر ایک مسئلہ کا پڑھانا پڑا ہے ای بابو صاحب آیت استخلاف کے آخر میں اللہ تعالے فرماتا ہے ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون یعنی جو شخص خلیفہ برحق اور امام مطلق کا انکار اور کفر کرے پس وہی لوگ فاسق ہیں دیکھو اس آیت میں انکار استخلاف کو اللہ تعالیٰ نے کفر اور فسق سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ کفر اور فسق کرنا امام برحق کے

کے ساتھ موجب دخول جہنم کا ہے خواہ کسی قدر مدت تک ہو یہ ہم نہیں کہتے کہ انکار کرنا امامت سے سبب کفر حقیقی کا ہے جو موجب دخول جہنم کا ابدالآباد کے لیے ہو لیکن جسقدر نواہی اور ممنوعات شرعیہ ہیں وہ سب سبب دخول جہنم کا ہی ہیں قرآن مجید میں خود مسلمانوں کے لیے صدہا وعیدیں ایسی موجود ہیں جو اُنکو دخول جہنم کے لیے فرمائی گئی ہیں لیکن معہذا وہ کفر حقیقی نہیں کیونکہ نظم اُن آیات میں کفار اور مشرکین کا ذکر نہیں ہے گو مورد اُن آیات کے کفار یا مشرکین بھی ہوں لیکن بحکم العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد مسئلہ مسلّمہ ہے قال اللہ تعالیٰ ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة وما ادرٰک ما الحطمة نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة انها علیهم موصدة فی عمد ممددة۔ دیکھو ان آیات میں عیب چیں اور طعنہ دینے والے کو جو مال کی بھی محبت رکھتا ہو دوزخی فرمایا گیا ہے ایضا قال تعالیٰ فویل للمصلین الذین هم عن صلوتهم ساهون اس آیت میں جو نماز و غیرہ سے غفلت کرے اُس کے لیے بھی ویل فرمایا گیا ہے حالانکہ صرف عیب چینی اور طعنہ زنی یا نماز وغیرہ میں غفلت کرنے سے نماز پڑھنے والا مسلمان کافر حقیقی نہیں ہو جاتا اور پھر دیکھو کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کے بہتر فرقوں کو جو دائرہ اسلام میں داخل ہیں ناری اور جہنمی فرمایا ہے اور صرف ایک فرقہ کو جنتی ارشاد کیا ہے پس ان آیات اور احادیث میں جو مسلمانوں کی وعید کے لیے ارشاد فرمائی گئی ہیں جہنمی ہونیکے جو معنی آپ سمجھیں وہی مراد حضرت اقدس کی مکذب کے جہنمی ہونے سے ہے اور پھر ایسے منہیات کے ارتکاب کا انجام رفتہ رفتہ کفر حقیقی تک بھی تو پہنچا دیتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے متعدد جگہ اس مسئلہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔

قولہ ۳۰ مرزا صاحب کو بحث مباحثہ اور سب و شتم سے ایسی فرصت ہی کب ملتی ہے جو اُس شوق ذوق محبت تقویٰ تبتل کی طرف متوجہ ہوں انتہی ملخصاً **اقول** اجی بابو صاحب جس اُنس شوق و ذوق وغیرہ میں اعلاء کلمۃ اللہ احقاق حق اور ابطال باطل نہو وہ اُنس و شوق و محبت وغیرہ علی منہاج النبوۃ نہیں ہو سکتا انبیاء اور مرسلین اور جملہ مامورین کی بڑی عبادت سوائے فرائض خمسہ و دیگر عبادات واجبہ کے یہی ہے کہ مناظرات برائے اعلاء کلمۃ اللہ و احقاق حق و ابطال باطل کے لیے کیے جاویں دیکھو قرآن مجید میں سوانح انبیاء اولو العزم مثل حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ وغیرہم کے خصوصاً سوانح بعثت آنحضرت صلعم کے جو قرآن مجید میں بار بار مذکور ہوئے ہیں اب نظر کرو اُس مباحثہ پر جو درمیان حضرت ابراہیم اور اُن کے وقت کے بادشاہ کے واقع ہوا اور نیز وہ مباحثہ جو مابین حضرت ابراہیم اور اُنکی قوم کے ہوا جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتلك حجتنا اٰتینها ابراهیم علی قومه نرفع درجات من نشاء ان ربك حکیم علیم اس آیت میں رفع درجات کا سبب [illegible] حجت کا ہی قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ حجت ہی سے رفع درجات ہوا کرتا ہے اور حجت بغیر مناظرہ کے کیونکر ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ پھر دیکھو وہ مناظرہ جو درمیان حضرت موسیٰ اور فرعون کے موت تک واقع ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بار بار اُس مناظرہ کا ذکر اپنے کلام پاک میں

ارشاد فرمایا ہے۔ اور پھر دیکھو کہ آنحضرت صلعم کا کل زمانہ بعثت انھیں مناظرات اعلاء کلمۃ اللہ و احقاق حق اور ابطال باطل ہیں صرف ہوا قال اللہ تعالےٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اب فرمایئے کہ اظہار دین اگر بقوت سلطنت وسطوت ملک ہووے تو اُسمیں سب سے زیادہ مشغولی ہوگی اور نہایت دشوار ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ آخر نبوۃ میں اور حالت مدنی میں واقع ہوا یا صحابہ کرام کی خلافت میں وقوع میں آیا قال اللہ تعالےٰ اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون و زلزلو زلزالا شدیدا۔ ایضاً و اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا۔ ولنعم ماقیل ؎ گر نبودے کوشش احمد تو ہم + می پرستیدے چو اجدادت صنم + اور اگر یہ اظہار دین بقوت قلم اور حجت و برہان سے ہو وے جیسا کہ تمام اکابر مفسرین نے اس پیشین گوئی کو زمانہ مسیح موعود سے متعلق کیا ہے تو اس زمانہ پر فتن میں کہ تمام مذاہب فاسدہ اور ادیان باطلہ جو دنیا بھر میں جوش و خروش کر رہے ہیں اُنکا ابطال اور دین اسلام کا احقاق قرآن مجید سے کیا اسطرح پر ہو سکتا ہے کہ مسجدوں میں بیٹھکر یا قیام کر کر بغیر تدبر اور تفکر کے اور بغیر ترتیل اور تجوید کے قرآن مجید کے شبینے ختم کیے جاویں اور وہ بھی اسطرح پر کہ بجز فواصل آیات الم بلہ قلہ سلہ یفعلون اور ہلہ خلہ دلہ تلہ تفعلون کے کسی سامع کی سمجھ میں کوئی حرف قرآنی نہ آوے انا للہ و انا الیہ راجعون و نعوذ باللہ منہ ولنعم ماقیل ؎ گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ہا ببری رونق مسلمانی را اور اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی شخص تدبر اور ترتیل کے ساتھ بھی قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھے تو وہ اُس شخص کی برابری کب کر سکتا ہے جو کہ حقائق اور معارف اسطرح پر بیان کرتا ہے جس سے تمام مذاہب باطلہ اور ادیان فاسدہ کا اس زمانہ پر فتن میں رد ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ مخبر صادق صلعم اسیطرح عالم ربانی کے واسطے فرماتے ہیں کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ ایضاً فرمایا ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کذا فی المشکوٰۃ۔ ایضاً قال تعالےٰ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحان اللہ و ما انا من المشرکین ہ آگے رہا یہ وسوسہ کہ اگر حضرت اقدس مرزا صاحب کی کتابوں اور نیز تقریروں میں گالیاں ہوتی ہیں سو اسکا جواب بجز اس کے اور کیا دیا جاوے کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین حضرت اقدس کی کتابوں میں وہی کلمات استعمال کیے گئے ہیں جو کتاب اللہ و سنت صحیحہ اور خیر القرون کے مناظرات و مقابلات میں وارد ہوئے ہیں یا اُنکی نظائر ہیں اور وہ بھی ذب اور دفع کے طور پر ہیں نہ ابتداءً و بداءتاً اور یہ تو قضیہ مسلمہ ہے کہ الوزر علی البادی اور پھر آپ سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ مخالفین سے آجتک سب طرحکا مقابلہ ہو چکا ان سب مقابلوں میں مخالفین کو سوائے خذلان اور کچھ حاصل نہوا پھر یہ تائیدات الٰہیہ حضرت مرزا صاحب کو اگر

مقرب من اللہ اور مامور من اللہ نہیں ہیں بلکہ کاذب ہیں تو کیوں حاصل ہوئیں پیشگوئیوں میں کوئی مقابلہ
نہ کرسکا صدہا پیشگوئیاں حضرت اقدس کی اب تک صادق ہو چکیں عربی فصیح و بلیغ میں تفسیر قرآنی
کے لکھنے کے لیے کوئی عالم عرب یا عجم کا مقابلہ میں نہیں آسکا قبولیت دعاؤں میں کسی نے مقابلہ
نہیں کیا آسمانی اور زمینی نشانات ان سب کے علاوہ ہیں جنکا کچھ ذکر پہلے ہو چکا کیا کاذب کیلیے اللہ تعالےٰ
کیطرف سے یہی نشان ہوتے ہیں اور صادق کیلیے وہ نشان خذلان جو آپ کے حصہ میں آئے ہیں کہ ہر پہلو سے
توفیق چھین لی جائے اور کیا ایسے ہی لوگ جو خائب و خاسر ہوں صادق الحال عالی شان عارف باللہ
ہوسکتے ہیں کلا و حاشا۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ والعاقبۃ للمتقین دیکھو یہاں پر
ہر ایک میدان میں انجام کار کامیابی اسی متقی کی ہوئی والحمد للہ اولاً و اخراً۔ **قولہ** صفحہ
مرزا صاحب نے عظیم الشان مسئلہ حرمت تصویر کا انکار کیا اور اُس کے جواز پر اپنا عمل سند گردانا اسکا محرک
کو لنسار باعث ہوا انتہی ملخصاً **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب نے آجتک کوئی اشتہار یا کوئی رسالہ یا
کوئی تحریر ایسی شائع نہیں فرمائی جسمیں یہ لکھا ہو کہ تصویر پرستش کے جواز میں ہمارا عملدرآمد ہی سند ہے ایسا افترا
کرنا اللہ تعالیٰ کی لعنت کے تحت میں داخل ہونا ہے ہاں البتہ جلسہ فوٹوگراف میں آپ بیٹھے اور آپکا
عکس کھینچا گیا چونکہ تصویر کی حرمت یا کراہت لذاتہ نہیں ہے بلکہ حرمت لغیرہ ہے یعنی اگر پرستش کے
واسطے کوئی تصویر بنائی جاوے تو بلاشک و ریب حرام ہے اور اُس کے بنانے میں کوئی وجہ جواز کی ہو
نہیں سکتی لیکن اگر کوئی غرض صحیح ایسی پیدا ہو جاوے کہ تصویر سے رد شرک ہی ہوتا ہو یا اور کوئی غرض
صحیح نکلتی ہووے تو پھر اُس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ہے احادیث میں جسقدر اسباب میں
وعیدیں آئی ہیں وہ اُنھیں تصاویر کے بنانے پر آئی ہیں جو عبادت کے لیے بنائی جاویں چنانچہ حضرت
ابراہیم کے مناظرہ سے جو قرآن مجید میں مذکور ہے یہ ہمارا دعوی بخوبی ثابت ہوتا ہے کما قال تعالےٰ
اذ قال لابیہ وقومہ ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون قالوا وجدنا
اباءنا لھا عابدین۔ اس آیت میں وہی مورتیں اور صورتیں ممنوع حرام معلوم ہوتی ہیں جنکی پرستش
کے لیے عکوف کیا جاوے کیونکہ آیت میں التماثیل کو مقید کیا گیا ہے بصفت التی انتم لھا
عاکفون کے بس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حرمت تصویر کی لذاتہ نہیں بلکہ حرمت لغیرہ ہے اور جسجگہ پر
مذمت تصویر کی مطلق آئی ہے وہ بحکم علم اصول و حمل المطلق علی المقید محمول اسی مقید پر ہے آگے
رہا جزو دوسرے دعوی کا یعنی کسی غرض صحیح کے لیے تصویر کا باقی رکھنا سو اُسکی نسبت بھی دیکھو قال
تعالےٰ فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم یرجعون اس آیت سے ثابت ہی کہ حضرت ابراہیم
بت شکن نے سب بتوں کو توڑ کر ایک بڑے بت کو قائم رکھا تھا غرض صحیح اُس کے قائم رکھنے میں یہی
تھی کہ مناظرہ رد شرک میں اُسکا باقی رکھنا مفید ہوگا چنانچہ بوقت مواخذہ جب ابراہیم سے کفار نے کہا

ءَ انت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم تو آپنے جواب دیا بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم
ان کانوا ینطقون پس اس جواب کو مشرکین سنکر حیران ہوے اور بعد تامل کے نادم بھی ہوے چنانچہ
اللہ تعالے اُن کے حال سے خبر دیتا ہے کہ فرجعوا الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظلمون پھر
اگر حضرت ابراہیم اُس بڑے بُت کو باقی نہ رکھتے اور اُسکو توڑ ڈالتے تو مناظرہ رد شرک میں انپر غالب اسطرح نہ ہوتے
لہذا رد شرک کیواسطے حضرت ابراہیم نے ایک بڑے بُت کو باقی رکھا اور نہ توڑا تو ان آیات سے صاف
ثابت ہوا کہ اگر کسی تصویر کے قائم رکھنے سے ہی کوئی شرک دفع ہوتا ہو یا اُسکے قائم رکھنے میں کوئی غرض
صحیح ہو تو وہ تصویر حرام نہیں ہو سکتی ورنہ حضرت ابراہیم مرتکب فعل حرام کے ہونگے ونعوذ باللہ منہ
کہ باوجود قابو پانے کے بڑے بت کو نہ توڑا اور باقی رکھا - اب گذارش یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی
اغراض صحیحہ اس فوٹو کی تصویر میں بہت ہیں دو ایک اغراض صحیحہ اُن کی ہم یہاں پر بیان کرتے ہیں
اول یہ کہ مخالفین جو حضرت عیسی نبی کو دوسرے یا چوتھے آسمان پر بٹھا کر اُن کے واسطے صفات
خاصہ الوہیت ثابت کر رہے ہیں اُنپر اتمام حجت کر دیا جاوے اسطرح پر کہ دیکھو جو حلیہ مسیح موعود کا
احادیث صحیحہ میں مخبر صادق نے بیان فرمایا ہے مثلاً اونچی ناک والا اور معتدل القامت وغیرہ
بعینہ اس صورت میں موجود ہے اور بصورت حضرت عیسی کی نسبت وہ خیالات تمھارے کہ الآن
کما کان وعدم احتیاج طرف اکل وشرب وغیرہ کے وہ خیالات سب باطل اور غلط ہیں پس جس شخص
نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ہو وہ اس صورت کو دیکھکر اُس حلیہ سے مطابقت کرے جو احادیث
صحیحہ میں مخبر صادق نے بیان فرمایا ہے اور وہ شرک فی الصفات جو حضرت عیسی کے بارہ میں رکھتا
ہے اُس سے باز آجاوے پس جو غرض حضرت ابراہیم کو تھی کہ لعلھم الیہ یرجعون وہی غرض
حضرت اقدس کی ہے کہ لعلھم بھذہ الصورۃ یرجعون الی توحید الاسلام اور فی الحقیقت جو
لوگ انمیں سے ایک ذرہ بھر غور اور انصاف کریں گے تو انکو یہ حالت طاری ہوگی کہ فرجعوا
الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظالمون - دوسرا آنکہ چونکہ یورپ اور امریکہ وغیرہ ممالک بعیدہ میں بھی
اس سلسلہ الہیہ کی تعلیم شروع ہو گئی ہے اور اُن کے جملہ اقوام مخالفین اسلام وعیسائیان وغیرہ عادی
اور خوگر ہیں اسبات کے کہ فوٹو ہر ایک بانی سلسلہ کا خواہ دینی ہو یا دنیوی لے لیتے ہیں اور دار ملا
اپنی معرفت اور شناخت کا اسی فوٹو کو سمجھتے ہیں پس اگر ان اقوام مخالفین اسلام اور عیسائیوں میں
سے کوئی عیسائی وغیرہ شرک عیسائیت کو ترک کر کر اُسی فوٹو کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب کو
مہدی و مسیح تصدیق کر کر توحید اسلام اختیار کرلے تو بحکم اُس حدیث کے کہ ایک شخص کا ہدایت
پا جانا بہتر ہے تمام دنیا کے سرخ اونٹوں سے تو ایسے فوٹو میں جو باعث ہدایت کسی کا مخالفین
میں سے ہو جاوے کونسی حرمت ہے کیونکہ اصل اشیا میں اباحت ہے حالانکہ مطلق تصویر کے جواز

وعدم جواز میں اختلاف کابر علما کا بھی موجود ہے چنانچہ حواشی بخاری میں لکھا ہے وفی المجمع یحتج بہ
فی اباحۃ صور ھی رقم اور نیز حاشیہ صفحہ ۸۸۱ میں بخاری کے لکھا ہے وقال ابن العربی حاصل مافی
اتخاذ الصور انہا ان کانت ذات اجسام حرام بالاجماع وان کانت رقما فاربعۃ اقوال الاول
یجوز مطلقا علی ظاہر قولہ الا رقما فی ثوب الخ۔ اور پھر دیکھو اگر تصویر مطلقاً حرام ہوتی تو آنحضرتؐ
اُس تکیہ پر تکیہ لگاتے ہوتے جس میں تصویر موجود تھی کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اُس پردہ کے جسکو حضرتؐ نے پھاڑ
دیا تھا دو تکیے بنا لیے تھے منجملہ ان دونوں تکیوں کے ایک تکیہ پر یا دونوں پر آپ بیٹھا کرتے تھے چنانچہ
مسند امام احمد میں مذکور ہے ولقد رأیتہ متکئا علی احدھما وفیھا صورۃ کذا فی حاشیۃ البخاریؒ
مطبوعہ احمدی اور اسمیں یہ بھی لکھا ہے قال محمد فی الموطا ما کان فیہ من تصاویر من بساط یبسط
او فراش یفرش او وسادۃ فلا باس بذلک انما یکرہ من ذلک فی الستر وما ینصب نصبا
وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا انتہی۔ اور قرآن مجید میں آیت یعملون لہ ما
یشاء من محاریب وتماثیل حضرت سلیمان کے قصہ میں مذکور ہے جسپر کلام الٰہی میں انکار نہیں کیا گیا
اور تخلق من الطین کھیئۃ الطیر فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذن اللہ حضرت عیسیٰ کا معجزہ
شمار کیا گیا ہے اور محل مدح میں ذکر کیا گیا ہے نہ محل ذم میں پھر مطلق تصویر کلیتاً کیونکر حرام ہو سکتی ہے کیے
اُس سے لازم آتا ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ مرتکب حرام ہوے واللازم باطل
فالملزوم مثلہ پھر اسپر علاوہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب بغیر کسی غرض صحیح کے تفاخر اور زینت یا
خُیلا کے طور پر عموماً اتخاذ تصاویر پر اجازت نہیں دیتے جن لوگوں نے اس آپکے فوٹو سے عام طور پر
جواز کلیہ سمجھ لیا ہے وہ انکی سمجھ ہے نہ حضرت کا ارشاد کیونکہ ایسی زینت تصاویر میں ایک قسم کا تکبر
اور خیلا ضرور پایا جاتا ہے اور فوٹوگرافوں کے لیے بھی وعید آئی ہے جسمیں ایک قسم کا تشابہ بخلق اللہ
پایا جاتا ہے جس کے لیے احادیث میں وعیدیں موجود ہیں۔ لہذا میں عام طور پر بغیر کسی غرض صحیح کے ہر ایک
شخص کے لیے فوٹو کا کھچوا لینا مکروہ سمجھتا ہوں اور میرے روبرو وہ تمام احادیث جنمیں اس تصویر کے
اور مصور کے بارہ میں وعیدیں آئی ہیں تمام پیش نظر ہیں۔ مگر غرض صحیح کے لیے تو بتخانہ میں جانا بھی
جائز ہے ولنعم ما قیل۔ ؎ احمد و بوجہل در بتخانہ رفت ✽ درمیان این دو آن فرقیست زفت ✽
اور پھر دیکھو حاشیہ بخاری میں بصفحہ ۸۸۱ لکھا ہے ووقع عند مسلم انہا کان لہا ثوب فیہ تصاویر
ممدود الی سہوۃ فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الیہ فقال اخریہ عنی اس حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف اُس کپڑے کے ہٹا دینے کے لیے حکم صادر فرمایا تاکہ اندر نماز کے حضور قلب میں کوتاہی
واقع نہ ہو مگر اُس کپڑے کے پھاڑ ڈالنے یا پھینک دینے کو نہیں فرمایا غرض میری اس تطویل بیان سے
یہ ہے کہ یہ مسئلہ فوٹو کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جسپر بابو صاحب نے بہت سا زور دیکر متعدد جگہ ناحق کا قلم

کو سیاہ کیا ہے اس مسئلہ میں سلف سے خلف تک اختلاف چلا آیا ہے اور بین الاحادیث اس بارہ میں بڑا اختلاف
ہے مگر جو ہم نے توفیق و تطبیق احادیث مندرجہ باب کی کر دی ہے علماء کو اُس کو بجز تسلیم کرنیکے چارہ
نہیں ہے ورنہ کوئی مخالف ان احادیث مختلفہ میں توفیق کر کر دکھلاوے اور جو توفیق شرح
نے کی ہے ہمارا ثلج صدر اُس سے نہیں ہوتا کیونکہ پھر مخالفت قرآن مجید سے اگر پڑتی ہے یاد کرو آیت
یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل وغیرہ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر تو تماثیل کا
ذکر محل ذم میں فرمایا ہے جیسا کہ ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون اور دوسری جگہ اُسی تماثیل کو
انعاماً محل مدح میں ارشاد فرمایا پس یہ تو بہت بڑا اختلاف قرآن مجید میں ہوا جاتا ہے ولیکن قرآن مجید تو ایسے
اختلافوں سے بالکل مبرا اور منزہ ہے کما قال تعالیٰ ولو کان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً
لہذا بالضرور ماننا پڑا کہ ایک مقام پر جو تماثیل محرمہ ہیں وہ معبود بعبادت تھیں اور دوسری جگہ وہی تماثیل غیر
معبود بصفت عبادت ہیں فنعم الوفاق اور اسی تفرقہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں فثبت
المطلوب بحسن الاسلوب اور یہ کہنا کہ شریعت بنی اسرائیل میں تصویر کا بنانا جائز تھا اب مطلق
اور کلیۃً حرام ہو گیا سو درست نہیں ہے کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تماثیل سلیمانیہ کو انعاماً محل مدح میں
کیوں بیان فرمایا کوئی شے محرم بھی انعام الٰہی ہو سکتی ہے کلا و حاشا + پھر حضرت عائشہ کی گوڑیوں کو

+ نوٹ وفی الدلائل للبیہقی عن هشام بن العاص الاموی قال بعثت انا و رجل آخر
الی هرقل صاحب الروم ندعوه الی الاسلام فذكر الحديث وانه ارسل اليهم ليلاً قا
فدخلنا عليه فدعا بشئ كهيئة الربعة العظيمة مذهبة فيها بيوت صغار عليها
ابواب ففتح واستخرج حريرة سوداء فنشرها فاذا فيها صورة حمراء واذا رجل ضخم
العينين عظيم الاليتين لم ار مثل طول عنقه واذا له ضفيرتان احسن ما خلق الله
تعالى قال اتعرفون هذا قلنا لا قال هذا آدم عليه السلام ثم فتح بابا آخر فاستخرج
حريرة سوداء واذا فيها صورة بيضاء فاذا رجل احمر العينين ضخم الهامة حسن
اللحية فقال اتعرفون هذا قلنا لا قال هذا نوح عليه السلام ثم فتح بابا آخر واخرج
حريرة فاذا فيها صورة بيضاء واذا فيها والله رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
اتعرفون هذا قلنا نعم محمد رسول الله نبينا والله انه اى هرقل قام قائماً
ثم جلس وقال الله انه هو فقلنا نعم انه لهو كانك تنظر اليه فامسك ساعة ينظر
اليها ثم قال اما والله انه لآخر البيوت ولكن عجلته لكم لانظر ما عندكم الحديث
وفيه ذكر صور الانبياء ابراهيم وموسى وعيسى وسليمان وغيرهم قال فقلنا له

بھی یاد کرو جو احادیث سے بھی اُن کا ثبوت ہے حاشیہ بخاری میں بصفحہ ۸۸۰ لکھا ہے قال القاضی الامادرد فی اللعب بالبنات الصغار بصغار البنات والرخصۃ فی ذلک اور یہ کہنا کہ یہ کھیل گوڑیوں کا احادیث سے منسوخ ہے مسلم نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ احادیث ہی جنمیں حرمت تصاویر پائی جاتی ہے حدیث لعب بالبنات سے منسوخ ہوں غرضکہ ایسے اختلافی مسئلہ میں جبکہ صحت نیت بھی اسکے ہمراہ ہو ایسی نکتہ چینی کی کسی مخالف کو گنجایش نہیں ہے والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** ص۵۵ رحمۃ للعلمین اور انک لعلی خلق عظیم کے خطاب والونکی یہی شان ہے کہ مخالفین مثل محمد حسین وغیرہ کو اپنے خطاب کی عزت بھی نہ دیویں مولوی روم صاحب نے کیا عمدہ کہا ہے عاشق تصویر و وہم خویشتن * کے بود چوں عاشقان ذوالمنن * دو سرا شعر جو کشفا دکھلایا گیا ہے حدیث عشق او یہاں بشنیدش * کہ درسخنی کتہ یارے فراموش - **اقول**

بابو صاحب جبکہ مخالفین محمد حسین وغیرہ کو حضرت اقدس کے خطابات سے اسقدر نفرت ہو کہ حکام تک اُسکی شکایت کرتے ہیں اور مقدمہ بازی میں مشغول ہو جاتے ہیں چو حجت نماند جفا جوی را * بپرخاش درہم کشند روے را * اور نتیجہ اُس خطاب کا کوئی بھی حاصل نہیں ہوتا اور خطاب بھی لغو ہوا جاتا ہے تو پھر فرمایئے کہ وہ رحمۃ للعلمین اپنے وقت کو کیوں ضائع کرے کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ والذین ھم عن اللغو معرضون پھر دیکھو کہ ایسے لوگوں کے اعراض کرنیکے واسطے اللہ تعالےٰ کا حکم

بقیہ حاشیہ ص۶۶ من این لک ھذہ الصور فقال ان ادم سال ربہ ان یریہ الانبیاء من ولدہ فانزل علیہ صورھم فکانت فی خزانۃ ادم عند مغرب الشمس فاستخرجھا ذوالقرنین من مغرب الشمس فدفعھا الی دانیال - الانوار المحمدیہ ص۳۳۹ و ۳۴۰ من المواھب اللدنیہ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۱۲ھ -

حاصل ترجمہ دلائل بیہقی میں ہشام بن العاص اموی سے روایت ہو کہ میں اور ایک دوسرا آدمی بادشاہ روم کیطرف روانہ کیے گئے کہ اسلام کیطرف اُسکو بلاویں اور ایک رات ہم اُس کے پاس گئے تب اُس نے ایک صندوق بڑا اور سنہری نکلوایا جسمیں چھوٹے چھوٹے خانے تھے اور جنپر ڈھکن تھے پھر اُس نے اسکو کھولا اور ایک کپڑا ریشمی سیاہ نکالا اور اُس کپڑے کو کھولا تو وہ ایک تصویر سرخ تھی آدمی کی جسکی آنکھیں دونوں بڑی بڑی تھیں اور سُرین بھی دونوں بڑے بڑے تھے اور گردن ایسی بڑی تھی کہ ویسی گردن مینے نہیں دیکھی اور بہت ہی خوبصورت گُندھے ہوئے بال دونوں شانوں کیطرف لٹکے ہوئے تھے ہم سے اُس نے دریافت کیا کہ تم اس تصویر کو پہچانتے ہو کہ کسکی ہے ہم نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اُس نے جواب دیا کہ یہ تصویر حضرت آدم علیہ السلام کی ہے - پھر اُس نے دوسرا خانہ کھولا اُسمیں سے بھی ایک کپڑا حریر سیاہ نکالا جسپر ایک

کیسا تاکیدی اُس رحمۃ للعلمین کے واسطے صادر ہوا ہے جس کا یہ مسیح موعود ایک ظل ہے کما قال تعالیٰ بل ھم قوم طاغون فتول عنھم فما انت بملوم پھر آپ بتلاویں کہ ظل اپنے ذوالظل کا کیونکر تابع ہو اگر کوئی کہے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں تو تاریخ اور وقت اور مہینہ اور سنہ اُنکے مریدوں کے نزدیک سب کچھ پایا جاتا ہے بخلاف پیشین گوئیوں آنحضرت صلعم کے کہ کسی پیشین گوئی میں یہ تشخصات اور ایسے تعینات نہیں پائے جاتے اندریں صورت افضلیت مرزا صاحب کی اُن کے مریدوں کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی لازم آگئی تو یہ معترض کی کج فہمی ہے کیونکہ سایہ اگرچہ اپنے اصل سے حسب ضرورت کسی وقت دراز بھی ہو جاتا ہے لیکن ایکوقت اُسپر فنا فی الاصل ہونے کا زمانہ ایسا آتا ہے کہ بالکل فنا فی الاصل ہی ہو جاتا ہے اور نیز قیام ظل کا بغیر ذوالظل کے ہرگز نہیں ہو سکتا یہ طول یا قصر سایہ کا اُس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ ایک اور ارادہ الٰہی کا آفتاب ہے جسکو حسب ضرورت ازمنہ واوقات کے طویل یا قصیر کر دیتا ہے یا بالکل فنا کر کر متحد کر دیتا ہے کما قال تعالیٰ الم تر کیف مد الظل ولو شاء اللہ لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

سفید تصویر آدمی کی تھی جسکی دونوں آنکھیں سُرخ تھیں اور سر اُس کا بہت بڑا داڑھی خوبصورت پھر اُسنے پوچھا کیا تم اسکو پہچانتے ہو ہمنے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اُسنے جواب دیا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اُس نے تیسرا خانہ کھولا اور ایک کپڑا حریری نکالا جسمیں بھی ایک سفید تصویر تھی اور وہ تصویر تو قسم ہے اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی تب اُس نے کہا کہ اسکو بھی تم پہچانتے ہو ہمنے کہا ہاں محمد ہے یہی صورت ہمارے رسول صلعم کی ہے جو ہمارے نبی ہیں تب وہ کسی قدر دیر تک اُس صورت پر غور نظر کرتا رہا پھر کہا قسم ہے اللہ کی کہ یہ تصویر سب سے اخیر خانہ میں تھی مینے جلدی سے تمھارے روبرو اسواسطے نکالی تاکہ میں تمھارے علم کو دیکھلوں اس حدیث میں دیگر انبیا یعنی حضرت ابراہیم و موسی و عیسی اور سلیمان وغیرہم علیہم السلام کی تصویروں کا بھی ذکر ہے۔ پھر ہمنے اُس سے کہا کہ یہ تصویریں تمکو کہاں سے ملی ہیں تب اُس نے جواب دیا کہ حضرت آدم نے اللہ تعالے سے درخواست کی تھی کہ جو انبیا انکی اولاد میں ہونے والے ہیں اُن کی تصاویر اُن کو دکھلا دیوے تب اللہ تعالےٰ نے یہ تمام تصویریں اُن پر غیب سے اُتاری تھیں اور حضرت آدم کے تبرکات میں جو مغربی ملک میں تھا رکھی ہوئی تھیں اور ذوالقرنین جب مغربی ملک میں گیا تھا وہاں سے اُسنے حاصل کی تھیں پھر دانیال کو بھی مل گئی تھیں پھر مجھکو پہونچیں۔ انتہی۔ کتاب انوار محمدیہ از مواہب لدنیہ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۰ھ حضرت آدم کا درخواست کرنا واسطے تصاویر انبیا کے اور پھر جناب باری سے قبول فرمایا جانا اور موافق درخواست کے تصاویر انبیا کا مرحمت ہونا جو اس حدیث سے ثابت ہوا وہ قابل غور ہے۔ محمد سراج الحق نعمانی احمدی عفی عنہ

ثم قبضناہ الینا قبضاً یسیراً پس جبکہ تم اس مجدد کو ظل خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کرچکے تھے پھر اُس کے طول یا قصر پر خود بینی سے ایسی نکتہ چینیاں بیجا کرنا اپنے تئیں مصداق انہیں استغفار کا گردانتا ہے جو آپ نے لکھے ہیں۔ اور جو معنی حدیث لا ایمان لمن لا امانۃ لہ کے ہیں وہی معنی اس کے ہیں کہ جو شخص امانت حقہ سے انکار کرے وہ باوجود داخل ہونیکے اندر دائرہ اسلام کے اُسمیں ایمان نہیں ہے کیونکہ جو شخص امانت میں خیانت کرے وہ باتفاق دائرہ اسلام میں داخل ہے معہذا آنحضرت صلعم نے حدیث مذکورہ میں اُس کے ایمان کی نفی فرمائی ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ **قولہ** صفحہ ۶۵۹ فصل ۲۳ چونکہ سید عبد اللہ صاحب کی صحبت کا سالہا سال اتفاق رہا لہذا نسبت عبودیت مجھپر غالب ہوگئی الی آخر الفصل۔ **اقول** ہم مولوی عبد اللہ صاحب کی بزرگی اور فضیلت کے قائل ہیں اور اُن کی نسبت نسبت عبودیت کے بھی قائل ہیں لیکن بابو صاحب کو اس مقام میں ایک بہت بڑی غلطی واقع ہوئی ہے جس کا اظہار ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں ہے کہ نسبت عبودیت بندہ کے لیے ایک بڑا عالی مقام ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ اور بالضرور جو بندگان الٰہی مبعوث اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اُن میں یہ شان عبودیت بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے لیکن جو امور کہ اللہ تعالے کیطرفسے بطور انذار کے مکذبین اور مخالفین کو وہ تبلیغ کرتے ہیں لہذا اُس کے اقوال میں وہ ہیبت اور جلال ہوتا ہے جو شان کبریائی کے لیے زیبا اور مناسب ہے کیونکہ وہ انذارات اُنکی طرفسے نہیں ہوتے بلکہ اُس جبار و قہار کیطرف سے ہوتی ہیں جس کی شان ہے الذی لہ ملک السموات والارض وھو علی کل شیءٍ قدیر انسان ضعیف البنیان کی کیا ہستی ہے جو ایسی انذاری پیشین گوئیاں اور دعاوی اپنی طرف سے کرسکے اور پھر وہ پیشین گوئیاں بڑی دھوم دھام سے پوری ہوں یہی تو اقتداری پیشین گوئیاں نشان اُنکی صداقت اور راستی کا ہو جاتے ہیں دیکھو آنحضرتؐ ایکطرف تو فرماتے ہیں لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یوقنون اور دوسرے مقامات پر ارشاد ہوتا ہے کہ سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ ایضاً لئن لم ینتہ المنافقون و الذین فی قلوبہم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ وغیر ذالک من الآیات الکثیرۃ۔ پھر مولوی عبد اللہ صاحب چونکہ مہدی اور مسیح موعود اور مبعوث من اللہ نہیں تھے تو وہ ایسا دعوی کیونکر کرسکتے تھے اور جبکہ آپ خود مقر ہیں کہ حضرت اقدس بڑے مہماں نواز ہیں خدمت اعلاء کلمۃ اللہ میں بمقابلہ مخالفین اسلام کے

سرگرم اُن کے اعتراض کے دور کرنے میں ہر وقت کمربستہ اور دلائل قرآنی سے انکو ساکت و لاجواب اور ملزم کرنے پر طیار بلکہ تحریر ایسی جوابات میں (جو مخاطب کو حیران کر دیں) لاثانی وغیرہ وغیرہ چنانچہ یہ سب فضائل حضرت اقدس کے آپ نے اس صفحہ میں لکھے ہیں تو پھر فرمایا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب میں ان فضائل کا تو عشر عشیر بھی موجود نہ تھا پس ثابت ہوا کہ باوجود ان اقراروں کے اور باوجود اقرار مجددیت حضرت اقدس کے پھر بھی مولوی عبداللہ صاحب کا قیاس کرنا حضرت اقدس پر کیسا قیاس مع الفارق ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔ اے بابو صاحب ایسی عظیم الشان مامور من اللہ کو واسطے اظہار شوکت دین اسلام کے اپنی مدح سرائی کی بھی ضرورت پڑتی ہے قال اللہ تعالےٰ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اور واسطے شہرت دینے برکات اسلام کے اپنی شہرت دینے کے لیے بھی حاجت ہوتی ہے قال تعالےٰ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ دشمنان حق کے لیے برا بھلا کہنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الذین کفروا من اهل الکتب و المشرکین فی نار جهنم خلدین فیها اولئک هم شر البریه ۔ اللہ تعالےٰ کے رستوں میں انفاق کرنے والوں کے لیے تعریف و تحسین بھی سنۃ اللہ اور سنۃ الرسول ہے و سیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی و ما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی ۔ ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر و غیر ذلک من الاحادیث مخلصین اور محبین کو واسطے انفاق فی سبیل اللہ کے ترغیب و تحریص بھی کرنا مسنون ہے بلکہ بعض مواقع پر واجب اور فرض ہے قال اللہ تعالیٰ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ۔ اہل دنیا کی ہمت بڑھانے کے لیے اگر وہ امور دینی کیطرف کچھ بھی مائل ہوں انکا شکر گذار ہونا تعلیم اسلام میں داخل ہے قال اللہ تعالیٰ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ غرضکہ جسقدر نکتہ چینیاں آپ نے اس فصل میں اپنی کم فہمی اور بے بضاعتی علمی سے کی ہیں وہ سب تعلیم قرآن مجید کے مخالف اور سنۃ الرسول کے معارض ہیں و نعم ما قیل ؎ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ؎ **قولہ** ص۱۶ فصل ۴۲ میں جو وسوسے بابو صاحب کو پیدا ہوئے ہیں انکی تحقیق کر کر جواب دیا جاتا ہے۔ **وسوسہ اول** مولوی عبداللہ صاحب کو پہلے تو اپنی تحریرات میں بزرگ اور صالح لکھا ہے اور اب اُنکی توہین و تحقیر کی یہ کیسا تناقض ہے اور پھر موتی کی توہین تعلیم اسلام کے برخلاف **الجواب** یہ آپکی بڑی کج فہمی ہے مولوی عبداللہ صاحب کو حضرت اقدس اب بھی مرد صالح ہی جانتے ہیں جیسا کہ پہلے تحریر کر چکے ہیں لیکن وہ مرتبہ انکو نہیں دیسکتے جو اُنکو حاصل نہیں تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد جعل اللہ لکل شیٔ قدرا ؕ ہمی واسطے کسی نسبت خوب کہا

+ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ؛ اسی قسم کا اعتراض فرقہ روافض اہل سنت پر کرتا ہے کہ اہل سنت اہلبیت کے منکر ہیں باوجودیکہ اہل سنت ہرگز ہرگز اہلبیت کے فضائل کا انکار نہیں کرتے لیکن اُنکو وہ مرتبہ بھی نہیں دے سکتے جو اُن کو حاصل نہیں تھا اے بابو صاحب آپکا یہ وسوسہ تب قابل سماعت ہوتا کہ جب حضرت اقدس مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو فاسق یا فاجر فرماتے وہ تو آپ بھی اُنکو شیخ صالح ہی فرماتے ہیں لیکن جبکہ آپ نے انکی مدح سرائی میں حد سے زیادہ غلو کیا تو اُس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا ہوگا کہ محمد حسین کو سمجھاؤ تب پردہ پوشی عبد اللہ مرحوم کی ہوتی ہے الخ پس فرمایئے کہ آپ کے غلو بیجا کا جواب اور کیا دیا جاتا ظاہر ہے کہ غلو بیجا کے مقابل میں قرآن مجید میں کیا کچھ نہیں فرمایا گیا دیکھو عیسائیوں کے غلو کے مقابل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل فمن یملك من اللہ شیئاً ان اراد ان یهلك المسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا ولله ملك السموٰت والارض وما بینهما یخلق ما یشاء والله علی کل شیء قدیر۔ وغیر ذلك من الآیات اور آیت وتلك امة قد خلت الآیہ آپ ہی کے اس فخر کو جو مولوی عبد اللہ مرحوم سے آپ کر رہے ہیں رد کر رہی ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اور خود آیت کے مضمون سے واضح ہے کہ اہل کتاب جو اسلام سے انکار کرتے تھے اُس انکار کی سند میں یہ بات بطور فخر کے پیش کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں بڑے بڑے انبیا ہو گذرے ہیں لہذا ہمکو کچھ ضرورت آنحضرت صلعم کے دین میں داخل ہونیکی نہیں اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ تلك امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون مطلب یہ ہے کہ جبکہ حقیت دین اسلام کی اور خاتم النبین ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی اسماعیل میں ہر طرح سے ثابت ہوچکا پھر یہ تمھارا انبیاء گذشتہ و وفات یافتہ بنی اسرائیل پر فخر کرنا بیجا ہے کہ اُن کے عملوں کا ثواب تم کو نہیں مل سکتا تمکو صرف تمھارے عمل ہی نجات دیسکتے ہیں لہذا یہ فخر تمھارا گذشتہ انبیاء پر محض بیجا ہے تمکو اب دین اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے اسی حکم مندرجہ آیت کے بموجب آپکو بھی لازم تھا کہ مولوی عبد اللہ مرحوم کا ذکر اس زندہ مہدی اور مسیح موعود کے مقابلہ میں نہ کرتے اور اس سلسلہ آلہیہ میں داخل ہوتے کیونکہ مولوی عبد اللہ مرحوم تو مرچکے اور تلك امة قد خلت میں داخل ہوچکے پس یہ آیت تو جواب ہی تمام اُن لوگوں کے لیے جو پہلے مجددوں یا بزرگوں پر فخر کر کر مہدی معہود اور مسیح موعود کو قبول نہیں کرتے جسکی حقیت ہر چہار طرف سے ثابت ہوچکی ہے اور کفوا عن مساویهم کی تعمیل تو پوری کی گئی کیونکہ حضرت اقدس نے خود تمھارے اقرار کے بموجب تاکید فرمائی کہ محمد حسین کو سمجھاؤ کہ پردہ پوشی عبد اللہ مرحوم کی ہو وسوسہ دوم اللہ تعالیٰ نے مراعات پدری کی تاکید آیات وکان ابوهما صالحا۔ فکان ابواه مومنین میں فرمائی ہے۔ مگر مرزا صاحب نے باوجود دعوی قرآن دانی کے خلاف تاکید

حکم الٰہی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم شیخ صالح کی اولاد کے ساتھ ناگفتہ بہ اور قابل شرم الفاظ کے ساتھ سلوک کیا۔ **الجواب** اے بابو صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب نے تو انھیں دونوں آیتوں پر عمل کیا ہے کیونکہ مولوی عبداللہ صاحب مرد صالح کو جو کشف میں ظاہر ہوا تھا کہ حضرت مرزا صاحب ایک نور آسمانی ہیں لہذا حضرت اقدس نے بمراعات پدری بہت کوشش کی کہ انکی اولاد بھی اُس خزانہ نور سے حصہ پاوے جو اُنکی باپ شیخ صالح کو کشف میں ظاہر ہوا تھا اور طرح طرح سے کوشش کی کہ اس حجابات کی دیوار کو جو انکی اولاد کے لیے اُس خزانہ نور پر حائل ہو رہی ہے گرا دیجاوے اور کسی طرح سے وہ نور اُنکو نظر آوے جو اُن کے باپ کو نظر آیا تھا لیکن بالآخر انکی اولاد کیطرف سے بجز کفران اور طغیان کے اور کچھ جب وقوع میں نہ آیا تو پھر اس طغیان کے زہر کے دفع میں حسب الایما آیت مذکورہ بجز کلمات زجر اور توبیخ کے اور کیا ہو سکتا ہے ہاں خضر نے تو ان والدین مومنین کی اولاد کو قتل ہی کر ڈالا تھا کما قال اللہ تعالیٰ واما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا وکفرا فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ زکوۃ واقرب رحما واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ و کان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک وما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تسطع علیہ صبرا۔ اب فرمایئے کہ جو تعجب اور حیرانی نمبر چار میں آپکو پیدا ہوئی ہے وہ رفع ہوئی یا نہیں۔ جب کہ فرقانی مطالب اور قرآنی قصص سے آپ ایسے ناواقف محض ہیں کہ ہر ایک نکتہ چینی برعکس تعلیم قرآنی کے کر رہے ہیں تو کیا حضرت اقدس پر ضرور تھا کہ حضرت موسیٰ کے الہامات کے مکذبین اور اُن کی بد انجامی کے متعلق کچھ آیات قرآن مجید سے آپ پر تلاوت کرتے

قولہ ص ۲۶ فصل ۲۵۔ فصل ہذا میں چند وسوسے ہیں وسوسہ اول مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ملہم کے لیے عالم ہونا چاہیے حیرت افزا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی نسبت کفار نے ایسی ہی شرائط پیش کی تھیں اُسکا جواب ملا کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور پھر حضرت نے جبرئیل سے اول نزول قرآن کے وقت ہی کہا کہ ما انا بقاری۔ اور خود مرزا صاحب کی اول اول عربی میں کیا لیاقت تھی **الجواب** ہاں بالضرور وہ اُمیت کسی مامور من اللہ کی باعث فخر اور معجزہ ہے جو حد اعجاز تک پہونچ جاوے جیسا کہ آپ نے بھی آیت ذیل کو لکھا ہے کہ ما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون اُس نبی کی نبوت پر ہزارہا نشانات اور اعجاز بلاغت وفصاحت قرآن مجید دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہیں جن کے آپ بھی مقر ہوں گے لیکن استفسار یہ ہے کہ آپ کے ملہم ہونے پر کون سا نشان

پیدا ہوا ہے کتاب براہین احمدیہ کے الہام آپ کے پڑھے ہوئے ہیں اور قرآن مجید بھی آپ نے
پڑھا ہے اور ہر روز دفتر میں دفتر کے دفتر آپ لکھ بھی لیتے ہیں پھر وہ کونسا الہام عربی زبان کا
ہے جو براہین میں آپ نے نہ پڑھا ہو یا قرآن مجید میں موجود نہ ہو پس آپ کے الہاموں کی صداقت
کے لیے کیا نشان پیدا ہوا ہے جس سے آپ کو ملہم مانا جاوے ہاں اگر الہامی قوت سے کوئی
کتاب بھی فصیح و بلیغ عربی زبان میں آپ لکھتے اور اسمیں تحدی بھی کرتے تو پھر آپکا ملہم ہونا تسلیم
بھی کرلیا جاتا پس حضرت اقدس کا یہ ارشاد کہ ایسے ملہم کے لیے عالم ہونا بھی چاہیے کیسا بجا اور
درست ہو اگر ایسے ملہم کے لیے علم کتاب و سُنّت کا ہادی نہ ہو تو اُس کے الہاموں کا نتیجہ سوا
زندقہ اور الحاد کے کیا ہو سکتا ہے ولنعم ما قیل ۔ خیالات نادان خلوت نشین ۔ بہم برکند عاقبت
کفر و دین ۔ اور اگر ایسے لوگوں کے لیے اُمیت اور ان پڑھ ہونا باعث فخر ہو جاوے تو پھر وہ تمام
ہدایات و ارشادات جو دربارہ فضائل علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں بھری پڑی ہیں وہ
کدھر جاوینگی قال اللہ تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ایضاً
والذین اوتوا العلم درجٰت ۔ ایضاً ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا
تتفکرون ۔ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ ۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کے لیے سوا
اور صدہا نشانوں کے ایک نشان عظیم الشان یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ حسب اقرار آپ کے جو ہی
صفحہ میں درج ہے کہ لیاقت عربی زبان کی انکو حاصل نہیں تھی پھر بھی متحدیانہ تفسیریں اور کتابیں
لکھکر تمام عرب اور عجم کو مبہوت کر دیا پس یہ نشان نہیں تو اور کیا ہے اگر آپ بھی کوئی تفسیر
عربی فصیح و بلیغ میں بشرائط مقررہ بمقابلہ اعجاز المسیح ہی کے لکھکر شائع فرما دیں تو آپ کے
الہامات عربیہ بھی ہم اسیطرح پر تسلیم کر سکتے ہیں جو ہم اس کتاب آیات الرحمن میں کر چکے ہیں
وسوسہ دوم مرزا صاحب کی عربی کتابوں میں بہت سی اغلاط واقع ہوئی ہیں جنکی فہرست
مولوی محمد حسین نے بھی اپنے رسالہ میں مشتہر کی ہے اور مرزا صاحب نے انکا جواب نہیں دیا ۔
الجواب لعنۃ اللہ علی الکذبین جو کتاب و یا تفسیر عربی زبان میں حضرت اقدس نے متحدیانہ
شائع کی ہے اُسمیں کونسی غلطی آجتک نکالی گئی ہے بیان کیا جاوے ۔ خوش بود گر محک
تجربہ آید بمیان ۔ تا سیہ روی شود ہر کہ در وغش باشد ۔ آگے رہیں وہ اغلاط جو سہو کا تب سے
ہو جایا کرتی ہیں سو اُسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ قرآن مجید جس کی شان ہے کہ لا یاتیہ الباطل
من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید کاتبوں سے اُسمیں بھی اکثر اغلاط
واقع ہوتی رہتی ہیں اگر آپ ایسی اغلاط سے اعتراض کریں گے تو اس اعتراض سے تو قرآن مجید بھی
نہ بچے گا ۔ نعوذ باللہ من ھٰذا القول مثل البول ناظرین بابو صاحب کی چال عیارانہ کو ملاحظہ کریں کہ یہ

بھی فرماتے جاتے ہیں کہ خیر یہ تو (یعنی اغلاط مرزا صاحب کی نکالنا مولویان و عالمان کا قال وحال ہے عاجز اُمی محض کو اس سے کیا بحث ہے انتہیٰ اے ناظرین یہ دورخی چال اسواسطے اختیار کی گئی ہے کہ حضرت اقدس کی کتب متحدیانہ میں کوئی عالم عرب یا عجم کا غلطی تو نکال نہیں سکتا اور جسنے اپنی کج فہمی اور جہالت سے کوئی غلطی نکالی اُسمیں آخر کو وہ آپ پشیمان ہوا لہذا اب یہ دورخی چال اختیار کی جاوے کہ نہ ایکار میکنم و نہ انکار می کنم بابو صاحب یہی تو آپ کا دجل ہے جو حق کو باطل کے ساتھ تلبس کیا جاتا ہے و نعوذ باللہ من ھذہ التلبیسات آپنے اتنا تو کیا ہوتا کہ چند اغلاط محمد حسین کی نکالی ہوئی بطور نظیر کے پیش کردی ہوتیں و الی لکہ ھذا - پس آخر فصل میں جو آپ نے الہام لکھے ہیں اگر انکا الہام ہونا تسلیم کیا جاوے تو وہ رد ہیں آپکے اُن خیالات فاسدہ کا جو آپ حضرت اقدس کی نسبت رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو لیاقت نہیں کمال علمی نہیں وغیرہ وغیرہ وغیرہ کیوں - اسواسطے ؎ داد حق را قابل شرط نیست ٭ بلکہ شرط قابلیت داد دوست ٭ ایضًا واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ و الحمد للہ الذی ینسخ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** صفحہ ۶۳ و ۶۴ - اس فصل میں بابو صاحب نے ابیات پر زور دیا ہے کہ ملہم کا عالی خاندان سے ہونا کچھہ ضرورت نہیں اور شرف* خاندان کی کوئی حقیقت شریعت میں نہیں ہے فقط **الجواب** بابو صاحب کے اس زور دینے سے واسطے رد کرنے شرف خاندان کے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کچھہ نہ کچھہ دال میں کالا ضرور ہے یعنی حضرت مرزا صاحب تو عالی خاندان معلوم ہوتے ہیں اور بابو صاحب کے خاندان میں شاید کوئی قصور ہوگا جب ہی تو یہ زور دیا جاتا ہے اسواسطے ہمکو اسجگہ پر ان دونوں پہلو ؤمیں بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی صرف اظہار اُن اغلاط کا کرنا باقی ہے جو بابو صاحب کو اسمقام پر واقع ہوئی ہیں - یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ کسی فضیلت کے ساتھہ ناز کرنا اور فخر کرنا یا اللہ تعالےٰ پر منت رکھنا انسان کو ہرگز درست نہیں ہے - دیکھو اسلام سے بڑھ کر تو اور کوئی فضیلت نہیں ہے لیکن اُس کے ساتھہ بھی منت رکھنا اللہ تعالےٰ پر جائز نہیں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یمنون علیك ان اسلموا قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صٰدقین لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسلام فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں و نعوذ باللہ من ذلك علی ھذ القیاس کسی عمل نیک کے ساتھہ بھی مباہات کرنا جائز نہیں اور یہی معنے ہیں اس آیت کے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ - لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ اعمال صالحہ میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ تمام فضیلت اعمال صالحہ ہی سے ہوتی ہے اسی طرح شرف خاندانی جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھہ ہو تو وہ بھی نور علیٰ نور ہے لیکن معہذا اُس کے ساتھہ فخر یا مباہات کرنا جائز نہیں مگر اسکا

* اگر شرف خاندان کوئی چیز نہیں تو مولوی عبید اللہ مرحوم کو سید باوجود سید ہونے کے کیا ضرورت پیش آئی کیوں لکھا ؎ سلک سید بودن و مرزا ستان زیبد ٭ مرزا ئی دراصل خاندانی

یہ نتیجہ نہیں ہے کہ شرف خاندانی کوئی فضیلت ہی نہیں کیونکہ شرف خاندانی جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ہو بالضرور اسلام نے اسکو فضیلت میں شمار کیا ہے اور آخرت میں بھی کار آمد ہے فرمایا اللہ تعالی نے والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التنہم من عملہم من شیٔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد مومنین کاملین کی اپنے باپ دادوں مومنین کاملین کے درجہ میں قیامت کے روز شامل ہو جاوے گی پس اگر حسب ونسب بایمان کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہے تو پھر اس الحاق کے کیا معنی ہیں کہ اولاد بایمان ناقص الاعمال کو باپ دادوں مومنین کامل الاعمال کے درجہ میں ملحق کر دیا جاوے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث صحاح میں اس نسب کی فضیلت کو ظاہر فرمایا ہے عن واثلۃ ابن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ہاشم رواہ مسلم و فی روایۃ للترمذی ان اللہ اصطفی من ابراھیم اسمٰعیل واصطفی من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ ۔ وانا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب ۔ وغیر ذلک ۔ اگر شرف خاندانی اسلام میں کوئی فضیلت نہ رکھتا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت کو بلفظ اصطفی کیوں بیان فرماتے اور محدثین اس حدیث کو باب فضائل سید المرسلین صلعم میں کیوں داخل کرتے اسقدر تو بابو صاحب کو بھی مسلم ہے کہ حسب ونسب سلسلہ نبوۃ و رسالت میں ایک فضیلت مسلمہ ہے ۔ اور نیز فطرۃ انسانی بھی حسب ونسب کو فضائل میں شمار کرتی ہے پس جو حدیث آپ نے لکھی ہے کہ ان اللہ اذھب عنکم عبیہ الجاھلیۃ وفخرھا بالاباء الحدیث اسکا مطلب یہی ہے کہ مباہات اور تفاخر اس فضیلت کے ساتھ مومن کو نہیں چاہیئے نہ یہ کہ فی نفسہ شرف نسب کوئی چیز نہ ہو ۔ ورنہ کلام مخبر صادق میں تناقض واقع ہوگا ۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں نے اس فضیلت میں ایک بڑی افراط کر دی ہے اور جو مسلمان یہ شرف نسب نہ رکھتے ہوں ان کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں لہذا تعلیم اسلام نے ایسی افراط کو مذموم قرار دیا ہے اور تمام کرامت اور بزرگی کا دارمدار تقوی کو فرمایا ہے کما قال تعالی یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر اس آیت سے چند فوائد حاصل ہوئے اول یہ کہ وہ تفاخر بالانساب جو دوسرے مومنوں کو بسبب نہ ہونے عالی خاندان کے محقر جانا جاوے کچھ حقیقت نہیں رکھتا دوم یہ کہ خاندان اور قبائل اللہ تعالی سے مقرر کیے ہوئے ہیں جو بلفظ جعلناکم محل مدح میں اور امتنانا فرمایا گیا ہے اور نیز انکی حفاظت بھی منظور نظر الہی ہے تاکہ معرفت اور تعارف باہمی محفوظ رہے پس حفاظت نسب کی

بھی پسندیدہ ہے تاکہ مضمون لتعارفوا کا جو اس جبل سے مقصود الٰہی ہے پورا حاصل ہو اور دار مدار کرامت عند اللہ کا تقویٰ ہی ہے اور عند اللہ اتقیٰ ہونا کسی کا ہر ایک کو نہیں معلوم اُسکا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے یا جسکو اللہ تعالےٰ اسکا علم دیوے پس خلاصہ یہ ہے کہ باوجود تسلیم اس امر کے کہ نبوت اور رسالت میں فضیلت حسب و نسب بھی چاہیے جیسا کہ بابو صاحب نے صفحہ ۹۴ سطر ۲ میں اقرار کیا ہے اور باوجود اس کے کہ فضیلت حسب اور نسب کی اسلام میں اعتبار کی گئی ہے پھر بھی یہ کہنا کہ اُن ابتداع انبیا کے لیے جو علیٰ وجہ البصیرۃ دعوۃ خلق اللہ کے لیے مبعوث ہوئے ہوں جیسا کہ مہدی معہود اور مسیح موعود اُسکے لیے حسب و نسب کا ہونا کچھ ضرورت نہیں کیسا تناقض ہے اور مخالف ہے اُس حکیم مطلق کی حکمت کے جس کا کوئی فعل اور قول خالی از حکمت نہیں ہے اور قطع نظر خلاف حکمت الٰہیہ ہونے کے فطرت انسانی بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرتی کہ انبیا اور مرسلین جو مصلح اور مطاع خلق ہوتے ہیں وہ قوم اراذل سے مبعوث ہو دیں اور پھر تمام خلق کو اپنی اطاعت کے لیے دعوت کریں اور پھر اس خلاف حکمت اور فطرت پر واللہ یختص برحمتہ من یشاء اور یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی اور وھو علیٰ کل شئ قدیر۔ وغیرہ کو شاہد گردانا مثل لا تقربوا الصلوٰۃ کے عدم جواز نماز کے لیے دلیل گردانا بڑی جہالت اور سفاہت ہے مختصر بیان اُسکا یہ ہے کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی ذلیل قوم نصوبی وغیرہ کو رسول مفترض الطاعۃ کر کر خلقت کی اصلاح کراوے بلکہ یہ معنی تو منافی ہیں مضمون آیت کے کیونکہ یہ آیت جواب اُن کفار کا ہے جو کہتے تھے کہ جبتک رسولوں کی مانند خود ہمکو معجزات نہ دیے جاوینگے تب تک ہم ایمان نہیں لاوینگے کما قال تعالےٰ واذا جاءتھم اٰیۃ قالوا لن نؤمن حتیٰ نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللہ یعنی مکذبین خود رسول بننا چاہتے تھے اُس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ تم میں لیاقت اور استعداد رسول ہونے کی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ ہی نفوس انسانی کی استعدادوں کا علم تامہ رکھتا ہے کہ کونسا نفس قابل رسالت مجمع فضائل انسانیہ کا ہے جو استعداد و قابلیت رسالت کی رکھتا ہو پس اُسی کو جو اللہ تعالےٰ کے علم میں مجمع فضائل انسانیہ کا ہے رسول گردانتا ہے۔ اس آیت میں رسول کے لیے نفی فضیلت نسب و حسب کی جو مقتضائے حکمت الٰہیہ ہے کب کی گئی ہے * اور دوسری آیت یوں ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ رسول کے لیے تمام فضائل و کمالات انسانیہ ہونے ضروری ہیں ورنہ آخر آیت میں واللہ

* نوٹ۔ بابو صاحب کا یہ ایک دجل ہے کہ طالوت اور لقمان کو قوم اراذل سے قرار دیتا ہے اور اُن کے علو نسب کی نفی کی ہے باوجودیکہ طالوت اور لقمان عالی خاندان بنی اسرائیل سے تھے حق میں بنی اسرائیل وارد ہے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین وغیرہ ذالک من الآیات۔ منہ

ذوالفضل العظیم کیوں فرمایا جاتا مطلب یہی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ مالک فضل عظیم کا ہے
لہٰذا اپنے رسول کو تمام فضائل انسانیہ سے حصہ عطا فرماتا ہے پس یہ آیت بھی منافی اُس فضیلت حسب و
نسب کی نہیں ہے جو عین مقتضائی حکمت ہے بلکہ مثبت ہے اور آیت یخرج الحی من المیت الآیہ
کے بھی معنے یہ نہیں ہو سکتے کہ قوم اراذل سے اللہ تعالےٰ رسول پیدا کرتا ہے کیونکہ خود آپ نے
آگے اس کے وھو العزیز الحکیم لکھا ہے پس اُسکی عزت اور حکمت کب تقاضا کرتی ہے کہ
اُس کے رسول قوم اراذل سے ہوں بلکہ معنی اس کے آپ کے مذاق پر بھی یہ ہیں کہ رسولوں کے
ذریعہ جاہلوں میں سے مومن اہل علم پیدا کر دیتا ہے آخر تک کیونکہ اس آیت کے آخر میں و
یحیی الارض بعد موتہا واقع ہے پس جیسا کہ احیاء ارض کا ذریعہ بارش کے ہوتا ہے ایسا ہی
احیاء اہل ارض کا بواسطہ انبیا اور مرسلین کے ہوا کرتا ہے پس سیاق آیت کا صریح دلالت کرتا
ہے کہ یخرج الحی من المیت بذریعہ مرسلین کے کیا جاتا ہے تو مرسلین کی شان میں جملہ فضائل
اور کمالات انسانیہ ہونے چاہئیں تاکہ اہالی ارض کو کوئی عذر ان کے قبول کرنے میں باقی نہ رہے
اور ایک جگہ پر اس آیت کے آگے ومن یدبر الامر یہی ہے جو دلالت کر رہا ہے کہ انبیا و
مرسلین کا قوم اراذل سے ہونا اُسکی تدبیر و حکمت کے خلاف ہے۔ اور آیت کُنتم خیر
اُمۃ اخرجت للناس الآیہ صحابہ کرام کے بہتر اور افضل ہونے پر نص صریح ہے اس آیت
سے نعوذ باللہ اُنکا اراذل ہونا جو بابو صاحب نے سمجھا ہے بڑی عظیم الشان غلطی کی ہے
اور آیت ما قدروا اللہ حق قدرہ بھی صریح بابو صاحب کے مدعا کو رد کر رہی ہے یعنی جو لوگ
اللہ تعالےٰ کے رسولوں کو قوم اراذل سے ہونا تجویز کرتے ہیں اُنھوں نے اللہ تعالےٰ کی قدر
جیسی کہ حق قدر کرنے کا ہے نہیں کی کیونکہ اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ
یصطفی من الملئکۃ رسلا و من الناس یعنی اللہ تعالےٰ چن لیتا ہے فرشتوں اور
آدمیوں میں سے رسولوں کو پس سیاق آیت کا صریح دلالت کر رہا ہے کہ انبیا و مرسلین جامع
کمالات انسانیہ کے ہوتے ہیں جو تمام آدمیوں میں سے منتخب اور مصطفیٰ کیے جاتے ہیں نہ
کہ قوم اراذل سے پیدا ہوں علی ہذا القیاس آیت ما لکم لا ترجون للہ وقارا بھی ہمارے
مدعا کے لیے مفید ہے اور بابو صاحب کے مدعا کو رد کر رہی ہے کہ وہ تو اللہ تعالےٰ کا کچھ بھی
وقار نہیں کرتے کہ اُس کے رسولوں کو قوم اراذل سے ہونا تجویز کرتے ہیں و نعوذ باللہ
من ھذہ الھفوات کیونکہ سیاق آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ قد خلقکم اطوارا
یعنی ہمکو مختلف طور و تیر پیدا کیا ہے کہ کوئی نسب وغیرہ میں فاضل اور افضل ہے اور کوئی
مفضول لیکن اُس کے رسول نسب میں بھی افضل ہوتے ہیں کہ اُنکو مطاع خلق کیا جاتا ہے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ آہ افسوس کہ مخاطب کو نہ علوم قرآنی سے کچھ مس ہے اور نہ علم الحدیث سے کچھ بہرہ ہے ورنہ ایسی لغویات کیوں لکھتا دیکھو اول بخاری میں ہے حدیث ہرقل کو ثم کان اول ما سئلنی عنہ ان قال کیف نسبہ فیکم قلت ھو فینا ذو نسب الی قول ہرقل فقال للترجمان قل لہ سالتک عن نسبہ فذکرت انہ فیکم ذو نسب وکذلک الرسل تبعث فی نسب قومہا انتہی موضع الحاجۃ آگے رہا انبیا اور مرسلین کے آبا کا کفر یا انکا مشرک ہونا سو البتہ یہ امر منافی انکی رسالت اور نبوت کے نہیں بیان اسکا یہ ہے کہ جو عیوب انسان میں ہوتے ہیں وہ چار قسم کے معلوم ہوتے ہیں اول تو وہ عیوب ہیں جنکو انسان بھی برا سمجھتا ہے اور عنداللہ بھی فحشا اور منکر میں داخل ہیں جیسا کہ فعل زنا کسی کی امہات میں صادر ہونا یا کسی کے آبا اور اجداد میں زانی اور زانیات کا پایا جانا ایسے عیوب سے اللہ تعالے مرسلین اور انبیا کے نسب کو بھی محفوظ رکھتا ہے کما قال تعالے اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ الآیہ اور اسی لیے ایسے عیوب کے روکنے کے واسطے شریعت اسلام میں حدود بالتعزیرات مقرر فرمائی گئیں ہیں دوسرے وہ امور ہیں جو خلق کے نزدیک تو عیوب میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالی کے نزدیک ہرگز وہ عیوب میں داخل نہیں ہیں جیسا کہ فقر اور افلاس فرمایا اللہ تعالی نے وَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ کَلَّا۔ یہ امور خود رسالت اور نبوت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور ان کے آباء و اجداد میں بھی پائے جا سکتے ہیں تیسری قسم کے وہ عیوب ہیں جو عنداللہ تو سخت عیب ہیں لیکن اکثر خلق کے نزدیک عیوب میں شمار نہیں ہوتے جیسا کہ کفر اور شرک اس قسم کے عیوب انبیا علیہم السلام کے آباء و اجداد میں پائے جا سکتے ہیں کما قال اللہ تعالے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ - چوتھی قسم کے وہ امور ہیں جو اللہ تعالے کے نزدیک آخرت میں تو لاباس بہ ہیں لیکن خلق کے نزدیک دنیا میں موجب دناءت اور رذالت کے ہیں جیسا کہ پیشہائے خسیس اور حرفہائے ادانی مثل دھوبی چھیپی وسقہ وخاکروب وغیرہ کے واضح ہو کہ اللہ تعالے کی حکمت مقتضی ہے اس امر کے لیے کہ اس قسم کے امور بھی انساب مرسلین میں نہ پائے جاویں تاکہ لوگوں پر اتمام حجت پورا ہو اور کسیکو یہ کہنے کی گنجایش نہ ہو سکے کہ ہم ایسے شخص کے کیونکر مطیع ہو سکتے ہیں جس کا باپ دادا ایک قوم اراذل چھیپی وغیرہ میں سے تھا فرمایا اللہ تعالی نے فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

وما نراك اتبعك الا الذين هم اراذلنا بادی الرای اس آیت سے ثابت ہے کہ منکران قوم نے حضرت نوح کو تو اپنے مثل ہی قرار دیا تھا لیکن اُن کے متبعین کو اراذل کہکر اپنی اطاعت سے انکار کیا جو یہ اُن کی بڑی غلطی تھی کیونکہ متبعین کے ادانی اور غربا ہونے سے متبوع کی دناءت کیونکر لازم آسکتی ہے لیکن جبکہ انبیا علیہم السلام خود ہی قوم اراذل سے ہوں تو پھر یہ اعتراض کفار کا اور زیادہ عائد ہوگا لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہے اس امر کے لیے کہ مرسلین ایک عالی خاندان سے مبعوث ہوں تاکہ منکرین پر اتمام حجت پورے طور پر ہو جاوے اور منکرین کے لیے کوئی عذر انکار کا باقی نہ رہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے قل فلله الحجة البالغة اگر اس حکمت کی رعایت نہ کیجائی تو پھر فلله الحجة البالغة کے کچھہ معنی نہ ہوں گے۔ چونکہ آپ حضرت اقدس مرزا صاحب کو مجدد و مبعوث اور مامور من اللہ تسلیم کر چکے تھے اور بعد تسلیم و تصدیق آثار تکذیب آپ سے ظاہر ہونے لگے تھے لہذا اس شرف خاندان کا ذکر بھی کیا گیا جو واسطے بعثت اور رسالت کے مقتضائی حکمت الٰہیہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علو نسب کو متعدد مقاموں پر بیان فرمایا ہے لہذا مامور من اللہ کو اپنے شرف نسب کا بیان کرنا بھی مسنون اور ماموربہ ہے اور الہام مندرجہ براہین کو آپ بھی تسلیم کر چکے ہیں خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس اور دیگر کتابوں میں بھی حضرت اقدس اپنا فارسی الاصل ہونا ثابت کر چکے ہیں اس اظہار نسب اور اُس کے اثبات سے مقصود یہی ہے کہ پیشین گوئی مندرجہ واخرین منهم لما یلحقوا بهم جسکو ہم متعدد رسائل میں بیان کر چکے ہیں ثابت کی جاوے۔ اور یہ قول مولوی عبداللہ صاحب کا کہ در عجم نسب را ہیچ اعتبار نیست کلیتاً درست نہیں ہے بعض خاندان ہندوستان میں نسباً ایسے محفوظ چلے آتے ہیں کہ بمنزلہ تواتر کے اُنکا ثبوت ہے مثلاً سادات امروہہ کہ اُنکا نسب نامہ آنحضرت صلعم تک ہر ایک خورد و کلاں میراثیوں کو وہاں کے حفظ ہوتا ہے اور ادنی ادنی تقریبوں میں انکا پڑھا جاتا ہے بلکہ میراثی لوگ جب اپنے حقوق لینے کو فصل بفصل دروازوں پر سادات کے آتے ہیں تو اُس خاندان سادات کا نسب نامہ ازبر پڑھا کرتے ہیں پس یہ قضیہ کلیہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور چنگیز خاں کا مذہب بدھ کا ہونا یا اُس کا ظالم بادشاہ ہونا حضرت اقدس کے مامور من اللہ ہونے کے لیے کچھہ مضر نہیں خواہ وہ اُن کے نسب میں داخل ہو یا نہ ہو جیسا کہ قسم سوم میں معلوم ہو چکا اور دولتمندی اور ریاست بغیر ایمان اور عمل صالح کے البتہ آخرت میں کچھہ کام نہ آویگی لیکن فی نفسہ وہ بھی ایک نعمت الٰہی ہے جسکا منکر فاسق اور فاجر نہیں کرتا ہے اگر دولتمندی نعمت الٰہی نہ ہوتی تو اللہ تعالی اُس کے ساتھہ اپنے بندوں پر منت کیوں

رکھتا تھی کہ آنحضرتؐ پر بھی منت فرمائی گئی کما قال اللہ تعالےٰ ووجدک عائلاً فاغنی۔ ۹
قولہ عاجز کو ان امور میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں۔ **اقول** چونکہ آپ مجدد نہیں مہدی
نہیں مسیح نہیں مامور و مرسل نہیں لہذا ہمکو مسلم ہے کہ آپ کے لیے علو نسب کوئی ضروری
امر نہیں کہ مثل مامورین من اللہ کے آپ کو بھی شرف خاندانی حاصل ہو اور آیت فلا
انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون۔ کفار کے لیے ہے نہ مومنین کے لیے ورنہ آیت
والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم الحقنا بہم ذریتہم کے کیا معنی ہوں گے یہ آپکی
سراپا کج فہمی ہے کہ جو آیت کفار کے حق میں وارد ہوئی ہے اسکو آپ مومنوں کے لیے قرار
دیے دیتے ہیں اور کلام الٰہی میں تعارض اور اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں و تعالیٰ شان کلام
اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ قال اللہ تعالےٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا
کثیرا **قولہ** فصل ۲۰ عاجز کو اکثر بخطابات متعلق حضرت موسیٰ الہام ہوتے ہیں آخر تک۔
اقول بابو صاحب نے خود فصل ۲ صفحہ ۶۷ میں ان تمام الہاموں کو اپنی نسبت رد کر دیا ہے
اور ان سب الہاموں کو خیالات فاسدہ قرار دیکر توبہ و استغفار بھی کی ہے چنانچہ عبارت
انکی یہ ہے ورنہ کمترین اپنے عقیدہ کی تشریح اوپر کر آیا ہے اور ایسے نازیبا و مخالف شرع
خیالات پر استغفار پڑھتا ہے استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ الخ
بلفظہ۔ اے ناظرین جو ملہم اپنے الہاموں کو گناہ قرار دیکر خود توبہ و استغفار کرے کیا وہ
الہامات کسی وقت میں پورے ہو سکتے ہیں کلا وحاشا۔ اللہ اکبر بابو صاحب کا یا تو آخر
کتاب میں یہ لکھنا کہ امید نہیں کہ مرزا صاحب اس کتاب کا جواب باصواب دے سکیں اور یا خود
ہی اپنے الہامات کو مردود اور خلاف شرع قرار دیویں صدق اللہ تعالیٰ وظنوا انہم
مانعتہم حصونہم من اللہ فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبہم
الرعب یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اگر بابو صاحب ان اپنے الہاموں کو بظن غالب بھی منجانب اللہ تصور کرتے تب بھی ہم
کچھ شرح اور تفسیر ایسی کر دیتے کہ ان کے مصداق کی صحت ہو جاتی مگر جبکہ خود بابو صاحب
نے اپنے الہاموں کا تمام تار و پود خود ہی ادھیڑ دیا تو پھر ہم انکا کیا مصداق صحیح قرار دیویں
بابو صاحب تو مانند ایک عورت عربیہ مسماۃ ریطہ بنت عمرو بن سعید بن کعب بن زید بن
مناف بن تمیم کے ہو گئے ہیں جو بڑی محنت سے سوت کاتا کرتی تھی اور کچھ عرصہ کے بعد
اس تمام سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اسکے
اس فعل کو بطور مثل کے بیان فرمایا ہے کما قال تعالیٰ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا

من بعد قوۃ انکاثا جبکہ بابو صاحب کے الہاموں کا یہ حال ہے کہ انکو خلاف شرع اور گناہ قرار دیکر ان سے توبہ و استغفار کرتے ہیں تو بابو صاحب کے ان مجتہدات یا رویا کا کیا حال ہوگا جنمیں آپ نے نکتہ چینیاں بیجا حضرت اقدس کی نسبت کی ہیں اور پھر ان خیالات فاسدہ کا حال تو سب سے زیادہ بدتر ہوگا جو حضرت اقدس کی نسبت وہ رکھتے ہیں لہذا ہم آپکی نسبت اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور سورۃ الناس پڑھتے ہیں قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس افسوس ہے ان لوگوں پر کہ بابو صاحب تو اپنے الہامات کی نسبت ایسا عقیدہ رکھیں اور وے لوگ بابو صاحب کے الہامات یا مجتہدات وغیرہ کو اس سلسلہ الٰہیہ کا جواب یا رد خیال کریں جو کتاب و سنت صحیحہ اور صدہا نشانات آسمانی سے مشید اور مستحکم ہے **قولہ** مثلاً ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء کو رویا قادیان میں ہوا کہ میری چارپائی کے نیچے ایک چاہ ہے کہ اگر میں نیچے قدم رکھوں تو اسمیں گر جاؤنگا۔

اقول ہاں یہ رویا تو آپ کی پوری ہوگئی چارپائی تو آپ کے لیے وہی حضرت اقدس سے بیعت کے لیے دو چار ہوتا تھا اور جب آپ نے بیعت سے تنزل اختیار کیا تو نیچے اس کے کنواں تھا جسمیں آپ گر پڑے ہیں **قولہ** ۵۵ اور الہام بھی ہوا کہ علیہم وتوکل علی الحی الذی لا یموت تاکید توکل کی صریح دلالت کر رہی ہے کہ ضمیر علیہم کی مخالفین حضرت اقدس کی طرف ہے کیونکہ وہ کثرت سے ہیں اور حضرت اور ان کے رفیق انکی بہت ہی قلیل ہیں اور ظلم و ایذا رسانی حضرت اقدس اور ان کے مریدین کے لیے مستعد ہیں پس اس الہام کے معنے اگر تسلیم کیا جاوے یہی ہے کہ حضرت اقدس کے ساتھ بیعت کرنے میں مخالفین سے مت ڈرو اور انکو ترک کردو اور اللہ تعالےٰ حی و قیوم پر توکل کرو اور جو تعبیر خواب کی آپ نے کی ہے وہ اس الہام کے بالکل مخالف ہے کیونکہ پھر الہام لغو ہو جاوے گا کہ تاکید توکل علی الحی القیوم تو اسی موقع پر کیجاتی ہے جہاں پر مخالفین بڑی کثرت سے ہوں پس آپ کی تفہیم صرف القاء شیطان ہے جس سے الہام لغو ہو جاتا ہے۔

تنبیہ کار آمد

اور ناظرین کو یہ اقرار بھی بابو صاحب کا یاد رہے کہ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی بابو صاحب کو مسلم ہے اور اس حدیث سے حضرت عیسیٰ کی حیات جسمانی بالکل مردود ہوئی جاتی ہے اور جبکہ بابو صاحب خود اپنے موسیٰ ہونے سے تو انکار محض کرتے ہیں بلکہ ایسے الہاموں سے وہ توبہ و استغفار کرتے ہیں ورنہ حقیقت

حسب اقرار بابو صاحب کے کوئی وجہ مشابہت بھی نہیں پائی جاتی جس سے بابو صاحب مثیل موسیٰ ہو سکیں صرف ایک وجہ شبہ بابو صاحب نے پیدا کی تھی جو دریا میں ڈوب جانا تھا مگر ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ مشابہت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اگرچہ بابو صاحب حالت طفلی میں پانی میں ڈوب گئے تھے لیکن حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا کہیں ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ موسیٰ کے لیے کوئی پیشین گوئی احادیث میں پائی جاتی ہے کہ اس اُمت میں کوئی موسیٰ آویگا پس دعوی بابو صاحب کا تو بالکل لغو اور بیہودہ ہو گیا لیکن حضرت اقدس اپنا عیسیٰ محمدی ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر چکے اور کتاب و سنت اور نشانات آسمانی سے حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت ہو چکا لہذا اس ایک حدیث سے ہی جو مسلمہ ہے کل فیصلہ ہمارا اور بابو صاحب کا ہو گیا اور وہ یہ کہ عیسیٰ بنی اسرائیلی وفات پا چکے اور بابو صاحب مثیل موسیٰ نہیں نہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود ہیں وہو المدعا **قولہ** ص۶۹ یہ الہام بھی ہو چکا تھا لا تبدیل لکلمات اللہ جس سے مراد ہے کہ پہلے احکام و حالت میں کچھ تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ **اقول** بابو صاحب نے ص۶۹ سطر ۵ میں اقرار کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ شعر مجکو الہام ہوا ہے ؎ غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ۔ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے ۔ اور یہ اشعار حضرت اقدس نے اپنے سلسلہ حقہ کے ثبات و قرار کے لیے تالیف فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے کہ یہ سلسلہ حقہ اب کسی کے روکنے سے نہیں رُک سکتا پس اس سے ثابت ہو کہ اگر لاتبدیل لکلمات اللہ کو آپکا الہام مانا جاوے تو مراد اُس سے یہی ہے کہ آپکی تکذیب یا انکار سے اس آسمانی چشمہ میں کوئی نقصان عائد نہ ہوگا لہذا آپ کی تنبیہ و تنذیر کے لیے آپکو یہ الہام ہوا ہے اور پورا ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ جس قدر مخالفین اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اسی قدر یہ سلسلہ ترقی پذیر ہوتا چلا جاتا ہے اب اس جماعت کی تعداد پچاس ہزار تک تخمیناً پہونچ گئی ہے کیوں اسی لیے کہ ؎ غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ۔ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے ولا تبدیل لکلمات اللہ پس آپ نے جو اس الہام کے معنے سمجھے ہیں وہ محض غلط ہیں اور خلاف واقعہ بھی ہیں لہذا وہ معنی وساوس شیطانی ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **قولہ** ص۶۸ فصل ۳ **اقول** اس فصل میں بابو صاحب نے چند الہام لکھکر فرمایا ہے کہ اس کے اکثر حصص مرزا صاحب کے ہی متعلق ہیں لہذا ہم ان الہاموں کو کسی قدر شرح مختصر کر کے لکھتے ہیں۔ الہام ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

ید اللہ فوق ایدیہم ۔ مدت ہوئی کہ یہ الہام حضرت اقدس کو ہوا جو اکثر رسائل قدیم میں لکھا ہوا ہے اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ آجتک بابو صاحب کے یہاں کوئی سلسلہ بیعت کا جاری نہیں ہوا بخلاف حضرت اقدس کے کہ اس الہام کے وقت سے ہزاروں آدمی بیعت حضرت اقدس میں داخل ہو گئے پس یہ الہام حضرت اقدس ہی کے حصہ میں رہا ورنہ یہ الہام آپکی نسبت کاذب رہے گا۔ الہام فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ یہ الہام البتہ آپ کے حصہ میں ہی کیونکہ پہلے اس سے آپ حضرت اقدس کو ولی اور مجدد تسلیم کر چکے ہیں دیکھو اپنی چٹھی انگریزی مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۹۶ء کو جسمیں آپ لکھتے ہیں کہ میں اُنکو ولی اور زمانہ کا مجدد سمجھتا ہوں مجھے اُن کے ساتھ ہمدردی ہے اور اکثر اُن کے لیے دعا کی ہے جسکا جواب تسلی دہ الفاظ میں ملا ہے مثلاً آپ کی چٹھی پہونچنے سے پہلے رات جو مصیبت کے متعلق مینے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تو صبحکو جو جمعہ کا روز ۱۳ اگست تھی جواب ملا وما کید فرعون الا فی تباب نہتی موضع الحاجۃ اس چٹھی سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس کی نسبت آپ بالضرور ارادت رکھتے تھے جیسا کہ مریدوں کو ارادت ہوتی ہے ہاں آپ نے عرفی بیعت نہیں کی تھی چونکہ یہ ارادت آپکی زائل ہونیوالی تھی لہذا بطور انذار کے آپ کو یہ الہام ہوا مگر افسوس کہ آپ پھر بھی متنبہ نہوے انا للہ وانا الیہ راجعون الہام فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم اُسی حسن ارادت کے لیے واقع ہوا ہے جو آپکو حضرت اقدس کے ساتھ تھی ۔ واللہ علیم بالمفسدین آپ کیواسطے ایک وعید اور انذار ہے کیونکہ کسی مجدد اور ولی کی صداقت مجددیت اور ولایت ثابت شدہ کا انکار اور تکذیب کرنا بڑا فساد ہے جسکی نسبت حدیث صحیح قدسی میں وارد ہوا ہے من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب۔ الہام لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ اس مجدد کی ارادت میں ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اعانت چاہو اور لاحول کو اپنا وظیفہ گردانو تاکہ وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہو مگر آپ اسپر کاربند نہوے بلکہ اپنے جذبات نفسانی کے مغلوب ہو کر تمام اپنا بھروسا انھیں وساوس نفسانی پر کر لیا اور حضرت اقدس کی ولایت اور مجددیت ثابت شدہ کی تکذیب اختیار کی۔ الہام ان ترن انا اقل منک مالا وولدا فعسی ربی ان یوتینی خیرا من جنتک ویرسل علیہا حسبانا من السماء فتصبح صعیدا زلقا یہ آیت دو شخصوں کے قصہ میں وارد ہوئی ہے ایک دنیا دار تھا اور دوسرا مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کے یہاں آجتک کوئی سلسلہ اعلاء کلمۃ اللہ کا قائم نہیں ہوا جسقدر روپیہ ملازمت سرکاری سے آپکو وصول ہوتا ہے وہ بعد مصارف دنیوی کے جمع رہتا ہے بخلاف حضرت اقدس کے کہ اُن کے یہاں جسقدر روپیہ چندہ مسلمانوں کا

اقتباس چٹھی بابو الٰہی بخش صاحب موسومہ بابو محمد صاحب ۱۴ اگست سنہ ۹۶ء

آتا ہے وہ سب اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف ہو جاتا ہے بلکہ بسبب کثرت مصارف مہمانوں اور مصارف طبع کتب دینیہ وغیرہ کے بعض اوقات میں حاجت قرض لینے کی پڑ جاتی ہے لہذا اس الہام میں آپ ہی مخاطب ہیں کیونکہ جو اموال کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں صرف ہوتے ہیں وہ باعتبار انجام اور ثواب کے باقی رہتے ہیں اور جو اموال فی سبیل اللہ خرچ نہ کیے جاویں وہ بالآخر فنا ہو جاتے ہیں کما قال اللہ تعالےٰ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق لہذا ثابت ہوا کہ یہ الہام آپ کے خطاب میں حضرت اقدس کیطرف سے بطور حکایت کے ہوا ہے اور کبھی نہ کبھی وقت میں آپ پر پورا واقع ہو جاوے گا ورنہ بوقت موت تو ضرور ہی پورا ہوگا کما قال تعالےٰ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاویگا جب لاد چلے گا بنجارا۔ الہام ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا۔ اس الہام میں بالضرور آپ مخاطب ہیں کیونکہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں اصحاب کہف کو عجائبات روزگار سے اعتقاد کرتے ہیں حالانکہ اس صدی میں حضرت اقدس اللہ تعالےٰ کے ایک بڑے عجائبات قدرت سے ہیں کہ اصحاب کہف میں عشر عشیر بھی اُن عجائبات قدرت کا نمونہ موجود نہیں تھا جو نشانات الٰہی اس مسیح موعود کے لیے اس زمانہ میں صادر ہوئے ہیں وہ اصحاب کہف سے کب صادر ہوئے تھے دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو لہذا اس اعتقاد اور خیال کے رد کیلیے یہ الہام آپکو ہوا۔ الہام کرمنا بنی اٰدم اور جعلنٰہ کالرھیم بھی آپکی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے کیونکہ تمام میدانوں میں حضرت اقدس کے منجانب اللہ تکریم ہوئی اور مخالفین ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ مصداق جعلنٰہ کالرھیم کے ہو گئے دیکھو واقعات کی شہادت کو۔* الہام سنۃ من قد ارسلنا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ صرف آپکی انذار کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی سُنّت ہے کہ ہمیشہ اپنے ماموروین کی نصرت کرتا ہے اور اُن کے مخالفین کو رسوا اور ذلیل کر دیتا ہے جیسا کہ خود حضرت اقدس کا یہ الہام آپکو مسلم تھا انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک اس الہام کے بھی واقعات پورے طور پر شہادت دے رہی ہیں۔ الہام اقم الصلوٰۃ و لا تھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون یہ آپ کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ آپ نماز میں دعائیں کریں اور اپنی حق ارادت میں ضعیف اور سُست نہوں اور کچھ خوف اور غم مخالفین کا نہ کریں انجام کو علو اور غلبہ اس صورت میں آپکو رہے گا ورنہ جعلنٰہ کالرھیم الہام موجود ہے۔ الہام قل رب زدنی علما میں آپکو ترغیب کی جاتی ہے کہ جو علوم فرقانی اور معارف قرآنی کے چشمے یہاں جاری ہو رہے ہیں اُن سے فیض حاصل کر کر اپنے علم کی

* اور یہ الہام حضرت اقدس کا براھین میں درج ہے

ترقی چاہو لیکن معہذہ التاکیدات ان تمام علوم کے چشموں پر پہنچکر بے بہرہ ہوگئے یہ انکی قسمت کی خوبی ہے ولنعم ماقیل ؎ قسمت تو دیکھیے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ؛ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا ؛ اور یاد رکھیے یہ سلسلہ حقہ تو روز افزوں ترقی کر رکھا ہے آپ کا عصا اسکا سد راہ نہوسکیگا قال اللہ تعالی لو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات ومن فیھن بل اتیناھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون ؛ غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ؛ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھہ پیش جاتی ہے ؛ - **الہام** قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ؛ **اقول** اس الہام کی شرح میں بابو صاحب نے کشف الغطا کی عبارات پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی ۱۹ سالہ کارروائی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے نہیں تھی بلکہ صرف واسطے تعریف مخلوق یعنی گورنمنٹ کے لیے تھی جو کشف الغطا سے یہ راز نہفتہ سر بمہر ظاہر ہوگیا وکذا وکذا - یہ نکتہ چینیاں بابو صاحب کی بسبب نادانی اور جہالت کے تعلیم اسلام و قرآنی سے کی گئیں ہیں بیان اسکا مختصر یہ ہے کہ کشف الغطا اور نیز دیگر رسائل میں جو کچھہ خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی گئی ہے اللہ تعالی کے اوامر اور نواہی کی تعمیل کے لیے کی گئی ہے جو عین عبادت ہے اس اوامر اور نواہی الٰہیہ کو مخالف اسلام سمجھنا کیسی حماقت اور جہالت ہے فرمایا اللہ تعالی نے سیپارہ ۲۸ رکوع ۸ میں لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون ؛ پس بموجب اس ارشاد ربانی کے جو خیر خواہی گورنمنٹ کی حضرت اقدس نے کی ہے وہ موجب محبوب الٰہی ہونے کا ہے اور باوجود اس خیر خواہی گورنمنٹ کے مذہب عیسائی کا باطل کرنا اور کسر صلیب اور اثبات موت مسیح کے پیچھے پڑنا جیسا کہ بابو صاحب کو نسبت حضرت اقدس کے اسکا اقرار ہے اس زمانہ صلیب پرستی میں کسقدر عظیم الشان اعلاء کلمۃ اللہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی عبادت ہی نہیں ایسی کارروائی کو دو رخی قرار دینا کتنی بڑی جہالت ہے ؎ ہر کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ؛ بہر حال یہ اقرار بابو صاحب کا منصب مسیح موعود کے ثبوت کیلیے جو بکسر الصلیب ہے نشانات الٰہیہ میں سے ایک نشان ہے ؎ والفضل ما شہدت بہ الاعداء ؛ باقی اور مسائل کی شرح جو حصہ ۱ نمبر ۲ میں بطور اعتراض کے پیش کی گئی ہیں سابق گذر چکی - اور البتہ آپکی یہ کارروائی دورخی بالضرور ہے کہ ادھر تو کہتے ہو کہ ہم بھی ایسی سرکار کی بدخواہی و مخالفت کا خیال نہیں کرتے الخ کیونکہ آپ ایسے مہدی کے منتظر ہیں کہ جو آتے ہی تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیگا اور چونکہ زمانہ مہدی کا باتفاق فریقین بہت ہی قریب ہے اگر یہ مہدی آپکے وقت میں آگیا تو آپ کس کے شریک ہوں گے اپنے مہدی کو یا عیسائیوں کو

پس آپ کے لیے ہر دو مشکل ہے اگر گوئی مشکل و گرنہ گوئی مشکل ایسے عقائد کے اظہار میں تو آپ گورنمنٹ عالیہ کے بدخواہ ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کے اظہار میں منافق ہوے جاتے ہیں سے ایہم رفتہ آہنم رفتہ درپے جانان جان ہم رفتہ ۔ پس مصداق الہام ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء یوم پیر کے یعنی قل هل انبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وهم یحسبون انہم یحسنون صنعا کے مصداق آپ ہی رہے اور یہ آپکا الہام آپ ہی پر وارد رہا اور جو حدیث آپنے لکھی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتجدن اشر الناس یوم القیمۃ ذالوجہین الذی یاتی ہؤلاء بوجہہ وہؤلاء بوجہہ متفق علیہ ۔ قال رسول اللہ صلعم من کان ذا وجہین فی الدنیا کان لہ یوم القیمۃ لسان من نار رواہ الدارمی کی وعید آپ پر ہی وارد ہے ولنعم ما قیل چاہ کندہ را چاہ درپیش ۔ **شعر** حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد ۔ ہمچو آن شیرے کہ برخود حملہ کرد ۔ **قولہ** ص۲ وہ کون دانشمند تھے جنھوں نے وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ہے **اقول** اے بابو صاحب اتنے چند مدت سے الحکم میں بھی مبائعین کے نام درج ہونے لگے ہیں خواہ وہ سرحدی ہوں یا غیر سرحدی پس وہی لوگ ایسے ہیں جو ایسے فاسد عقائد وحشیانہ سے توبہ کرتے چلے جاتے ہیں چونکہ ایسے لوگ ہزاروں اس سلسلہ میں داخل ہوے اور ہوتے چلے جاتے ہیں لہذا ان کے داخلہ کا دفتر علحدہ ہے ہر ایک کتاب یا رسالہ میں ان سب کے نام کیونکر درج ہوسکتے ہیں آپ الحکم کو ملاحظہ کیجیے تاکہ کالشمس فی نصف النہار آپکو اسکا ثبوت واضح ہوجاوے اور وفات مسیح کا ثبوت تو اب ایسا واضح ہوگیا ہے کہ قبر تک کا وجود بتلا دیا گیا اور اب یہ مسئلہ تو قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہوگیا ہے اور آپ نے بھی اسی عصاء موسیٰ میں حدیث لو کان موسی و عیسی حیین الحدیث کو تسلیم کرلیا ہے جس سے وفات مسیح ثابت ہے اور باقی مسائل یعنی شرح لیلۃ القدر نزول ملائکہ تاثیر کواکب وغیرہ کی جو ہماری کتابوں تحذیر المؤمنین وغیرہ میں لکھی گئی ہے اُسکا جواب آجتک کسی مخالف مولوی محمد حسین وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکا پھر آپکو شرم نہیں آتی کہ جو مسائل ہمارے لاجواب ثابت ہوچکے ہیں انکو بار بار بطور اعتراض کے پیش کیے جاتے ہو کچھہ تو خوف اور خشیۃ الٰہی کو اپنے دلمیں جگہ دی ہوتی ۔ **قولہ** حاشیہ ص۳ یہ موقع اظہار مدح و تعریف بھی قابل غور ہے یعنی کسی جگہ پر تو مسیح علیہ السلام کی یہ تعریف اور کسی جگہ مذمت **اقول** بریں فہم و دانش بباید گریست ۔ اے بابو صاحب یہ دونوں امر یعنی مدح اور مذمت الزامات حسب عقائد عیسائیان بیان کی جاتی ہیں نہ اپنے مذہب اسلام کے بموجب اور یہ طریق مناظرہ کہ مسلمات خصم کے بموجب خصم کو قائل کیا جاوے اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں جابجا استعمال فرمایا ہے لہذا حضرت اقدس نے واسطے رد کرنے کفارہ وغیرہ کے اس طریقہ کو اکثر جگہ پر استعمال کیا ہے پس ناواقفی اس عمدہ طریق مناظرہ سے موجب ایسی بیجا نکتہ چینیوں کا ہوتا ہے ورنہ ہر سخن وقتے و

ہر نکتہ مقامے دارد۔ مثلاً اسجگہ پر حضرت اقدس نے مسیح کی نسبت یہ مدح کی کہ جسکو انجیل میں نور کہا گیا
و لکذا و لکذا اُسی کی نسبت عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ وہ تین روز تک ملعون بھی رہا یعنی مردود خدا کا
دشمن دل سیاہ خدا سے برگشتہ معرفت الٰہی سے نابینا جو مفہوم لعنت کا ہے اُسکا مصداق ہوا کس قدر
غلطی عظیم الشان ہے پس بطریق مناظرہ کسقدر عمدہ ہے کہ کوئی عیسائی اسکا جواب دے سکا ہی نہیں سکتا
علیٰ ہذا القیاس ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹-۱۰ میں واسطے ابطال الوہیت اور ابنیت مسیح کے انہیں کے
مسلمات سے الزاماً درشت الفاظ بھی لکھے گئے تو اسمیں کیا محذور ہے۔ **قولہ** جسطرح میرزا صاحب
کے مسائل سب سے نرالے ہیں اسیطرح پر آپ کا حساب بھی انوکھا اور عجیب ہی کشف الغطا مطبوعہ ۲۷
دسمبر ۹۸ء میں سرکاری خدمات کا عرصہ ۱۹ برس لکھا ہے اور ستارہ قیصرہ مطبوعہ ۲۴ اگست ۹۹ء
میں ۲۲ و ۲۳ سال لکھے ہیں اور درخواست ۲۷ دسمبر ۹۹ء میں ۲۰ سال لکھے ہیں صفحہ ۱۱ **اقول** بابو صاحب
چونکہ آپ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں اسواسطے حساب تحقیقی پر زور دینا چاہتے ہیں لیکن یہاں پر نہ تو
سنین یا شہور کے کسی صلہ کی درخواست ہے جو حساب تحقیقی کیا جاتا بلکہ یہ حساب تخمینی اور تقریبی
ہے اور تخمینہ کا حساب بھی کل دفاتر سرکاری میں پایا جاتا ہے اور جو اشخاص جبر مقابلہ اور اقلیدس
علم ہندسہ پڑھے ہوئے ہیں اُنکے یہاں بھی تکدمہ اور اسٹمس اور بجٹ طیار کیا جاتا ہے مگر کوئی محاسب
اور کوئی اگزمینر ایسے فروق پر اعتراض نہیں کرتا اور جبکہ خود حضرت اقدس ۲۲ یا ۲۳ سال تحریر
فرماتے ہیں جو قرینہ ہے کہ اسجگہ پر تحقیقی حساب منظور نہیں تو اس سے صریح ثابت ہے کہ اسکا حساب
تحقیقی حضرت اقدس کے مدنظر نہیں ہے بلکہ تخمینی اور تقریبی حساب منظور نظر ہے مگر جو شخص آنکھوں کا
بھی اندھا ہو اور بصیرت قلبی اُسکی مفقود ہو گئی ہو تو وہ ایسے قرائن جلیہ کو کب سمجھ سکتا ہے کسی
عالم ہندسہ اور اقلیدس سے آپ دریافت فرمالیں کہ علاوہ حساب تحقیقی کے ایک تخمینہ اور تکدمہ بھی
ہوا کرتا ہے **فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون** ۔ اور پھر آپ نے اتنا بھی خیال کیا
کہ حساب عدد کا نہ جاننا بھی ایک صفت اور امارت ہے اس خلیفۃ آخر الزمان کی یاد کرو **وکا یعد**
عداً رواہ مسلم آپ نے ہمکو یہ اعتراض کر کر اس امارت کو یاد دلادیا ؎ عدو شود سبب خیر گر
خدا خواہد ۔ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ ست ۔ اور اسیوجہ سے وہ تکریم اور اعزاز گورنمنٹ کے
نزدیک حضرت کا ہے جو اقلیدس جبر مقابلہ علم ہندسہ و حساب پڑھے ہوئے لوگوں کا ہرگز نہیں
؎ ہیبت حق است ایں از خلق نیست ۔ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست ۔ **قولہ** صفحہ ۲۵
حدیث نواس بن سمعان میں ہے کہ ایکدن مثل سال کے اور ایکدن مثل مہینہ کے اور ایکدن مثل
جمعہ کے ہوگا۔ الخ **اقول** اس حدیث کے نقل کرنے سے بابو صاحب کی یہ غرض ہے کہ جیسا
کہ حضرت مرزا صاحب کی انذاری پیشین گوئیوں کی میعاد کے حساب میں غلطی ہے اور یہاں بھی

آٹھ ماہ کو چار سال کر دیا ہے اسیطرح پیر دجال کے زمانہ میں ہوگا یعنی حضرت مرزا صاحب بھی دجال ہیں کہ میعاد پیشین گوئیوں میں ایسا حساب کرتے ہیں جو دجال کے دنوں میں ہوگا اسجگہ پر بابو صاحب نے اپنے خدا کو بھی دجال قرار دیدیا کیونکہ ایک دن کو مثل ایک ہفتہ کے گردانا فعل خداوندی ہے نہ فعل انسان پس جیسا کہ حضرت اقدس عم بابو صاحب کے زعم میں آٹھ ماہ کو چار سال کر دینے سے نعوذ باللہ دجال ہو گئے تو پھر بابو صاحب کا خدا ایک ہفتہ کو مثل ایک دن کے گرداننے سے دجال کیونکر نہ ہوگا کہ بابو صاحب کے نزدیک علت دجالیت تو خدا میں بھی پائی جاتی ہے ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول۔ اب بالآخر یہ گذارش ہے کہ جو عقائد آپ کے مہدی خونی کے بارہ میں ہیں وہ اگر آپ کے نزدیک صحیح اور درست ہیں تو مدعا حاصل و الہام بھی آپکا صحیح ہے قل ھل انبئکم بالاخسرین اعمالا الا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ کہ تمام کوششیں آپکی اسی دُنیا کے لیے ضائع ہوئیں اور عقائد مہدی خونی کو گورنمنٹ سے پوشیدہ کرتے رہے اور منافق بنے رہے جو ملہم ہونیکے محض مخالف ہے کجا ملہم اور کجا منافق اور اگر وہ عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ جو ہم دربارہ مہدی آخرالزمان عقائد رکھتے ہیں وہ صحیح اور حق ہیں تو بسبب عدم قبول حق کے آپ گمراہ اور رانده درگاہ الٰہی ہو گئے وماذا بعد الحق الا الضلال **قولہ** خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے مضبوط بنائے ہوئے دو تین جوڑے ہوئے پتنگ معہ ڈور میرے سر پر کٹ کر یا ٹوٹ کر آپڑے پھر بہت ڈور کھینچتا رہا جو بہت مضبوط تھی تو عصائے موسیٰ کے ساتھ یہ کام کر رہا تھا اس کے بعد الہام ہوا لا یخاف لدی المرسلون سربلند۔ **اقول** اس رویا کی تعبیر جو بابو صاحب نے لکھی ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ رسالہ ضرورۃ الامام اور مولوی عبد الکریم صاحب کا خط اور معافی انکم ٹکس کا تازہ نشان وہ تین پتنگ نہیں ہو سکتے جو رویا میں بابو صاحب کو دکھلائے گئے خود بابو صاحب نے دوآخری کی نسبت لکھا ہے کہ میرا ان سے کچھ تعلق نہیں اور ضرورت الامام ایک ایسی شے ہے کہ بابو صاحب کو بھی مسلم ہے پھر وہ کیونکر قطع ہو سکتی ہے اور آپکا عصا نہ تو موعود ہے اور نہ اسکو کسی طرح کا استقلال اور قرار ہے اُس کے الہامات مندرجہ کی نسبت آپ خود معتقد اُن کے من جانب اللہ ہونیکے نہیں ہیں پس وہ عصا مصداق اس آیت کا ہے ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار پس جبکہ یہ تعبیر آپ کی خود آپ کے مسلمات کے بموجب غلط محض ثابت ہو چکی تو اب ہم تعبیر صحیح اسکی بیان کرتے ہیں گوش خر بقدر دش و دیگر گوش خرہ کین سخن را در نیابد گوش خرہ اس صفحہ نمبر ۴ میں آپ خود تحریر

فرماتے ہیں کہ خواب نامہ میں پتنگ کی تعبیر باد فروش و دروغگو ہی لکھی ہے پس وہ تین پتنگ سے
مراد آپ کے تینوں رفیق ہیں جو انتہا درجہ کے باد فروش اور دروغگو ہیں جو وہ خود بھی اپنی باد
فروشی کے سبب اڑتے ہیں اور آپ کے سر پر بھی چڑھے ہوئے ہیں اور ۳۰ تار کی ڈور آپکی کتاب
ہے کیونکہ ۳۰ جزو کی ہے جو آپ خود بخود اسکو قطع کرتے چلے جاتے ہیں اور مصداق مندرجہ آیت
ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا کے ہوتے چلے جاتے ہیں کما مر بیانہ
اور پھر آپ کے الہام لا یخاف لدی المرسلون - اور سربلند ہے - قابل غور ہیں کیونکہ آپ
مرسل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور حضرت اقدس کا یہ دعویٰ تو ایسا پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے
کہ آپ خود بھی تسلیم کر چکے تھے میں اس الہام میں عالم مثال سے آپکو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس مرسل
من اللہ کو کسی طرح کا خوف وہراس میرے نزدیک سے واقع نہیں ہوگا اور سربلند بھی رہیگا
کیونکہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی وعدہ حتمی ہو چکا ہے اور پتنگ کی تعبیر میں جو آپنے لکھا ہے
کہ تجربہ ہوا ہے کہ پتنگ کی تعبیر دشاید بسبب کم حوصلگی وشیخی بلند پروازی کے اسفلہ و
کمینہ ہوتی ہے یہ بھی آپ کے واسطے بخوبی صادق ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا کمینہ پن
اور سفلہ پن ہوگا کہ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو جو من حیث النسب سید نہیں تھے
آپ جا بجا سید ہی لکھتے چلے جاتے ہیں جسمیں آپ کی دو غرض ہیں اول تو اپنے پیر مردہ کی
بڑائی اور چونکہ پوتی مولوی عبد اللہ صاحب کی آپ کے عقد نکاح میں آئی ہوئی ہے لہذا اس کا
سیدانی قرار دینا مدنظر ہے تاکہ رشتہ مصاہرت کا سادات کے ساتھ آپکو حاصل ہو جاوے والی لہ ذالک
مگر افسوس کہ آپ نے ان وعیدوں کا کچھ بھی خیال نہ فرمایا جو اس انتساب بیجا کے لیے احادیث
میں وارد ہوئے ہیں اور نہ قرآن مجید کی تاکید کا لحاظ کیا کہ متبنیٰ تک کو بھی بیٹا کسی کا کہنا منہی
عنہ قرار دیا گیا ہے اور جو متبنیٰ کا اصلی باپ ہو اسی کے نام سے اسکا پکارنا مامور بہ ہے کما
قال تعالیٰ ادعوهم لاباءهم هو اقسط عند الله مگر یاد رہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب
مرحوم اس گناہ سے بری اور پاک ہیں کیونکہ وہ تو خود بخود بموجب آپ کے اقرار مندرجہ عصا
کی اپنی نسبت سید قرار نہیں دیتے تھے بلکہ واسطے اخفاء اپنے نسب کی یہاں تک کہتے تھے کہ در عجم نسب را ہیچ اعتبار نیست
اس تمام نکال اور وبال کے مورد آپ ہی ہیں کہ خواہ مخواہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو آپ
سید ہی لکھتے ہیں اور ہمارے پاس انکی سید نہ ہونے کی بڑے بڑے ثبوت ہیں جو اپنے محل پر
ہم انکو تحریر کریں گے بالفعل ایک کارڈ کی نقل بلفظہ کرتے ہیں جس کے کاتب ملا عبد اللہ
صاحب اخوند ساکن موضع کھنڈ تحصیل صوابی ضلع پشاور کے ہیں اور بذریعہ ڈاک سرکاری
کے بنام بابو شاہ دین صاحب اسٹیشن ماسٹر ہوتی مردان کے پہنچا ہوا ہے اور ہمارے پاس بجنسہ

موجود ہے جو شخص چاہے آکر دیکھ لے وہو ہذا۔ بعد از سلام اصلی نام اُسکا اعظم قوم کلال علجی (کمہار) میں ترکی ہے جو مشہور مولوی عبد اللہ پر تھے اور زیادہ پتے اُس کے مجھکو کچھ نہیں ہے جو معلوم تھا خدمت میں تحریر کر دیا ہے اگر زیادہ کوشش درکار ہو پشاور میں جاکر کابلیوں سے دریافت کروں گا اگر حاجت ہووے جواب تحریر کرنا فقط ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء مطابق الرمضان سنہ ۱۳۱۹ھ اور الحال ایک مولوی عبد الرحمن صاحب اخوند زادہ نے جو مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کے احوال سے زیادہ تر واقف ہیں اور اُن کے ہموطن بھی ہیں معرفت بابو حضرت شاہ دین صاحب موصوف کے ایک تحریر مجھکو دی ہے جو اُسکو بھی بلفظہ نقل کرتا ہوں وہو ہذا۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ جہانتک مجھکو علم ہے مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم المعروف غزنوی کا اصلی نام اعظم تھا اور وہ غلجی قوم میں سے تھے سید ہرگز نہیں تھے اور نہیں اُنھیں موضع کوٹھہ تحصیل صوابی کے گرد و نواح میں جہاں کے وہ مرید تھے کبھی سید سمجھا گیا۔ العبد مولوی عبد الرحمن آخوند زادہ ساکن موضع دھوبیان تحصیل صوابی ضلع پشاور۔ آپ فرمائیے کہ جو شخص اپنی سید ہونے سے خود انکار کرتا ہو اور اُس کے ہموطن مشاہیر علما نفی سیادت یعنی مولوی عبد اللہ صاحب میں یہ بیان کریں جو اوپر مذکور ہوا معہذا آپ اُسکو اپنی اغراض فاسدہ کے حصول کے لیے سید قرار دیں تو فرمائیے کہ وبال و نکال اسکا کسپر واقع ہوگا اس موقع پر وہ الہام حضرت اقدس کا جو مدت سے ہو چکا ہے کیسا واقع ہوا کہ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک **قولہ** ص۷۶ و ۷۷، فصل ۱۳۔ قادیان سے واپس آکر تو الہامات و احکامات کی بارش شروع ہو گئی۔ **اقول** الہامات کی بارش ہونے سے آپکو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جبکہ نمبر ۳ میں خود آپکا یہ اقرار ہے (۳) ممکن ہے ان کے فہم میں کچھ خطا و غلطی ہو کیونکہ شاید ذو الوجوہ ہوں مجازات و استعارات وغیرہ کے سبب سے ہی منتقدین نے الہامات کو ظنی قرار دیا ہے اور اسی لیے عاجز کو ان تفہیمات پر اصرار نہیں انتہی بلفظہ جبکہ آپ کے الہامات بھی ظنیات کا ذخیرہ ہیں کما اقررتم اور انکی تفہیم بھی مشکوک پھر معہذا اکثر حصہ اُن کا براہین وغیرہ سے ماخوذ ہے تو پھر امور مشکوکہ کی نسبت قرآن پاک کا یہ فتویٰ ہے کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اور پھر چونکہ بابو صاحب کو اپنی تفہیمات پر بالکل اعتماد اور اعتبار نہیں ہے اور اُن تفہیمات میں شک در شک ہی لہذا ہمکو ضروری ہوا کہ اُنکی تفہیمات موافق کتاب و سنتہ کے بطور یقین کے لکھدیں اگر آپکو ان تفہیمات سے بسبب کبر و عناد کے کچھ فائدہ حاصل نہوا تو کسی دوسرے ہی کو نفع حاصل ہو جاوے گا **الہام اول** انما انت منذر من یخشاھا اہل الہام سے آپکی تنبیہ منظور الٰہی ہے کیونکہ مدت ۲۰ یا ۲۲ سال سے آپ حضرت اقدس کے اس الہام کو

تسلیم کرچکے تھے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نکیا لیکن خدا
اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر
کردے گا۔ یہ آیت آپکو اسواسطے یاد دلائی گئی ہے کہ اس نذیر سے جو آپکو کچھ نفع دینی حاصل
نہوا اُسکا سبب یہی ہے کہ آپ میں خشیۃ الٰہی موجود نہیں تھی۔ الہام دوم مردو دعلی
النفاق آپ معہ رفقا کے جو ایک مدت تک حسن ارادت اس دنیا کے نذیر کے ساتھہ ظاہر کرتے
رہے وہ مبنی علی النفاق تھی لہذا اُس ارادت ظاہری سے آپکو مطلع کیا گیا کہ فی الحقیقت وہ
منافقانہ تھی نہ مخلصانہ الہام سوم کانتا رتقا ففتقنا ھما اس اپنے الہام کی تفہیم میں
بابو صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب و مولوی عبد الکریم کی علحدگی کی تفہیم ہے اور اس تفہیم پر شاہد
پیش کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے مضمون دعا کو مولوی عبد الکریم صاحب نے الحکم ۱۷ ار
اگست ۹۹ء میں رد کیا ہے اور باب سوم میں اس علحدگی کا ذکر اپنے زعم میں مفصل کر کر لکھا ہے کہ یہ
الہام اس علحدگی سے پورا ہوگیا اور شاید کچھ آیندہ بھی ہو فقط اقول باب سوم کا جواب تو ہم اپنے
محل پر یعنی رد باب سوم میں انشاء اللہ تعالے مفصل و مبرہن تحریر کریں گے مگر اسجگہ پر مختصر الہام
کا جواب دیا جاتا ہے واضح ہو کہ وہ مفہوم آیت مذکورہ کا جو بابو صاحب نے اپنی کج فہمی سے سمجھا ہے
وہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ آسمانوں کا جو زمین کے ساتھہ رتق اور فتق کا تعلق اور رشتہ ہے
وہ قیامت تک منفک نہیں ہوگا بلکہ فیوض اور برکات خواہ جسمانی ہوں یا روحانی آسمانوں سے
قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے اور زمین اُنکو قبول کر کر نتائج اور ثمرات اُن فیوض کے دنیا کو
پہونچاتی رہے گی اور یہی مطلب ہے آسمانوں اور زمین کے کھولدینے سے پوری آیت یوں ہے اولم
یرالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنا ھما اس آیت میں اللہ تعالی منکرین
نبوۃ کو سمجھاتا ہے کہ کیوں منکرین آسمانوں اور زمین پر نظر نہیں کرتے کہ کسطرحپر ہمنے اُنکو کشادہ کردیا ہے
آسمانوں سے انوار نازل ہوتے ہیں اور باران رحمت آتا ہے وغیرہ وغیرہ اور زمین ان سب امور فیضیہ کو
قبول کر کر انواع انواع کے نباتات جسمانی و روحانی اپنے میں سے نکالتی ہے اور پھر اُسمیں سے چشمے اور
نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس تدبیر سے تمام انتظام روحانی و جسمانی دین و دنیا کا کیا جاتا ہے جیسا
دوسری جگہ اللہ تعالے فرماتا ہے فلینظر الانسان الی طعامه انا صببنا الماء صبا ثم
شققنا الارض شقا فانبتنا فیها حبا و عنبا و قضبا و زیتونا و نخلا و حدائق غلبا و
فاکهة و ابا متاعا لکم و لانعامکم پس جسطرحپر آسمان اور زمین کو گاہے رتق اور گاہے فتق
کر کر یہ انتظام جسمانی کیا گیا ہے اُسی طرحپر فیوض روحانی یعنی برکات نبوۃ کے جو الہامات و مکالمات
الٰہیہ ہیں اللہ تعالے زمین پر نازل فرماتا ہے جس سے مواد قابلہ فیضیاب ہوتے ہیں نہ غیر قابلہ

۵

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭ اس آیت میں مخالفت اور تفریق یا جدا کر دینا کہ ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے کیونکر پایا جاتا ہے بلکہ آیت مذکورہ تو ہدایت فرما رہی ہے کہ یہ آسمان و زمین کا رتق و فتق ارضی و سماوی ہمارا فعل ہے جس سے انتظام دینی و دنیوی مربوط ہو رہا ہے اسکو کوئی دوسرا زائل نہیں کر سکتا اس سے یہ کیونکر سمجھا گیا کہ مولوی عبد الکریم جیسے عاشق زار مسیح موعود سے مخالف ہو جاوینگے اور جو مخالفت اپنی کج فہمی سے بابو صاحب نے ہر دو مضامین متحدہ و متفقہ میں سمجھی ہے وہ محض اُنکی کج فہمی ہے جو ہم اپنے محل پر ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالٰے ؎ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست ٭ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست ٭ اس آیت میں مخالفت اور تفریق یا جدا کر دینا کہ ایکدوسرے کا مخالف ہو جاوے کیونکر پایا جاتا ہے بلکہ آیت مذکورہ تو ہدایت مذکورہ بالا فرما رہی ہے اور یہ آیت الہامی تو اس سلسلہ الٰہیہ کا ثبوت دے رہی ہے اور خود حضرت اقدس کو اسی نظر سے مدت ہوئی کہ الہام بھی ہو چکا ہے پس منکرین اور آپ کی تنبیہ کے لیے یہ آیت الہام ہوئی ہے کہ اب اس صدی میں آسمان و زمین روحانی کھولدیے گئے ہیں اور مسیح موعود اور مہدی معہود نازل ہو چکا ہے لہذا تمکو ضرور ہے کہ فوائد روحانی حاصل کرو اور بے نصیب اور محروم نہ ہو پس اس الہام سے اگر الہام تسلیم کیا جاوے تو رشتہ مولوی عبد الکریم صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دوامی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالٰے کا فعل ہے جسکو کوئی مانع روک نہیں سکتا۔ **الہام چہارم** واللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین فسلام لك یہ بھی آپکی تنبیہ کے لیے ہے کہ آپکا انحراف حضرت اقدس کو کچھ ضرر نہ پہونچا سکے گا اور پھر واضح ہو کہ یہ سلام وہی سلام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے لیے حدیث میں فرمایا ہے کہ من ادرك منكم عیسی بن مریم فلیقرأ منی السلام اور آپ کی نسبت کوئی سلام احادیث میں موعود نہیں ہے جس کے آپ مصداق ہوں بغیر آنحضرت کے بتلائے ہوئے یا بتعا آپ اپنے منہ سے میاں مٹھو نہیں بن سکتے پس آپکو عالم مثال سے حکم ہوا ہے کہ آپکی جناب مسیحائی میں حاضر ہو کر کہو کہ واللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین فسلام لك **الہام پنجم** ان اللہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب اس الہام کی تفہیم میں بابو صاحب حضرت اقدس کو مصداق قرار دیکر شواہد ذیل پیش کرتے ہیں (۱) اپنی اہلیہ کے پاس بعوض پانچہزار روپیہ کی جائیداد تیس برس کے لیے رہن کر دی تاکہ ورثا محروم ہوں۔ **اقول** یہ اعتراض ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت صدیق خلیفہ اول کی نسبت رافضی کرتے ہیں کہ باغ فدک غصب کر لیا خلافت غصب کر لی وکذا وکذا بابو صاحب ایک ذرہ بھر تو خشیۃ الٰہی کو کام میں لائے ہوتے اور کچھ تو نہی لا تقف ما لیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان

عنہ مسئولاً کا خیال کیا ہوتا ادنی درجہ کے مومن کے ساتھ حسن ظن کرنے کا حکم تاکیدی شارع اسلام کا صادر ہے پھر آپ نے اس رہن سے یہ سوء ظن کیوں کیا کہ شرعی وارثوں کے محروم کرنے کیلیے یہ رہن کی گئی ہے جن وارثوں کی آپ وکالت کر رہے ہیں اُنھوں نے تو آپ سے کبھی شکایت یا حکایت بھی نہیں کی اور کیونکر کر سکتے تھے اُنھوں نے تو اس پانچہزار سے اضعافاً مضاعفہ حضرت اقدس کی جایئداد پر تصرف بیجا کر لیا ہے تو پھر آپ کس شرع سے فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کو اپنی جایئداد میں تصرف رہن وغیرہ کرنے کا اختیار نہیں تھا اللہ تعالے تو عقد رہن کی اجازت دیتا ہے فرھان مقبوضۃ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں اسجگہ پر مفصلاً وہ سب اسباب تحریر کرتا جو اس رہن کے واجبات میں داخل ہونیکے لیے موجب ہوے ہیں۔ کما سیاتی۔ مگر چونکہ ہر ایک اہل عقل سمجھ سکتا ہے کہ ایسے اعتراض کرنا بنسبت کسی شخص کی ذاتیات کے جبتک کہ پوری واقفیت اُس کے حال سے نہ ہو محض سفلگی اور کمینگی میں داخل ہے لہذا اعراض کیا جاتا ہے یہانپر صرف اللہ تعالے کی ہی پہونچا دینی کافی ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع و البصر و الفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا + (۲) شاہد دوم جس مقصد کے لیے لوگوں نے روپیہ دیا اُسکو بمحل صرف کیا یہ بھی اسراف ہے اقول لعنۃ اللہ علی الذین سواء تائید اسلام کے خواہ مصارف لنگر خانہ کے ہوں یا طبع اصراف کتب کے یا مساکین فنڈ ہوں وغیرہ وغیرہ ایک حبہ بھی یہانپر بے محل صرف نہیں ہوتا ہاں آپ کو یہاں کے ہزارہا روپیوں کے مداخل و مخارج سے حسداً بلیبی پیدا ہو جاتا ہے جو ایسی نکتہ چینیاں کرتے ہو مگر یاد رکھو کہ آپکی اس حسد سے آپ کے ہی تمام اعمال حسنہ اگر ہوں بموجب احادیث صحیحہ کے وہ سب حبط اور ضائع اور خاکستر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہمکو آپ کے اس حسد سے کچھ ضرر نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالے اگرچہ آپ لوگوں کو اعوا بھی کریں کما قال اللہ تعالے ھم الذین یقولون لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ حتی ینفضوا و للہ خزائن السمٰوٰت والارض ولکن المنٰفقین لا یفقہون۔ (۳) شاہد سوم خود خطوط لکھکر دوسروں کے نام سے بھجواتے ہیں جو سراسر کذب ہے۔ اقولُ سلمنا کہ اگر کسی کی درخواست سے کوئی خط لکھدیا جاوے تو اسمیں کیا محذور شرعی لازم آتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی تھے آپکی طرفسے جس قدر مکاتیب دعوۃ الی الحق کے لکھے گئے وہ دوسرے کاتبوں نے ہی لکھے : آپ نے اگر آپ کے نزدیک یہ فعل کذب میں داخل ہے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے زعم فاسد میں نعوذ باللہ کذاب ہوں و ثم نعوذ باللہ من ذٰلک اور مولوی عبد اللہ صاحب کی کشوف اور الہامات آپ خود نہیں مانتے باد کر دو وہ کشف مولوی عبد اللہ صاحب کا کہ ایک نور آسمان سے

قادیان میں گرا لیکن میری اولاد اُس سے محروم رہی مرا یاد و ترا فراموش **قولہ** وعدہ خلافی براہین و سراج منیر وغیرہ کے بارہ میں بھی کذب میں داخل ہے **اقول** براہین کی نسبت کوئی حتمی میعاد بطور وعدہ کے مقرر نہیں کی گئی تھی اور پھر حصہ چہارم براہین کے بعد صدہا براہین احمدیہ علی حقیت کتاب اللہ والنبوۃ المحمدیہ بذریعہ صدہا رسائل و کتب و اشتہارات دنیا میں شائع کی گئیں اور مخالفین اسلام کو ساکت اور مبہوت کیا گیا یہ امر کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہے اور جس قدر الہامات براہین میں مندرج تھے وہ اس مدت تاخیر میں کامل طور پر پورے ہوئے ہیں اور ہوتے چلے جاتے ہیں گویا کہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ بطور فوٹو کے اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل ہوئے تھے جو ہو بہو اس مدت تاخیر میں ظہور پذیر ہوئے اور اس تاخیر میں حکمت الٰہیہ یہی تھی کہ اولا پیشین گوئیاں مندرجہ براہین واقع ہو کیویں تا کہ مخالفین پر ایک حجۃ بالغہ ہو جاوے تب اُس کے اتمام میں شروع کیا جاوے ولنعم ما قیل **شعر**

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد ✤ مہلتے بایست تا خوں شیر شد ✤ علاوہ اسپر یہ کہ آپ جیسے شتابکاروں کے لیے چند اشتہار بھی شائع کردیے گئے ہیں کہ جن صاحبوں کو اس تاخیر میں اعتراض ہو وہ اپنا روپیہ واپس لیویں اور کتاب موصولہ واپس بھیجدیویں پھر اس میں کونسی وعدہ خلافی ہوئی پھر اسی اثناء تاخیر میں صراط مستقیم اسلام کو تمام خیالات فاسدہ کے خس و خاشاک سے جو خود اندرون اسلام کے داخل ہو گئے تھے پاک و صاف کیا گیا تا کہ کسی مخالف اسلام کا طعن یا اعتراض اُسپر وارد نہ ہو سکے کیونکہ تحلیہ بفضائل سے تخلیہ عن الرذائل مقدم ہوا کرتا ہے۔ اور نیز یہ امر بھی مدنظر تھا کہ تمام اہل مذاہب باطلہ جو اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اُن کے تمام اعتراضات بھی جمع ہو جاویں تا کہ اُنکو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا نظارہ جلوہ گر کردیا جاوے کیونکہ یہ نظارہ تو اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ تمام مذاہب باطلہ کے اعتراضات جو دین اسلام پر کج فہمی سے کیے جاتے ہیں وہ بھی پیش نظر ہوں غرضکہ بڑے بڑے مصالح الٰہیہ براہین کی تاخیر میں موجود ہوئے جنکی وجہ سے وہ چیز تاخیر میں پڑ گئی ہے اسی لیے عالم مثال سے اسکی تاخیر مناسب کے واسطے آپکو تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ بسم اللہ مجریہا و مرسہا کما مر بیانہ کیونکہ کوئی فعل الٰہی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا ہے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ قضیہ مسلمہ ہے پس جب تک کہ الہامات مندرجہ براہین کا فیصلہ بطور اتمام حجت کے مخالفین پر قطعی طور پر نہ ہو لے تب تک دوسرا مقدمہ کیونکر شروع کیا جا سکتا ہے مگر اب فیصلہ کا وقت موجود ہو گیا ہے قریب تر اللہ تعالیٰ براہین کے اتمام کیطرف اپنے مسیح موعود کو متوجہ فرما دیوے گا اور ایک جزو سراج منیر کا تو شائع ہو ہی

چکا ہے جو وہ بھی اتمام حجت کے لیے واسطے ثبوت الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کے شائع کیا گیا ہے اور اب تو قع ہے زیادہ تر اجزا اُس کے جو تریاق القلوب وغیرہ ہیں قریب تر شائع ہوتے چلے جاتے ہیں گو یا بہت سے سراج منیر شائع ہو چکے اور ہوں گے مگر اس کا کیا علاج کہ آپ اپنی آنکھوں کو ان انوار الٰہیہ کے دیکھنے سے بند کر لیا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + ختم الله علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ + اور الہامات متعلق پیشین گوئی اپنے اپنے وقت میں سب پورے ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں دیکھو سراج منیر اور تریاق القلوب وغیرہ کو اور جو دعاوی حضرت اقدس نے کیے ہیں ان سب کا ثبوت بشہادات سماوی وارضی ثابت ہو چکا مگر آپکی عمی یا بند غیبی کا کیا علاج کیا جاوے ؎ بند آہن را تواں کردن جدا ہا بند غیبی را نداند کس دوا ہاں ضرور آپ کے الہامات یا وساوس کا پورا ہونا تو ایک طرف رہا وہ تو اُلٹ کر آپ ہی پر وارد ہوتے چلے جاتے ہیں مثل مشہور ہے کہ آسمان کا تھوکا مُنہ پر آتا ہی اگر اس نظر سے پورا ہونا کہو تو بجا ہے کہ مسلیمہ کذاب کے الہامات برعکس پورے ہوئے ہیں مثلاً یہی الہام مالحن فیہ ہے کہ ان الله لایھدی من ھو مسرف کذاب اور آپ اس کا مصداق جو حضرت اقدس کو سمجھ رہے ہیں وہ محض غلط ہے کیونکہ جو ترقیات تبلیغ حق کی اس سلسلہ کے لیے وقتاً فوقتاً حسب منشا الہامات سابقہ کے ہوتی چلی جاتی ہیں وہ تو اظہر من الشمس ہیں آپ نے سُنا ہوگا اور نہ سنا ہو تو اب سُن لیجیے کہ تمام یوریپ وامریکہ و بلاد عرب ومصر وغیرہا میں تبلیغ حق اور دین اسلام کی بذریعہ اس سلسلہ کے ہونے والی ہے میگزین بھی یوریپ وامریکہ وغیرہ کے لیے اب قریب جاری ہونے والا ہے بلکہ ہو گیا ہے تین نمبر اُس کے انگریزی میں نکل چکے ہیں اب چوتھے نمبر کی باری ہے مقبول خلائق ہو گیا اردو میں بھی علحدہ نمبروار جاری ہو چکا ہے اور بذریعہ رسائل و اشتہارات عربیہ کے بلاد عرب کی اصلاح بھی عنقریب ظہور پذیر ہو گی تخم ریزی ہو چکی ہے پھر اب فرمائیے کہ کسی مسرف کذاب کو اسقدر تائید الٰہی حسب الہامات سابقہ ہو سکتی ہے کلّا وحاشا پس بانی اس سلسلہ کا تو ہرگز ہرگز مصداق مسرف کذاب کا نہیں ہو سکتا جھوٹے کے تو بیر ہی نہیں ہوتے جو وہ اسقدر چل سکے اور یہی معنی ہیں اِنَّ اللهَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ کے ہاں البتہ آپ بالضرور اس الہام کے مصداق ہیں کیونکہ آپ کی ذات عنقبی صفات سے باوجود گذرنے سالہا سال کے نہ کچھ معارف قرآنی اور دقائق فرقانی ظاہر ہوئے جو اپنے ملک ہی کے مخالفین اسلام کو اُن سے ساکت کرتے چہ جائیکہ ممالک بعیدہ اور اقطار شاسعہ میں آپ دعوت حق کر سکیں کیوں اس لیے کہ اِنَّ اللهَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ

کذّاب اور نہ آپ کو اپنے الہاموں پر کسی طرح کا وثوق ہے بلکہ اُن سب کو ایک ذخیرہ ظنیات کا خیال کرتے ہو وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ کیوں۔ اس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ اور نہ اُن الہامات کی تفہیم پر آپکو کسی طرح کا اعتماد ہی کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ۔ آگے رہے آپ کے خیالات فاسدہ جو اس کتاب عصا میں مندرج ہیں تو وہ کیونکر کوئی شخص مان سکتا ہے پس بالضرور آپ ہی اس الہام کے مصداق کامل ہیں اور ہم جو آپ کے الہاموں کو تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں اُسکی وجہ یہی ہے کہ ایک الہام تو رحمانی ہوتا ہے اور دوسرا الہام شیطانی مگر اُس کی تفہیم موافق کتاب وسنۃ کے کردینا ہمپر فرض اور ضروری ہے کیونکہ آپ تو خود الہام اور اُسکی تفہیم کو شکی یا ظنی خیال کرتے ہیں مگر ہماری تفہیم چونکہ مطابق کتاب اللہ وسنتہ صحیحہ کے ہے لہذا یقینی وقطعی ہے الہام ششم عسیٰ ربک ان یبعثک مقاماً محموداً۔ سہ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد ۔ تا دلے صاحب دلے نامد بدرد ۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ۔ ھل اتٰی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ **اقول** بابو صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ہرسہ الہام قابل غور ہیں لہذا ہمکو انہیں بھی غور کرنا ضروری ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ مقام محمود ایسا مقام عالی ہے کہ اُس مقام میں سوائے آنحضرت صلعم کے یا آنحضرت صللم کے مہدی بروزی کے اور کوئی مبعوث نہ ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ دعوی بروز محمدی ہونے کا یعنی دعویٰ مہدویت کا کون کر رہا ہے اور اُس کے ثبوت اور شواہد مثل کسوف وخسوف بماہ رمضان المبارک وغیرہ وغیرہ کس نے پیش کیے ہیں آیا بابو صاحب نے جنکا یہ عصا مجموعہ خیالات فاسدہ کا ہے۔ یا حضرت اقدس نے جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کا شور بذریعہ معارف قرآنی اور دقائق فرقانی کے تمام دنیا میں مچا دیا ہے اور جنکو آپ بھی مجدد مہدی معہود اور مسیح موعود مان چکے تھے اور معجزہ مندرجہ اشتہار سنہ الاا ۔ اے دشمن نادان وبے راہ ۔ بترس از تیغ بران محمدؐ ۔ کرامت گرچہ بے نام ونشان است ۔ بیا بنگر ز غلمان محمدؐ ۔ وغیرہ کو بھی تسلیم کرچکے تھے وغیرہ وغیرہ نہیں فرمائیے کہ مصداق اس الہام کے حضرت اقدس ہوے یا بابو صاحب جو اپنے الہاموں کو خود وساوس خیال کررہے ہیں اور اپنی تفہیمات کو مشکوک بیبنوا توجروا اور شعر مثنوی بھی آپ کے زجر کے لیے وارد ہوا ہے یعنی اس مرد خدا کے دل کو رنجیدہ مت کرو ورنہ تم کو رسوائی حاصل ہوگی چنانچہ وہ رسوائی آیات الرحمٰن سے آپکو حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ الہام دوم بھی آپ کو اسی لیے ہوا ہے کہ صدی چہار دہم میں سے زمانہ دراز گذرچکا اور مسیح موعود اور مہدی معہود حسب بشارات نازل ہوچکا اور نشانات ارضی وسماوی ایسے صادر ہوچکے

جیسا کہ اُسنے دعوی کیا تھا سہ آسماں بار دنشاں الوقت می گوید زمیں ۔ ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند ۔ می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب ۔ کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند ۔ صادقم و از طرف مولیٰ بانشانہا آمدم ۔ صد در علم وہدیٰ برروئے من بکشادہ اند ۔ الخ
توکیا اب بھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ تعالے کی یاد کے لیے اُن کے دل عاجزی اور خشوع کریں چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ تیرہ برس قرآن شریف کو اُترتے ہوئے ہو گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف الایمان مسلمانوں کو اس آیت کے ساتھ عتاب فرمایا ۔ اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہمکو مسلمان ہوئے چار برس ہوئے تھے کہ اللہ تعالے نے ہمکو اس آیت سے عتاب فرمایا ۔ اب بھی تیرہ[۱۳] برس سے زائد ہو چکے ہیں کہ متواتر نشانات الٰہیہ بذریعہ اس مسیح موعود کے نازل ہو رہے ہیں معہذا آپ کی قلب میں ایسی قسوت ہے کہ جو ظاہری حُسن ارادت منافقانہ رکھتے تھے اُسکو بھی کھو دیا اور ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ کے مصداق بن گئے اور فہم الہام تیسرے تو بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں آپ اس الہام کو تسلیم کر چکے تھے کہ فحان ان تعان و تعرف بین الناس اس الہام کا مضمون اور هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا کا مفہوم متحد ہے اور واقعات بھی اس اتحاد پر کیسی شہادت بیّنہ دے رہے ہیں کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ حضرت اقدس کو پنجاب کے لوگ بھی نہ جانتے تھے اور کوئی تذکرہ اور مذکور آنحضرت عم کا دنیا میں نہ تھا اب وہ وقت ہے کہ تمام بسیط الارض میں حضرت اقدس عم کا شہرہ ہو رہا ہے کوئی شہر اور مُلک دنیا میں ایسا نہیں ہے جو وہاں کے علما وغیرہم حضرت اقدس کو نہ جانتے ہوں لیکن آپکو بجز لاہور کے چند مخالفین کے اب تک اور کوئی بھی نہیں جانتا پس الہام نزل من الحق کے مصداق بھی حضرت اقدس کا ہی نزول ہے لاغیر ۔ **الہام ہفتم** ابو داؤد کا حال بتلاؤ کو کلاں کا حال بتلاؤ ۔ **اقول** اس الہام کی تفہیم میں بابو صاحب لکھتے ہیں کہ مراد ابو داؤد سے حضرت مرزا صاحب ہیں اور مراد کو کلاں سے مولوی عبد الکریم صاحب اور لفظ ابو کا الہام میں بابو صاحب واسطے قوت اور شدت کے فرماتے ہیں ۔ چونکہ یہ تفہیم آپ کی موافق کتاب و سُنت کے ہے ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں مگر آپ نے جو اس تفہیم میں غلطیاں کی ہیں اُن کا ازالہ کیا جاتا ہے حضرت اقدس عم کو حضرت داؤد کے ساتھ بہت مناسبتیں ہیں اول تو یہ ہے کہ حضرت اقدس عم پر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل دینی و دنیوی ہو رہے ہیں جیسا کہ حضرت داؤد پر تھے کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ

واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر۔ ایضاً اعملوا آل داؤد شکرا وقلیل من عبادی
الشکور ۔ ثانیاً مناسبت یہ ہے کہ حضرت داؤد ع اپنی خلافت اور سلطنت میں جو تبلیغ
اوامر الٰہی کرسکتے تھے مسیح موعود اس زمانہ پر امن میں تمام اقطار دنیا میں تبلیغ اسلام اُس سے
بھی زیادہ کررہے ہیں اور جو لوہے کی کلیں مطبع وغیرہ کی اب طیار ہوگئی ہیں وہ حضرت
داؤد اور سلیمان کے وقت میں بھی موجود نہ تھیں پہاڑی اور کابلی بھی جو نہایت درجہ سخت
اور غلیظ القلب تھے وہ بھی کھچے ہوئے چلے آتے ہیں اور تقدیس وتسبیح الٰہی اور شرک نفی
الصفات سے توبہ یہاں آکر کررہے ہیں اور اسقدر وذائع پیدا ہوگئے ہیں کہ جلد تر تبلیغ اسلام
وتوحید کی تمام دنیا میں بذریعہ چھاپہ خانہ اور ڈاکخانہ اور تار اور ریلوے کے حضرت
اقدس کے ذریعہ ہوتے جاتے ہے کہ گویا غدوھا شہر و رواحہا شہر کا مصداق معلوم ہوتا
ہے حتی کہ یورپ تک کے سعید پرند بھی جیسا کہ حضرت اقدس کا مکاشفہ تھا شکار اسلام
ہونے والے ہیں کیونکہ اب بذریعہ میگزین انگریزی کے دعوت اسلام یورپ اور امریکہ
وغیرہ میں قریب تر پہونچنے والی ہے لیکن بابو صاحب نے جو زن اوریا کے قصہ کے
ساتھ حضرت اقدس کے قصہ الہام نکاح کیساتھ تشبیہ دی ہے وہ بالکل غلط اور قیاس مع
الفارق ہے کیونکہ زن اوریا کا قصہ جیسا کہ مشہور ہے اُسکو خود بابو صاحب نے غلط قرار
دیا ہے پھر جب وہ قصہ ہی غلط ہے تو حضرت اقدس کی نسبت بھی جو امور بابت اس نکاح کے جو ایک
نشان الٰہی ہے منسوب کیے جاتے ہیں وہ بھی غلط ہیں پھر یہ گذارش ہے کہ نکاح حضرت
داؤد کا زن اوریا کے ساتھ متحدیانہ نہیں تھا بخلاف ما نحن فیہ کے جو بطور نشان آسمانی کے یہ نکاح
متحدیانہ ہونے والا ہے جیسا کہ اشتہاروں سے ظاہر ہے جو حقیت اسلام اور دین احمدیہ
کے لیے ایک بینہ اور حجت بالغہ ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ پھر حضرت داؤد کے اس نکاح کی خبر
کسی پہلی نبی کی پیشین گوئی میں موجود نہ تھی بخلاف حضرت اقدس کے اس نکاح کے کہ مخبر صادق
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اس نکاح کی خبر بطور پیشین گوئی کے موجود ہے دیکھو بارہ
حدیث یتزوج ویولد لہ کو پس حضرت اقدس جو اس نکاح پر مُصر ہیں وہ تو محض تخدی کی بناء پر
حقیت اسلام ہی سے جو بطور نشان الٰہی کے واقع ہوگا پس کجا یہ نکاح اور کجا حضرت داؤد
کا نکاح زن اوریا سے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا + اور بابو صاحب نے جو لفظ اید
کا واسطے قوت اور شہوت کے لکھا ہے اُسکا مفہوم پورے طور پر حضرت اقدس میں صادق
رہا والحمد للہ اور چونکہ حضرت داؤد کی نسبت خوش آوازی بھی مشہور ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے
حضرت اقدس کو ایک شخص اصحاب میں سے خوش تقریر اور خوش آواز بھی عنایت فرمایا جس کا

مصداق خود بابو صاحب مولوی عبدالکریم صاحب کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوکلاں ایک بلند آواز خوش گلو خاکی رنگ کی جسیم پست قد چڑیا کا نام ہے جسکا آواز بہت خوش ہوتا ہے اور خوش آوازی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا اللہ تعالےٰ کی ایک بڑی نعمت ہو چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ایک رات قرآن مجید پڑھ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قراءت کا آواز سُنکر کھڑے ہو گئے اور سُنتے رہے اور انکی نسبت ارشاد فرمایا کہ داؤد کی خوش آوازیوں میں سے خوش آوازی اسکو ملی ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ من لم یتغن بالقرآن فلیس منا پس بدیں لحاظ حضرت اقدس کے صحابہ کا خوش آواز مثل کوکلاں کے ہونا بھی ضروری تھا تا کہ مشابہت پوری ہوجاوے لیکن یہ آپکی بڑی غلطی ہے جو لکھتے ہو کہ خوش آوازی مولوی عبدالکریم صاحب کی مثل کوکلان خوشش آواز کے زبانی ہی زبانی ہے اور باطنی مذاق روحانیت اخلاص و معرفت اُنس و محبت سے مثل کوکلاں کے معرا ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب ممدوح تو حقائق اور معارف قرآن مجید کے خوش آوازی کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو سامعین کے قلوب میں انتہا درجہ کا اثر کرتے ہیں گویا مدارج کمال عرفان پر ایسے ترقی کرتے ہیں جو بمنزلہ پروانہ کے ہوتی ہے اور یہ سب پرتو اُسی داؤد وقت کا ہے جس نے کہا ہے کہ ؎ در سنگ می کند اثر این منطقم مگر ٭ بے بہرہ این کسان ز کلام مُوثرم الہام ہاشتم خوانا انیما کے پورے طور پر آپ مصداق ہیں کیونکہ مدت تک آپ نے ظاہر میں تو دیانت جتلائی اور واقع میں خیانت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے الہام ھردوا علی النفاق کے مصداق ہوگئے الہام مہتم من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا بابو صاحب کو اس الہام میں یہ اضطراب پیدا ہوا کہ یہ الہام شاید میرے ہی واسطے ہے اور ضرور بالضرور مصداق اس کے بابو صاحب ہی ہیں جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ بابو صاحب کے لیے مخبر صادق کی پیشین گوئی میں کسی جگہ پر نام موعود موجود نہیں تھا اور جب تک کسی الہام کے لیے کوئی شاہد اور بینہ پہلے سے موجود نہ ہو وہ الہام خود بابو صاحب کے نزدیک بھی ظنی اور شکی ہے اور نہ بابو صاحب کا دعوی مہدویت و مسیحائی کا ہے پس ثابت ہوا الہام بابو صاحب کا کہ سلام لک بموجب حدیث کے اسی مسیح کے لیے ہے اور الہام تغلبون بابو صاحب کا بھی حضرت اقدس کے لیے ہی ہے کیونکہ ماموریت اللہ ہونا حضرت اقدس کا شہادات ارضی و سماوی سے ثابت ہوچکا اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ حتمی ہے کہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی پس الہام تغلبون سے بابو صاحب کو یاد دلایا گیا ہے وہی وعدہ حتمی مذکورہ بر سبیل چونکہ بابو صاحب نے ان نشانات پر نظر کی جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر

فرماتے ہیں اور نہ اُن نشانات پر نظر کی جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر جن کی بارش آسمان سے ہو رہی ہے اور زمین نے طرح طرح سے اُس کے لیے شہادات دیں اور نہ اُن نصوص پر نظر کی جو قرآن مجید میں اس مسیح موعود کی تصدیق کر رہی ہیں اور نہ نصوص حدیثیہ پر غور کی اور جو دلائل عقلیہ اس مجدد عظیم الشان کا ثبوت دے رہی ہیں نہ اُنکی طرف ذرہ بھر غور کی اندھا دھند حضرت عیسیٰ کو بجسدہ العنصری آسمان پر اعتقاد کر رہے ہیں اور صفات الوہیت الآن کما کان وغیرہ کو حضرت عیسیٰ کے لیے ثابت کر رہے ہیں ونعوذ باللہ منہ لہٰذا الہام من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ کے پورے پورے مصداق آپ ہی ہوے نہ حضرت اقدس کہ وہ تو مصداق اس آیت کے ہیں اتقتلون رجلا یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب الہام دہم فاصدع بما تؤمر واللہ ذو الفضل العظیم لقد اٰثرک اللہ بار بار **اقول** یہ الہام آپکو حضرت اقدس کی تصدیق کے لیے یاد دلائے گئے ہیں ورنہ بتلائے آپ نے کس مسئلہ کی تجدید کی ہے آپ تو اُسی خیال دقیانوسی حیات مسیح کو جو تمام لوگونکا خیال ہے پیش کر رہے ہیں فاصدع بما تؤمر اُسپر کیونکر صادق آسکتا ہے اور چونکہ واللہ ذو الفضل العظیم آیت واٰخرین منھم کے آخر میں آیا ہے وہ بھی اسی امر کی تذکیر کر رہا ہے کہ اس رجل فارسی الاصل کو جو اللہ تعالےٰ نے مدارج مجددیت ومہدویت ومسیحائی عنایت فرمائے ہیں جیسا کہ پہلے مخبر صادق حدیث متفق علیہ کے بموجب خبر دے چکے تھے یہ سب بمقتضاء واللہ ذو الفضل العظیم کا ہی ہے اور سوائے اس صدی کے مجدد کے جس کے ہونے کو حدیث صحیح قطع واجب کیطور پر ثابت کر رہی ہے اور کون شخص الہام لقد اٰثرک اللہ کا مصداق ہو سکتا ہے اور اسی لیے آپ کو بار بار آگاہ کیا جاتا ہے۔ **الہام یازدہم** ۱۵ اکتوبر ہفتہ انی مھین لمن اراد اہانتک **اقول** بابو صاحب کو اس امر کا تو علم یقینی حاصل ہے کہ مدت مدید سے حضرت اقدس کو یہ الہام ہوتا ہے کہ انی مھین من اراد اہانتک لیکن بابو صاحب کو جو الہام ہوا اُسمیں حرف لام مَن کے اوپر داخل ہے جو خلاف محاورہ عرب کے ہے اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ لام کے داخل ہونے کے لفظ مَن پر کونسی ضرورت داعی ہوئی ہے کیونکہ محاورہ صحیحہ عربیہ میں اَھَانَ کا مفعول بغیر حرف لام کے مستعمل ہوتا ہے کتب لغات عرب بھی اسی کی شہادت دے رہی ہیں قطر المحیط وغیرہ میں لکھا ہے ھانَ فلانٌ الشیٔ اھانہ اور کلام مجید میں بھی اَھَانَ بغیر صلہ لام کے ہی آیا ہے کما قال تعالیٰ فیقول ربی اھانن اور احادیث میں بھی بدون صلہ

لام کے ہی وارد ہوا ہے السلطان ظل اللہ من اھانہ فقد اھانہ اللہ بدیں وجوہ صلہ لام کا داخل ہونا محض غلط اور خلاف محاورہ ہے ہاں کسی غرض صحیح کے واسطے دخول لام کا بھی ہو سکتا ہے اور وہ غرض یہی ہے کہ حرف لام اکثر واسطے انتفاع کے آتا ہے ترجمہ الہام کا یہ ہوا کہ اے بابو الٰہی بخش میں تیری اہانت کرنے والا ہوں واسطے نفع اُس شخص کے (یعنی حضرت اقدس کے) جو تیری اہانت کا ارادہ بذریعہ آیات الرحمن کے کر رہا ہے پس اصل عبارت الہام کی یوں ہوئی کہ انّی مھینك لمن اراد اھانتك اور چونکہ فضلہ کا حذف حسب قواعد نحو کے جائز ہے لہذا کاف خطاب جس سے مراد بابو صاحب ہیں اُسکو فضلہ قرار دیکر حذف کیا گیا گویا اس الہام میں اللہ تعالے کا عتاب بابو صاحب پر اسقدر ہے کہ بار بار بابو صاحب کو مخاطب کرنا بھی اللہ تعالے کو منظور نہیں ہے لہذا بابو صاحب کو فضلہ قرار دیکر حذف کر دیا گیا جسکا حذف بقواعد نحو درست ہے خلاصہ یہ کہ اگر آپ اس الہام کو منجانب اللہ صحیح مانتے ہیں تو آپ کو ان معنی کا تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ یہ آپ کا الہام غلط ہوا جاتا ہے اور منجانب اللہ نہیں رہتا بلکہ القاء شیطانی ہوا جاتا ہے جو قابل رد و نسخ کے ہے اور حضرت اقدس کا الہام جو بدوں لام کے ہے وہی صحیح اور منجانب اللہ رہتا ہے کیونکہ محاورات عربیہ کے موافق ہے اور اسی کی شہادت واقعات کثیرہ سماوی وارضی نے بھی دیدی ہے اور واقعات کا رد کوئی کر نہیں سکتا فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ الہام دوازدہم فسیکفیکھم اللہ۔ انّ اللہ بہ علیم۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ فربك اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا۔ اڑ جائیگی۔ **اقول** ظاہر ہے کہ حضرت اقدس تو واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے تمام مخالفین اسلام دنیا کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ایک جہان انکا مخالف ہے چنانچہ آپ بھی اس کے مقر تا وقت تصنیف عصا تھے اور آپ نے تو کسی مخالف اسلام کا مقابلہ آجتک نہیں کیا پس اس جملہ الہام کے مصداق آپ کیونکر بغیر ضرورت ہو سکتے ہیں اس کا مصداق تو وہی مجدد مسلم آپ کا ہو سکتا ہے جس کے دشمن اور مخالف تمام اسلام کے مخالفین ہو گئے لاغیر اور جملہ دوم بھی آپ کی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے اور آپ نے جو بہ تقاضا صفات سبعیہ و غضبیہ کے جو آپ کی جبلت میں داخل ہیں اس ماموں من اللہ سے انحراف کیا ہے لہذا حصہ سوم الہام کا زجراً آپ کے لیے فرمایا گیا ہے چنانچہ ایک قرینہ لفظ اھدیٰ کا بھی اسی پر دال ہے کیونکہ مہدی معہود کا ہدایت یافتہ منجانب اللہ ہونا ضروری تھا ہے لہذا لفظ اھدیٰ سے اُسکی طرف اشارہ کیا گیا اور صیغہ خطاب اس لیے لایا گیا ہے کہ اس قسم کے الہام بمخاطبۂ مہدی موعود ہم کر چکے ہیں جنکو تم بھی تسلیم کر چکے تھے لہذا تم اُن سے تنبیہ حاصل کرو اور اسطرح کے خطابات اللہ تعالے کیطرف سے قرآن مجید میں اکثر موجود ہیں مثلاً ایاك نعبد و ایاك نستعین کہ یہ کلام

تو اللہ تعالےٰ کا ہے لیکن بندوں کیطرف سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یوں کہو۔ اور آپ کا الہام
اُڑ جائیگی بھی پورا ہوگیا کہ آیات الرحمٰن نے اُسکو اُڑا دیا اور تمام عزت آپکے عصا کی اُڑ گئی اور
ذلیل ہوگئی والحمد للہ الہام سیزدہم۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو قابل غور ہے۔
اقول حسب ایما غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر اس الہام کے معنی ہیں کہ تمام انسانونکی زبان نقارۂ
خدا ہے تو یہ معنی غلط محض ہیں قال اللہ تعالےٰ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك
عن سبیل اللہ وغیر ذلك من الآیات الکثیرۃ لہذا اس الہام کی مراد اگر اسکو الہام
مانا جاوے یہ ہوگی کہ زبان خلق ان نشانوں ارضی وسماوی کی زبان حال کو قرار دیا جاوے
جو کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لیے واقع ہوں اور وہی نقارہ خدا ہوسکتی ہیں کیونکہ خدا
تعالےٰ کے نقارہ کے لیے ضروری ہے کہ آواز اُس کی تمام دنیا سن لے جیسا کہ کسوف اور خسوف
کا اجتماع بماہ رمضان المبارک ہوا کہ تمام خلق کو اس نقارہ کی آواز پہونچ گئی یا مثلاً ریلوے
کا اجرا ہے کہ اُس کا نظارہ بھی تمام خلق عرب وعجم نے مشاہدہ کرلیا ہاں البتہ زبان خلق سے
یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ قبل بعثت اُس مبعوث من اللہ کے تمام عوام اور خواص سے یہی آواز
آرہی تھی کہ صدی چہار دہم مہدی اور مسیح موعود کا زمانہ بعثت ضرور ہے گویا عالم مثال
میں مہدی موعود کے لیے نفخ صور ہوچکا تھا تب ہی تو خیالات عوام وخواص کے اسطرف
متوجہ ہوگئے تھے پس یہ ہی زبان خلق ہوسکتی ہے جو نقارہ خدا ہے لیکن وہ زبان اکثر خلق
کی جو بعد بعثت مامور من اللہ کے واقع ہوتی ہے وہ نقارہ خدا نہیں ہوسکتی کیونکہ سنۃ اللہ
یوں ہی جاری ہے کہ جو غلغلہ اور شور انتظار کا قبل بعثت کے کسی مامور کے واقع ہوا کرتا ہے
وہ بعد آنے مبعوث من اللہ کے منفک ہوجاتا ہے کما قال تعالیٰ افکلما جاءکم رسول
بما لا تہوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون الی قولہ تعالیٰ
وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ
اللہ علی الکافرین ایضاً قال تعالیٰ لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب و
المشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ اس سورہ میں دو بینوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک
بینہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکی صفت ہے رسول من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ
فیہا کتب قیمۃ اور دوسرا بینہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی ہیں جنکی نسبت فرمایا گیا کہ وما تفرق
الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ وما امروا الا لیعبدوا
اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلك دین
القیمہ اس دوسرے بینہ مندرجہ آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ تفرقہ اور اختلاف

صرف اہل کتاب کا مخصوص حضرت عیسیٰ کے ہی ساتھ ہے مشرکین عرب وہاں کہاں تھے بہمیں وجہ
اس جگہ پر ذکر مشرکین عرب کا نہیں کیا گیا اور چونکہ حضرت عیسیٰ متبع شریعت موسوی کے تھے اور
شارع جدید نہیں تھے لہذا اہل کتاب پر یہ حجت قائم کی جاتی ہے کہ سوا، خالص عبادت اور
توحید اور اقامت صلوۃ اور ایتاء زکوۃ کے جو شریعت موسوی میں مامور بہا تھا اور کوئی نیا
حکم حضرت عیسیٰ نے جاری نہیں کیا تھا تاہم اہل کتاب مختلف اور متفرق ہو گئے کسی نے
تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب اس بینہ کا ذکر اللہ تعالےٰ نے بطرز ایک لطیف پیشین گوئی
کے اسواسطے فرمایا ہے کہ ایک بینہ مثل عیسیٰ اس اُمت میں بھی آنے والا تھا جسکی صفات
بھی مندرجہ آیت وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الی آخر آیت
ہونگی اور مسلمان باوجودیکہ قرآن کو مانتے ہیں تو بھی متفرق اور مختلف ہو جاوینگے جیسا کہ اہل کتاب
حضرت عیسیٰ کی تصدیق میں متفرق ہو گئے باوجودیکہ کتاب توراۃ اُنکے پاس موجود تھی اور اُسی
کے قائم کرنیکے واسطے حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے علی ہذا القیاس وہ مثیل مسیح اُنھیں احکام
مندرجہ قرآن مجید کا جاری کرنے والا اور اُس شرک فی الصفات وغیرہ کا قلع قمع کرنے والا ہوگا
جو مسلمان بھی حضرت عیسیٰ کی نسبت خیال کرتے ہوں گے اور علما بھی اُس کے دشمن ہو جاوینگے
جو بموجب حدیث کے شر من تحت السماء ہو ویں گے کما قال تعالیٰ اولئک ہم شر البریہ
پس اس بینہ ثانی سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ اکثر قرآن مجید میں اور نیز احادیث میں دو
سلسلوں کا ذکر ضرور آیا ہے دیکھو سورہ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ
کو اور دیکھو ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق کو ساتھ نظم آیت لیظہرہ
علی الدین کلہ کے جسکو مفسرین مسیح موعود کے زمانہ کے لیے خاص کرتے ہیں اور
دیکھو آیت استخلاف میں لفظ کما کو جو چودھویں صدی میں مثیل مسیح کی خلافت پر دلالت کرتا ہی
کیونکہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے تھے پس مسیح محمدی
کا بھی چودھویں صدی میں ہونا برعایت لفظ کما کے ضروری ہوا وغیرہ ذلک من الآیات الکثیرہ
اور دیکھو حدیث کیف تہلک امۃ انا فی اولہا والمسیح بن مریم فی اخرھا کو غرضکہ بلاغت
اور فصاحت قرآن مجید کی بھی مقتضی اسی امر کی ہے کہ دوسری بینہ مندرجہ سورہ سے مراد حضرت عیسیٰ
ہی ہوں ورنہ تکرار بے سود لازم آتا ہے اور قضیہ التاسیس خیر من التاکید تمام علما اہل معانی
و بیان کا مسئلہ ہے الحاصل زبان خلق سے وہ زبان مکذبین مراد نہیں ہو سکتی جو بعد بعثت مامور
من اللہ کے ہوا کرتی ہے بلکہ وہی زبان خلق مراد ہے جو قبل بعثت کے ہوتی ہے جیسا کہ سورہ بینہ
اور دیگر آیات سے ثابت ہوا۔ ھو المدعا فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ

الہام چاردہم اللّٰھم افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین. یا رب
ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ اقول اس الہام میں تمکو اور سب مخالفین کو تاکید
ہے کہ اس مسئلہ متنازعہ فیہا وفات وغیرہ کا فیصلہ قرآن مجید سے کرو اور اپنے خیالات فاسدہ
یا روایات ضعیفہ وموضوعہ مخالفہ قرآن مجید کو ترک کرو کیونکہ خیر الفاتحین سوا خدا
تعالے اور اس کے کلام پاک کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت
موجود ہے کہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً الہام پانزدہم قل لو
کنتم تملکون خزائن رحمة ربی اذاً لامسکتم خشیة الانفاق۔ کان الانسان قتورا۔
اقول واسطے زجر وتوبیخ کے آپ کے بخل وامساک کے سبب وارد ہوا ہے۔ اور دوسرا جملہ اس تعجیل و
تکذیب کے رد میں فرمایا گیا ہے جو آپنے بعوض تصدیق کے خریدی ہے باوجودیکہ حضرت اقدس نے حسب
الارشاد وسابقوا الی مغفرة من ربکم کے اس تکذیب کے گڑھے سے بچنے کے لیے ضرورة الامام
تحریر فرمائی مگر آپ کو استقامت نصیب نہ ہوئی باوجودیکہ الہام فاستقم کما امرت بھی بار بار تاکیداً
آپکو ہوا الہام شانزدہم الربك البنات ولكم البنون۔ مالكم كيف تحكمون اقول
جب کہ خود آپ ہی اپنے الہاموں کو مجموعہ شکوک اور ذخیرہ ظنیات کا حسب اقرار خود قرار دیتے ہیں پھر
حضرت اقدس کے الہاموں کے ساتھ ان کا موازنہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انکی حقیت کے لیے تو شواہد ارضی و
سماوی موجود ہیں اور کتاب وسنة صحیحہ اس کی مؤید ہیں پس یہ الہام بھی آپ کی توبیخ کے لیے وارد ہوئے
ہیں کہ کیا ہو گیا ہے تمکو کہ اپنے ذخیرہ ظنیات کو الہامات حضرت اقدس کے ساتھ جنکا ثبوت شواہد اور بینات
سے ہو چکا ہے مساوی کرتے ہو اور کیسے خلاف عقل ونقل حکم دیتے ہو۔ الہام ہفدہم اذا
اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون یہ الہام آپ کے رفع استبعاد کے لیے ہوا ہے کہ حضرت اقدس کا
مسیح موعود ہونا مستبعد خیال کرتے ہو اور حدیث صحیح میں بھی اس تمھارے استبعاد کیطرف اشارہ فرمایا
گیا ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم الحدیث الہام نوزدہم رجزاً من السماء
علی القریة التی کانت حاضرة یہ الہام بابو صاحب کا ایسا مبہم اور مہمل ہے کہ جس پہلو سے
بابو صاحب چاہیں گے اسکو سچا اور پورا کر لیوینگے جسطرح ہندوستان میں اکثر بڑے اپنے کلمات مہملات کو
ہر طرح سے سچا کر لیتے ہیں اور اگر اس الہام سے آپ کا اشارہ طرف قادیان کے ہے تو سرتاپا غلط ہے کیونکہ
قادیان کی نسبت حضرت اقدس کو یہ الہام ہو چکا ہے کہ انه اوی القرية اور یہ حضرت اقدس کا الہام
ذو الوجوہ بھی نہیں اپنے معنی میں محکم ہے کیونکہ معرف بلام عہد ہے اور آپ کا الہام اگر اسکو الہام
تسلیم کیا جاوے ذو الوجوہ ہے یعنی رجزاً کسی فعل محذوف غیر معلوم کا مفعول بہ واقع ہوا ہے پس
یہ الہام ذو الوجوہ اور متشابہ ہوا جس کا رد کرنا طرف محکم کے واجب ہے لہذا عامل اور فعل رجزاً کا وہ [illegible]

توسل ہو شیئی و ما نرسل رجزا من السماء علی القریۃ التی کانت حاضرہ اور واقعات بھی اس معنی کی شہادت دے رہے ہیں کہ اکثر پنجاب کے حصوں میں طاعون پھوٹ پڑا لیکن قادیان کو اللہ تعالی نے سبعہ حسنہ سنت طاعون اور اُس کے قانون سے محفوظ رکھا اور رکھے گا انشاء اللہ تعالے الہام ابستم یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک یہ الہام آپ کی تذکیر کے لیے ہوا ہے آپ جو اس جماعت اقل قلیل تھی معہذا اللہ تعالے کی وہ نصرتیں اُس کے شامل حال ہوئیں جو خارق عادت تھیں پس چونکہ جماعت اس مسیح موعود کی اگرچہ اقل قلیل ہے لیکن اللہ تعالے کیطرف سے اسکو وہ نصرتیں پہونچیں گی جو اعجاز کا رنگ اُنمیں ہوگا چنانچہ واقعات نفس الامری بھی اسی کی شہادت دے رہے ہیں اور آپ کے ساتھ تو پہلے ہی سے تمام مخالفین متفق ہیں اور کوئی ترقی جدید نہیں ہوئی ✽ بخلاف یہاں کے کہ روزافزوں سلسلہ احمدیہ کی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے پس یہ الہام اگر آپ کے حق میں ہے تو غلط ہوا جاتا ہے لیکن اگر حضرت اقدس کے لیے قرار دیا جاوے تو پورا ہوگیا ہے اور پورا ہوتا چلا جاتا ہے اور آپ کو جو بصیغہ خطاب مخاطب کیا گیا ہے وہ واسطے یاد دہانی کے ہے یعنی قل للمسیح الموعود ؀ الہام بست و یکم قد نری تقلب وجھک فی السماء ‌‌ اقول آپ کی نظر تو کبھی آسمان کیطرف جاتی ہی نہیں اور حساب ارضیات ہی میں گرفتار ہو پھر فرمایئے کہ اس الہام کے مصداق آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اس الہام کا مصداق تو وہی شخص ہو سکتا ہے جو انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کا مصداق ہو چنانچہ حضرت اقدس کا یہ الہام ۲۴ یا ۲۷ برس کا مشہور ہے الیس اللہ بکاف عبدہ جسکو عاجز نے سب سے پہلے اعلام الناس کے اول حصہ سر لوح پر لکھا تھا کہ ؎ الیس اللہ بکاف عبدہ مرتا غلام احمد ✽ مسیح وقت و ھدی ہم مجدد برسر این صد ✽ پس یہ الہام بھی آپ کی تذکیر کے لیے واقع ہوا ہے اور قصہ تقلب وجہ آنحضرت یاد دلایا گیا ہے یعنی خیالات فیج اعوج جو درباره حیات و نزول مسیح اسرائیلی ہیں اُس کے رد اور پلٹنے کیلیے جو مسیح موعود دعائیں کر رہا ہے ہم اسکو دیکھ رہے ہیں اور ضرور بالضرور اس مسئلہ فیج اعوج کو ہم پلٹ دیویں گے یعنی وفات مسیح واضح ہو جاوے گی الہام بست و دوم آنا اتیناک سبعا من المثانی والقران العظیم۔ رب زدنی علما۔ معرفت نامہ۔ ناظرین پر واضح ہوگا کہ بابو صاحب نے کوئی تفسیر رسمی طور پر بھی سورۂ فاتحہ کی آجتک تحریر نہیں فرمائی پس اس الہام کے مصداق بابو صاحب تو ہرگز نہیں ہو سکتے لیکن حضرت اقدس نے ایک تفسیر تو سورہ فاتحہ کی ایسی پر معارف و حقائق تصنیف فرمائی جو تمام مخالفین اسلام پر اتمام حجت ہے اور وہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور دوسری تفسیر متحدیانہ تمام مخالفین دنیا پر اتمام حجت کے لیے کرامات الصادقین شائع کی ہے اور مخالفین اُس کے جواب سے مبہوت اور ساکت ہیں اور تیسری تفسیر اعجاز المسیح زبان عربی مع ترجمہ فارسی و اردو تصنیف فرمائی [illegible] مسیح موعود و مہدی معہود

بجو اقل قلیل سمجھکر نظر حقارت سے دیکھ رہے ہیں لہذا آپ کو یہ آیت یاد دلائی گئی ہے کہ یاد کرو وہ وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ کی جماعت بہت

میں ہی ہوں اور جو لوگ صراط مستقیم احمدیہ سے منحرف ہیں وہی مغضوب علیہم میں داخل ہیں یا ضالین میں ان ہر سہ تفاسیر کو اگر دیکھو گے تب کالشمس فی نصف النہار واضح ہو جاوے گا کہ یہ الہام حضرت اقدس کے لیے ہی ہے ہاں جو شخص حضرت اقدس کو تصدیق و تسلیم کرے اُس کے لیے بھی طفیلی طور پر مضمون اس الہام کا صادق آسکتا ہے اور اس خطاب کا مخاطب وہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ جو برکات اور فیوض امام وقت پر نازل ہوتے ہیں اُسمیں متبعین بھی اُس کے شامل ہو جاتے ہیں جیسا کہ بذریعہ آنحضرت صلعم تمام صحابہ کرام اُن نعمتوں میں شریک ہوے جو آنحضرت صلعم کے واسطے انعام ہوئی تھیں کما قال تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ۔ پس ثابت ہوا کہ رب زدنی علما اور معرفت تامہ کے حاصل کرنے کی آپ کو تاکید کی گئی ہے کہ یہی وہ وقت ہے کہ اس امام وقت کا اتباع حاصل کر کر سبع مثانی کے برکات اور فیوض کو حاصل کرو۔ ع آنکس ست اہل بشارت کہ اشارت داند ٭ نکتہ ہاہست بسے محرم اسرار کجاست ٭ الہام بست و سوم ننزل من السماء ما ھو شفاء ورحمۃ للعلمین ولا یزید الظلمین الا تبارا اقول یہ تو ظاہر ہے کہ اس صدی میں بابو صاحب یا اور کسی صاحب نے دعوی مجددیت و مہدویت ایسا نہیں کیا جسکا ثبوت شہادات آسمانی و ارضی نے بھی دیا ہو اور اپنے اُس فرض منصب کو یعنی تجدید دین اُمت جس کے زمانہ میں ضرورت ہے اُس نے ادا کیا ہو بلکہ بابو صاحب اور اُن کے ہم مشرب تو اسی پُرانے غلط خیال پر مصر ہیں پھر دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کونسی جدید بات آسمان سے نازل ہوئی ہے جس کے لیے فرمایا گیا کہ ننزل من السماء ما ھو شفاء ورحمۃ للعلمین ہر ایک اہل عقل با انصاف بطور قطع واجب کے یہی کہے گا کہ وہ شفا اور رحمۃ جو اسوقت میں اللہ تعالےٰ آسمان سے اُتار رہا ہے وہی الہامات تجدید ہیں جو اس مہدی معہود اور مسیح موعود پر نازل ہو رہے ہیں کہ کہیں گستاخ لیکھرام کے عذاب کیلیے الہام کہیں دیا تند سرستی کی موت کیلیے الہام وغیرہ وغیرہ اور یہ وہی نور ہے جسکو آپ کے پیر مولوی عبد اللہ صاحب نے آسمان سے اُترتے ہوے قادیان کیطرف دیکھا تھا مرا یاد و ترا فراموش ہاں ولا یزید الظلمین الا تبارا کے مصداق وہ لوگ ہی ہیں جو اس نور سے محروم ہیں۔ اور لبئس ما قدمت یداہ۔ لو سیرت بہ الجبال او کلم بہ الموتی کے مصداق بھی وہی لوگ ہیں جو اس نور حق کے مقابلہ پر انکار میں ضد و ہٹ کرنے والے ہیں الہام بست و چہارم من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ قرینا ھنا فرینا یہ الہام واسطے زجر و توبیخ کے آپ کے لیے ہوا ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ سے اس سلسلہ الٰہیہ کے مسائل سمجھائے گئے نصوص حدیثیہ بھی پیش کی گئیں اقوال آئمہ سے بھی تنبیہ

کیا گیا وغیرہ وغیرہ لیکن مخالفین نے ان سب نصوص بینہ سے اعراض کیا اور کر رہے ہیں پس سواء مخالفین اس سلسلہ آلہیہ کے اس آیت کا مصداق اور کون ہو سکتا ہے الہام نسبت و پنجم ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم۔ یہ آیت آپکی تنبیہ کے لیے ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لیے جو صفات الوہیت مثل الان کما کان اور بجسدہ العنصری آسمان پر بلا احتیاج اکل و شرب خالد و باقی ہونا وغیرہ وغیرہ ثابت کی جاتی ہیں وہ صراط مستقیم کے مخالف ہیں اور ان اللہ ربی و ربکم کے مضاد ہیں الہام نسبت و ششم قل اعوذ برب الناس انی جاعلک للناس اماما قل رب اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔ اقول انی جاعلک للناس اماما کے اول و آخر تعلیم اعوذ اسی تنبیہ کے لیے ہے کہ تمہارا خیال حصول امامت کے لیے محض وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ اس زمانہ صدی چار دہم میں تم ایک مجدد عظیم الشان کو امام الکل گردان چکے ہو اسواسطے تم وسوسہ شیطانی سے پناہ مانگو۔ الہام نسبت و ہفتم تبارک الذی بیدہ القرآن ما نثبت بہ فؤادک اقول آپ کو اس الہام سے یہ تذکیر کی گئی ہے کہ تمام فیج اعوج کا عقیدہ نسبت حیات عیسیٰ بن مریم کے قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں بلکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے انکی وفات ثابت ہوتی ہے لہذا بمقابلہ مخالفت اس تمام فیج اعوج کے ہم نصوص قرآنیہ و الہامات سے اس مجدد کے دل کی تثبیت کرتے ہیں تمہارے دل کی تثبیت بھی اگر تم قرآن مجید سے تمسک کروگے تو ہم کرنے کو موجود ہیں۔ الہام نسبت و ہشتم یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین تفہیم اس کی اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۷ میں لکھی گئی الہام نسبت و نہم یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ انما توعدون لآت۔ ناظرین کو بابو صاحب کے تمام الہامات کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اکثر الہامات وہی ہیں جو براہین وغیرہ میں حضرت اقدس کے الہامات شائع ہو چکے ہیں الاماشاء اللہ چنانچہ یہ الہام بھی بعینہ مندرجہ براہین ہی ہے پس ہمارا یہ قول کہ بابو صاحب کی تذکیر اور یاد دہانی کے لیے فلاں فلاں الہام ہوا ہے کیسا قول نفس الامری اور واقعی ہے ورنہ بجز استراق السمع کے اور کیا تصور کیا جاوے اگر یہ بھی نہیں تو وجہ کیا ہے کہ بابو صاحب کو وہی الہام ہوں جو مندرجہ براہین وغیرہ ہیں مثلاً یہی الہام ہے جو مدت ۲۲ یا ۲۳ سال سے حضرت اقدس کو ہو رہا ہے اور قریب پچاس ہزار خواص و عوام کے حضرت اقدس کو عیسیٰ موعود مان بھی چکے اور خود بابو صاحب بھی اس الہام کو تسلیم کر چکے تھے اور بابو صاحب نہ عیسیٰ موعود ہونیکے مدعی ہیں اور نہ کسی شخص نے عوام میں سے بھی بابو صاحب کو عیسیٰ موعود مانا ہیں

واقعات بھی صریح شہادت دے رہے ہیں کہ اس قسم کے الہامات جو بابو صاحب کو ہوئے وہ صرف واسطے تذکیر اور یاد دہانی کے ہوئے ہیں تاکہ بابو صاحب پر واسطے تصدیق اس مسیح موعود کے اتمام حجت کیا جاوے یا بطور استراق السمع کے ہیں اور جملہ آخری انما توعدون لآت بھی دلیل صریح ہے اس ہمارے بیان کے ثبوت کے لیے کہ جس امر کا وعدہ دیا گیا تھا وہ واقع ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے پس ہر ایک اہل عقل منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہ وعدہ کس کے لیے پورا ہوا آیا بابو صاحب کے لیے یا حضرت اقدس کے لیے پس خلاصہ یہ ہے کہ اکثر الہامات بابو صاحب کے مبشت اور مؤید دعاوی حضرت اقدس کے لیے ہی ہیں ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ ہست۔ الہام سی ام۔ **قولہ** ایک دن عاجز مغرب کیوقت ٹہل رہا تھا اور اپنی نسبت بدگمانی کی لہریں دل میں جوش زن تھیں حتیٰ کہ میں نے اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا اس رات الہام ہوا ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ فعال لما یرید **اقول** ای بابو صاحب آپ ضرور بالضرور شیخ چلّی ہی ہیں کیونکہ اس الہام میں اشارات مصرحہ آپ کے شیخ چلی ہونے پر ضرور ہیں کیونکہ آپ کو اقرار ہے کہ آپ سلطان القلم نہیں اعلاء کلمۃ اللہ میں کوئی ایک سطر بھی آپ نے نہیں لکھی۔ محنت مزدوری مشقت دنیوی سے آپکو رزق ملتا ہے پس اس الہام میں اُس شخص کی طرف سے نفی مجنون ہونے کے لیے کی گئی ہے جو سلطان القلم ہے جس کے قلم کے آگے تمام مخالفین اندرونی بیرونی کے قلم ٹوٹ گئے اور وہ اعجازانہ قلم اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوا جیسا کہ اُس نے کہا تھا ؎ صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ٭ سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے اور کیونکر نہ ہو کہ ظہور القلم مہدی موعود کے نشانات میں سے تھا اسی لیے اعلاء کلمۃ اللہ میں ہزاروں اشتہار اور رسائل لکھ چکا یورپ و امریکہ وغیرہ میں تبلیغ دین اسلام کر رہا ہے ماہوار ڈیڑھ دو ہزار روپیہ کا خرچ تائید اسلام میں اُس کے یہاں ہمیشہ ہوتا رہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی اور ذو القوۃ المتین ہونا ثابت ہوتا ہے اور جملہ آخر اس الہام کا اسی واسطے وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے خوارق کے صادر کرنے پر قادر ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے پس جبکہ آپ سے بجز اُسی مزدوری دنیوی کے کوئی کام اعلاء کلمۃ اللہ کا ہو ہی نہیں سکا تو پھر آپ اس الہام کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں ؎ تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف ٭ مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی اس الہام میں کسقدر اشارات واسطے تصدیق اس مسیح موعود کے موجود ہیں مگر افسوس کہ آپکو اتنا تنبہ بھی نہیں ہوتا کہ ؎ کلاہ خسروی و تاج شاہی ٭ بہر کل کے سزد حاشا و کلا دفعہ نمبر ۱۸-۱۹ کا جواب گذر چکا اور اسقدر اور واضح ہو کہ تفہیم الہام ذو الوجوہ کی وہی صحیح

ولنعم ما قیل ؎ ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست ٭ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔ جمالی۔

ہوسکتی ہے جو موافق کتاب اللہ وسنۃ صحیحہ کے ہو جیسا کہ ہم نے آپ کے الہامات ذوالوجوہ کی
تفہیم موافق کتاب وسنۃ کے لکھدی اور جو آپ کی تفہیم ہے وہ تو محض متضاد کتاب اللہ وسنۃ
صحیحہ کے ہے اندریںصورت یا آپ کا الہام غلط ہے اور اگر صحیح ہے تو آپ کی تفہیم غلط پس
آپ کی تفہیم کو کیونکر کوئی متبع کتاب وسنۃ کا تسلیم کرسکتا ہے کیونکہ ہماری تفہیم صحیح کو ترک
کرنا اور تفہیم مخالف کتاب وسنۃ کو تسلیم کرنا تلک اذا قسمۃ ضیزی کا مصداق ہے ح
الہام ۳۱ وکیم اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ذکر
ھم بایام اللہ - ودوا لو تدھن فیدھنون اقول ظاہر ہے کہ شرک کی برابر کوئی
ظلمت نہیں اور توحید کے برابر کوئی نور نہیں ہیں جبکہ آپ حضرت عیسیٰ کو صفات الوہیت میں
شریک گردانتے ہیں کہ الان کما کان اور کھانے پینے کی انکو احتیاج نہیں وغیرہ وغیرہ پس یہ
الہام اس جماعت احمدیہ کے لیے متعین ہے علاوہ بریں یہ کہ آپ نے کونسا اخراج جدید ظلمات
سے طرف نور کے کیا ہے جو آپ اور آپ کے فیج اعوج کے لیے اس الہام کے ہونے کی ضرورت
واقع ہوئی آپ کے تو وہی خیالات شرکیہ ہیں جو سابق سے چلے آتے ہیں بخلاف ہماری جماعت
کے کہ تمام ظلمات شرک سے ان مسیح موعود نے نکالکر نور کیطرف پہونچادیا اور اسی واسطے یہ الہام
ذیل بھی مؤید اسی تفہیم کا ہے کہ ذکرھم بایام اللہ یعنی جسطرح پر اللہ تعالےٰ کے مامورین ہمیشہ مار کر
ہوتے رہے ہیں اور اُن کی مخالفت میں ایک جہان کھڑا ہو گیا ہے لیکن بالآخر تمام مخالفین ان ایام
اللہ میں ذلیل اور رسوا ہوتے رہے ہیں اور نصرت اور فتح شامل حال مامورین ہی کے ہوتی رہی ہے
ان ایام اللہ میں بھی اسی طرح پر سنۃ اللہ جاری رہے گی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور ودوا
لو تدھن فیدھنون آپ کے اُن خیالات کا رد ہے جو اکثر مخالفین کیا کرتے ہیں کہ ہم مجدد مانتے
ہیں اور مقدس بھی تسلیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور سلطان القلم بھی لیکن دعوی مسیحیت
اور مہدویت کا مرزا صاحب ترک کردیویں لہذا یہ الہام واسطے تنبیہ ایسے قائلین کے ہوا ہے
علیٰ ہذا القیاس یہ الہام ذرھم یخوضوا ویلعبوا حتی یلقوا یومھم الذی
کانوا یوعدون کا وہی مفہوم ہے جو حضرت اقدس کو مدت سے ہو چکا ہے کہ یا علی دعھم
والضارھم وزراعتہم اور تفہیم الہام الصرباء تکم بناء الذین ذاقوا وبال امرھم
مسہتم الباساء والضراء وزلزلوا فاصبحت کالصریم کے قابل غور ہے کہ دنیا پر
کسقدر عذاب طاعون نازل ہوا اور ابھی تک موجود ہے اور یہ مسیح موعود چند مرتبہ بذریعہ ہزارہا
اشتہاروں کے اس عذاب سے انذار فرمارہا ہے اور اکثر لوگوں کے گھربار فاصبحت کالصریم
کے مصداق ہوگئے الہام ۳۲ ودوم سیقول السفہاء من الناس ماولٰہم عن

قبلتھم التی کانوا علیہا قل للہ المشرق والمغرب اینما تولوا فثم وجہ اللہ الہام
ہٰذا تنبیہ کے لیے ہوا ہے کہ جو خیالات دربارہ مسیح موعود تمام فیج اعوج کے تھے اور انھیں کو لوگوں نے
اپنا قبلہ بنا رکھا تھا اُن تمام خیالات کی بیخ و بنیاد کو مسیح موعود نے اکھاڑ ڈالا اور سفہا ابھی تک
یہی کہتے ہیں کہ ماولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیہا لیکن آپ اپنی تفہیم کے بموجب فرمائے
کہ آپ نے کون کون سے خیالات فاسدہ فیج اعوج کو دور کیا جو آپ کی تفہیم صحیح مانی جاوے
یہ کہنا آپ کا صحیح ہے کہ یہ الہام لوگوں کے خیالات کے جواب میں ہے مثٹ سٹ الہام سی
وسوم قل اتحاجوننا فی اللہ بعد اذ ھدیتنا وانتم مسلمون اس الہام میں
بابو صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بعد اذ ھدیتنا کے مصداق ہیں کہ انھوں
نے اس طرز الہامی کا راستہ ڈالا۔ اب گذارش یہ ہے کہ حسب الارشاد وماذا بعد الحق الا
الضلال کے بعد ہدایت اور حق کے سوائے ضلالت وبطلان کے اور کچھ نہیں ہوسکتا پس
آپ کے الہامات اگر صحیح ہیں تو اُن کی تفہیم وہی ہے جو ہم نے مفصلاً لکھی اور آپ کی تفہیم غلط
ہے کیونکہ مخالف کتاب اللہ وسنتہ صحیحہ کے ہے اور اگر صحیح منجانب اللہ نہیں ہیں تو پھر حضرت
اقدس کے الہامات منجانب اللہ ہیں لہٰذا اتحاجوننا فی اللہ بعد اذ ھدیتنا آپکی تنبیہ کے
لیے ارشاد ہوا ہے علیٰ ہذا القیاس جبکہ ہدایت اور حق آپ مجدد و مہدی معہود کیطرف سے ہے
تو وقد ھدان بھی اسی کے لیے خاص ہے کیونکہ مادہ ہدان اور مہدی کا واحد ہے جو ہدایت
ہے اور آپ کو تو دعوی مہدویت بھی نہیں ہے جو اس کے مصداق ہوسکیں پس اس الہام میں
آپ کے لیے تذکیر کی گئی ہے کہ باوجود اس مہدی موعود کے جس کی ہدایت منجانب اللہ شہادات
ارضی وسماوی سے ثابت ہوچکی باوجود مسلمان ہونے کے جھگڑنا اور ضد وعناد میں گرفتار رہنا
ہرگز نہیں چاہیے۔ الہام سی وچہارم لقد اٰثرک اللہ ان وعد اللہ حق۔ اس
الہام کا مخاطب وہی مجدد ہوسکتا ہے جسکو تم بھی تسلیم کرچکے تھے اور چونکہ مامورین اور مرسلین
ہی کا اصطفا او راجتبا اللہ تعالےٰ کیطرف سے ہوا کرتا ہے لاغیر کما قال اللہ تعالیٰ اللہ
یصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس اور ان وعد اللہ حق سے وہی مہدی معہود
اور مسیح موعود آپ کو یاد دلایا گیا ہے جس کے آنے کی خبر اس چودھویں صدی میں مخبر صادق نے
دی تھی پس یہ آواز آسمان سے بخطاب حضرت اقدس ہورہی ہے لقد اٰثرک اللہ ان وعد
اللہ حق ایضاً ھٰذہ من مسکات رحمتہ اقول آپ کا جو خیال ہے کہ سوائے مسیح ابن مریم
کے کوئی دوسرا شخص مسیح موعود نہیں ہوسکتا یہ آیت اُس خیال کے جواب اور رد کے طور پر الہام
ہوئی ہے۔ ایضاً الذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ اقول الذین اٰمنوا کے مصداق تو ہی

لوگ ہیں جو صفات الوہیت کو حضرت عیسی کے لیے ثابت نہیں کہتے جو اس صدی میں صرف حضرت اقدس ہی کی جماعت ہے اور وہی مصداق اشدحبا للہ کے ہیں ایضاً قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم۔ **اقول** صراط مستقیم یہی ہے کہ کسی مخلوق کو صفات الوہیت میں شریک نہ کیا جاوے اور مخالفین تو حضرت عیسی کو صفات الوہیت میں شریک کر رہے ہیں پس وہ یا مغضوب علیہم میں داخل ہیں یا ضالین ہیں۔ جو صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ ایضاً ملة ابراھیم وجعلنی من المکرمین **اقول** ملة ابراہیم بھی وہی ہے کہ عبادت الہی اور اسکی صفات میں کسی مخلوق کو شریک نہ کیا جاوے اور موحدین ہی اللہ تعالی کے نزدیک مکرمین میں داخل ہیں نہ مشرکین۔ ایضاً ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین یہ آیت موآپکو اسواسطے یاد دلائی گئی ہے کہ اگر حضرت عیسی زندہ ہوتے تو اللہ تعالے کے لیے نماز بھی پڑھتے اور قربانی بھی کرتے اور حیات کے واسطے ممات لازم ہے پس یہ کیسی حیات بشری ہے کہ دو ہزار برس سے الآن کما کان کے مصداق ہو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فھم الخلدون خلود کا معنی یہی ہے کہ تغیر جو موجب فنا ہر لحظہ کے ہیں کسی پر وارد نہ ہوں۔ دیکھو کتب لغات کو الخلود البقا والدوام۔ اور جبکہ اسقدر دراز پنشن لیے ہوے آسمان چہارم یا دوم پر فارغ بیٹھے ہوے ہیں تو پھر عبادت اُن کی اللہ تعالے کے لیے کب ہوئی اور کونسی تبلیغ دین اسلام کی اس مدت دو ہزار برس میں اُنکیطرف سے واقع ہوئی۔ ایضاً قل ای شئ اکبر شھادة من اللہ **اقول** اجماع کسوف وخسوف وغیرہ اور خوارق عادات جو اس مسیح موعود کے ہاتھ پر صادر ہوے وہ سب شہادت من اللہ تعالے ہی ہیں لہذا آپکو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی گواہی واسطے ثبوت حقیت اس مہدی موعود کے ہو سکتی ہے **ایضاً** قد جعل ربك تحتك سریا **اقول** یہ وہی چشمہ علوم قرآنی و معارف فرقانی کا ہے جو اس مسیح موعود سے جاری ہو رہا ہے ؎ ایں آتشنے کہ دامن آخر زماں بسوخت + از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثر م + **ایضاً** کنتم خیر امة اخرجت للناس **اقول** آپ نے کونسا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مخالفین اسلام کے لیے کیا ہے جو اس الہام کے مصداق آپ ہو سکتے ہیں اسکا مصداق تو وہی مہدی موعود و مسیح مسعود ہے جسکی تصدیق آپ بھی کر چکے تھے یاد کرو دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ ایضاً **قولہ**۔ الہام ؎ کہدے اے باد صبا اُجڑے ہوے یاروں سے + راہ ملتی ہے کہیں

دشت کے آواروں سے ٭ لمن شاء منکم ان یستقیم۔ اس میں لفظ اُجڑے ہوئے
اُن اصحاب کی شان میں معلوم ہوتا ہے جو گھر بار اُجاڑ کر یا خانہ بدوش ہو کر مرزا صاحب کے
پاس آگئے ہیں۔ **اقول** جن لوگوں نے تائید اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا اُن کے لیے تو اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنہم فی الدنیا
حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ وغیر ذالک من الآیات کیونکہ ان
مہاجروں نے قرآن مجید کے ساتھ تمسک کیا ہے اور جب تک قرآن مجید کے ساتھ تمسک ہے
کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے وہ تو اولئک ہم المفلحون میں داخل ہیں ہاں البتہ وہ لوگ جنھوں
نے قرآن مجید کو اپنا متمسک بہ نہیں گردانا وہ ضرور بالضرور آوارہ دشت ضلالت ہونیوالے
ہیں چنانچہ بارہ ایک حدیث کا حدیث ترمذی میں یوں موجود ہے من ابتغ الہدیٰ من
غیرہ اضلہ اللہ اب غور کرو کہ در بارہ وفات مسیح کس فریق نے قرآن مجید کو ترک کیا ہے
پس وہی فرقہ مصداق اس شعر کا ہوگا۔ کہ راہ ملتی ہے کہیں دشت کے آواروں سے ہذا
لمن شاء منکم ان یستقیم کے مصداق بھی وہی ہیں جو قرآن مجید کو اپنا متمسک بہ گردانتے
ہیں **قولہ الہام** ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم
غشاوۃ ولہم عذاب الیم **اقول** اس کے مصداق وہی ہیں جنھوں نے دربارہ
وفات مسیح ابن مریم وغیرہ قرآن مجید کو ترک کر رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
اس شکایت کے مورد بن گئے ہیں وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن
مہجوراً ۔ پس بالضرور ختم اللہ علیٰ قلوبہم الآیہ کے پورے مصدق ہو گئے ہیں
اور یہ آیت آپ کے آگاہ کرنے کے لیے الہام ہوئی ہے اور واقعات بھی اسی کی شہادت دے
رہے ہیں کہ سب طرح سے اتمام حجت مخالفین پر کیا گیا لیکن کوئی اثر اُسکا اُنپر مترتب نہیں ہوا
ولنعم ما قیل۔ سہ بند آہن را تواں کردن جدا ٭ بند فیضی را نداند کس دوا ٭ **ایضاً قولہ**
الہام یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون
اقول وہ آیات بینات جو عیسیٰ بن مریم کی وفات پر دلالت کر رہے ہیں اور نیز وہ نشانات
الٰہی جو اس مسیح موعود کے لیے محض منجانب اللہ بطور شہادۃ اللہ کے صادر ہوئے ہیں وہ سب کے
سب ایسے انوار الٰہیہ ہیں کہ مخالفین کے موہنہ کی پھونکوں سے ہرگز ہرگز بجھ نہیں سکتی اور روز
بروز یہ سلسلہ احمدیہ ترقی پذیر ہوتا رہتا ہے اگرچہ منکرین کو برا معلوم ہوتا ہو پس یہ الہام بھی
آپ کی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے **قولہ** جو اور کا چیتے برا اُسکا برا ہو جاوے گا سنسمہ
علی الخرطوم **اقول** انذار مامور من اللہ کو بدخواہی خلق اللہ خیال کرنا ہی تو موجب ہلاکت کا ہے،

تمام قرآن مجید کو کھولکر دیکھو کہ جن لوگوں نے انذار مرسلین کو بدخواہی سمجھا تھا وہی ہلاک ہوئے اور بے عزتی و رسوائی انھیں کی نصیب ہوئی ولقد جاءهم من الانباء مافیه مزدجر حكمة بالغة فما تغن النذر الی قوله تعالیٰ فكيف كان عذابی ونذر قوله اس کتاب کے تحریر کرنے میں جو رد و قدح ہو رہا تھا اُسپر یہ الہام ہوا ع قصه کوته کن ورنہ درد سر بسیار بود۔ آه اقول فی الحقیقت بموجب آپ کے الہام کے آپ کی کتاب طول مخل و درد سر کی مصداق ضرور تھی جس کا قصہ آیات الرحمٰن نے کوتاہ کردیا اندرینصورت آیات الرحمٰن ہی مصداق ہے آپکے اس الہام کی کہ انه من سلیمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم لہذا آپکو وأتونی مسلمین اپنے الہام کی تعمیل ضروری ہے آیندہ اختیار بدست مختار۔ ع ہمارا کام سمجھانا ہے یار و + اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو + اور چونکہ آپ کو دعویٰ مجددیت و مہدویت یا مسیحائی کا نہیں ہے اور حضرت اقدس کا دعویٰ معہ ادائے فرض منصب کے نشانات ارضی و سماوی سے حیز ثبوت کو پہونچ چکا ہے لہذا یہ الہام ما رمیت اذ رمیت و لكن الله رمی آپکی تنبیہ کے لیے ہوا ہے کہ آپ کو لازم ہے کہ حضرت اقدس کی خدمت با برکت میں بادب گزارش کریں کہ ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی ہاں اگر آپ دعویٰ مجددیت و ملہمیت کا معہ ادائے فرض منصب مجددیت کے کرتے وانی له ذلك تو پھر اس الہام کے مصداق شاید آپ بھی ہوسکتے تھے والا فلا چنانچہ اسی صفحہ میں آپ کا خود اقرار ہے کہ کمترین کو اپنی نسبت لفظ الہام کے بیان و استعمال سے بھی شرم آتی ہے بابو صاحب کچھ شرم کی بات نہیں ہے کیونکہ شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں بیاید کیونکہ لغوی الہام نہ شرعی الہام القاء شیطانی پر بھی استعمال ہوسکتا ہے ہاں بعض الہامات آپ کی تنبیہ کیلیے منجانب اللہ بھی ہوسکتے ہیں جیساکہ بسبب آپ کی اس تغیر بلاوجہ کے یہ الہامی تعلیم آپ کو ہوئی ہے کہ الحق ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن اعلم ان الله علی كل شیء قدیر وان الله قد احاط بكل شیء علما یعنی مراد یہ ہے کہ الله اعلم حيث يجعل رسالته لہذا ان الہامات کا مصداق حضرت اقدس کو قرار دینا آپ پر ضروری ہے جیساکہ آیات الرحمٰن نے ثابت کردیا پس اسبارہ میں اس عاجز کا کیا قصور ہے اور جو ایسے الہامات آپکو ہوئے ہیں جن کے مصداق حضرت اقدس ہیں اور براہین احمدیہ میں موجود ہیں وہ سب یہاں پر خود بخود پورے ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کو کوئی روک نہیں سکتا اور آپکو جو الہامات مندرجہ براہین احمدیہ ہوتے ہیں اُنکو بجز استراق السمع کے اور کیا تصور کیا جاوے علامة المقالة ہے کہ جسقدر اضغاث احلام یا الہام آپکو ہوئے ہیں چونکہ ان کی تفہیم میں آپ نے سخت غلطی

کی ہے لہذا ہمنے انکا مصداق حسب کتاب اور سنت صحیحہ کے بتلا دیا ہے اور دیگر مخالفین نے
جو مقدمہ لازی سے ڈرایا اور کبھی لغو افواہیں اڑا کر اس نور الٰہی کو بجھانا چاہا ان سب کی
کیفیت وماہیت اس آپ کے جامع الہام سے ظاہر ہوتی ہے ؎ یہ لوگ دغاباز جفا
جو ور تلاے ‡ کرتے ہیں ہر ایک بات میں کیا حیلے حوالے ؛ **قولہ** ص۳۵ فصل ۳۴
مرزا صاحب کی جماعت نے بعد مطالعہ ضرورۃ الامام بنظر توہین وتحقیر الہامات عاجز
کے معنی وتفہیم اپنی سمجھ وپسندیدگی کے موافق معہ اپنے الہام وکشف ومنامات وغیرہ کے
الٹ پلٹ بیان کیے ہیں اور ابتک کرتے ہیں الی آخر الفصل ص۵۵ تا ختم باب اول۔
اقول (۱) ناظرین عصای موسی پر کالشمس فی نصف النہار اولاً واضح ہو کہ بابو صاحب
کو اپنے الہاموں پر بالکل اعتماد اور وثوق نہیں ہے (۲) ثانیاً اسپر علاوہ یہ ہے کہ بابو صاحب
خود نفس الہام کو حجت قرار نہیں دیتے (۳) ثالثاً اور علاوہ پر علاوہ یہ کہ بسبب فسق و
فجور ترک نماز وغیرہ کے بابو صاحب مورد الہام ربانی نہیں ہو سکتے۔ (۴) امر چہارم
یہ کہ حسب اقرار خود بابو صاحب کے نہ انکو واقفیت علوم الٰہیہ سے ہے جنکے ذرائع کہ
فہم عبارات عربیہ فارسیہ کا حاصل ہوا اور نہ علوم شرعیہ سے خبر ہے جس سے توفیق وتطبیق
درمیان الہامات اور کتاب اللہ یا سنتہ صحیحہ کے کر سکیں اور نہ روح القدس کی تائید ہے
ورنہ اعجاز المسیح ہی کے مقابلہ میں اپنے گھر بیٹھے بیٹھے کوئی تفسیر لکھتے پس بلحاظ ان امور
چہارگانہ کے چارو ناچار ہر ایک اہل بصیرت بطور قطع واجب کے یہ حکم کر سکتا ہے
کہ بابو صاحب کے الہامات اگر انکو الہامات ربانی ہی تسلیم کیا جاوے اس کی تفہیم حسب ارشاد
فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے کسی اہل ذکر سے دریافت کی جاوے
لہذا ہمنے جو بطفیل اس مسیح موعود کے اہل الذکر سے ہیں بابو صاحب کے الہامات کو حسب
علوم الٰہیہ اور علوم شرعیہ کے مشرح اور مفصل کر دیا ہے اگر بلحاظ اقرارات چارگانہ کے ہماری
تفہیم کو قبول کریں تو فبہا کیونکہ اسمیں تعمیل ارشاد الٰہی ہوتی ہے ورنہ اختیار بدست مختار ہے
جو شخص آپ کے ان الہامات کو آپ کی تفہیم کے بموجب تسلیم کرے گا اسوقت ہم یہی جملہ
پڑھیں گے کہ ضلوا فاضلوا۔ یا ؎ خیالات نادان خلوت نشیں ÷ بہم برکند عاقبت کفر
و دین ÷ ہاں ہمکو آپ کے ان الہامات سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جو مخالفین اس قسم کے
وقوع الہاماً آیات قرآنیہ وغیرہ سے مکذب اور منکر تھے وہ اگر اس آپ کی کتاب عصای موسی میں
آپ کے ہم آواز ہوں گے تو انپر الہامات قرآنی حضرت اقدس کا امکان تو ضرور بالضرور
ثابت ہو جاوے گا پھر وقوع ان کا ہماری اس کتاب آیات الرحمٰن سے بخوبی ثابت ہو جاویگا

گو یا کہ جو معنے یعنی حضرت اقدس سے بہت دور تھے اُن کو آپ نے کسی قدر قریب کر دیا ہے۔
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؎ پس اس سب بیان سے ثابت ہوا کہ آپ جیسا ملہم بموجب خود آپ کے اقرار کے تحت الثریٰ میں ہی پہونچا دیا گیا اور اُس کے مخالف یعنی ہماری جماعت عرش بریں کے نزدیک ضرور مقبول و تسلیم کی جاوے گی اور جو قاعدہ حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ء میں واسطے سمجھنے الہام کے لکھا ہے وہ اُس ملہم کے لیے ہے جسکو اپنے الہامات پر پورا وثوق ہو اور آیات سماوی و ارضی بھی اُس کا ملہم ہونا تصدیق کرتے ہوں اور اُسکا نفس ایسا قدسی ہو کہ علمناہ من لدنا علما کا مصداق ہو کر تمام علوم آلہیہ اُس کے خدام ہو گئے ہوں پس اُس کے لیے وہی قاعدہ ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پاکر اُس کے معنے کرتا ہے پس کجا آپ کے الہامات جنکو آپ تو وساوس شیطانی قرار دیتے ہیں اور کجا حضرت اقدس کے الہامات ربانی کہ جنکو وہ قطعی طور پر از امور ایمانی و الہامات ربانی یقین کرتے ہیں اور نشانات سماوی و ارضی اُن کے مصدق ہیں۔ ہاں یہ امر ضروری ہے کہ مکالمات آلہیہ کے مقابل میں القاء شیطانی بھی ضرور ہوا کرتا ہے چنانچہ ان الہامات ربانی کے مقابلہ میں آپکے وساوس شیطانی بھی ضرور ہی واقع ہو گئے کیونکہ یہی سنۃ اللہ تھی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک کے تلاوت کے آغاز کرنے کیلیے یہ امر فرمایا ہے و اذا قرءت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم جسکی تعمیل کے لیے ہر ایک قاری قرآن پر فرض ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم آغاز تلاوۃ میں پڑھ لیا کرے اور نیز آخر قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے بوقت ختم قرآن مجید کے وسواس خناس سے پناہ مانگنے کا حکم صادر فرمایا ہے اس سے بھی اس امر کا پتا چلتا ہے کہ بمقابل الہامات ربانی وساوس شیطانی بھی ضرور ہوتے ہیں لہذا ہم بھی واسطے پناہ مانگنے کے آپکے خیالات و القاءات شیطانی سے آخر اس باب میں سورۃ الناس تلاوت کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ

باب ثانی ضرورۃ الامام کے جواب کے رد میں

صفحہ ۸۷

واضح ہو کہ بابو صاحب فصل دوم میں ضرورۃ الامام کو تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام صادق کی طلب و تلاش میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور پہلے بوجہ سید عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم سے بعیت کی اور اُنکی رحلت کے بعد بھی اسبارہ میں تساہل نہیں کیا اور حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو بھی تسلیم کیا لیکن قطع منازل اور مراحل کے بعد حضرت مرزا صاحب کا کارخانہ سراب نظر آیا **اقول** مولوی عبد اللہ صاحب کی نسبت جو آپ بار بار سیادت نسبی ظاہر فرماتے ہیں اُس کی نسبت تو سابق میں کچھ عرض کیا گیا ہے تکرار کرنا بے سود ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ عبد اللہ صاحب چودھویں صدی کے مجدد کیونکر ہو گئے جسکا وجود حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے ہر صدی کے راس پر ضروری ہے اور پھر جس ابن مریم موعود اور مہدی معہود کی خبر مخبر صادق نے دی تھی اُس کے مصداق عبد اللہ صاحب کیونکر ہو سکتے ہیں نہ اُنھوں نے دعوی کیا اور نہ آسمانی یا زمینی شہادت سے اُن کے واسطے کوئی تصدیق واقع ہوئی۔ اور نہ فرض منصب مجددیت یا مہدویت اور مسیحائی کا اُنھوں نے ادا کیا پھر اُن کو اس امام الزمان سے کیا نسبت ہے سہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ؛ خصوصًا وہ امام جسکو آپ ہر طرح تسلیم و تصدیق کرچکے تھے چنانچہ آپ اپنی ایک چٹھی مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء میں جو بنام بابو محمد صاحب مقام لاہور سے انگریزی میں لکھی تھی تحریر کرتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے۔ مرزا جی کے متعلق نہ اُن کے دعوی کی صداقت میں اور نہ خلاف مجھے کوئی الہام نہیں ہوا لیکن میں اُن کو ولی اور زمانہ کا مجدد سمجھتا ہوں مجھے اُن کے ساتھ بہت ہمدردی ہے اور اکثر اُن کے لیے دعا کی ہے جسکا جواب تسلی دہ الفاظ میں ملا ہے مثلاً آپکی چٹھی پہونچنے سے پہلی رات موجودہ مصیبت کے متعلق میں نے خداوند تعالی سے دعا کی تو صبح بوقت جو جمعہ کا روز ۱۳ اگست تھی جواب ملا و ما کید فرعون الا فی تباب۔ انتہی اس الہام میں مراد آپ کی فرعون سے مخالف حضرت اقدس کا ہے جس نے اُنپر مقدمہ چلایا ہے اور اُسکی تباہی اور ہلاکت کی آپکو خبر دی گئی ہے پس ہرگاہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب آپ کے نزدیک مجدد و مامور من اللہ تھے اور اُن کا مخالف فرعون تو فرمایئے کہ نسبت موسوی حضرت اقدس کو

حاصل ہوئی یا آپ کو اور کتاب عصئ موسیٰ کے معنے جو سابق میں ہمنے لکھے ہیں نافرمانی کی الٰہی بخشش نے حضرت موسیٰ کی آپ کے الہام کے بموجب ٹھیک ہوئے یا نہیں مگر افسوس سہ چشم باز وگوش باز وایں ذکا ء خیرہ ام در چشم بندی خدا ؛ اور عبد اللہ صاحب کے فیض صحبت واثر وحالات واخلاق کا مقابلہ اس مسیح موعود کے اخلاق اور حالات ونورانیت وروحانیت کے ساتھ کیونکر ہوسکتا ہے سہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؛ یہ تو ایسا ہی مقابلہ ہے جیسا کوئی نادان اُن رہبان اور درویشوں کا مقابلہ آنحضرتؐ سے کرے جو آنحضرتؐ کے وقت میں ملہم ہو کر پیشین گوئیاں اور بشارتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دیتے تھے اور پھر بعد اس کے مکذب اور منکر بھی ہو گئے اور پھر اُلٹا یہ اعتراض کرے کہ ان رہبان کے اخلاق وعادات بسبب ترک کردینے تمام علائق دنیاوی کے کہیں اچھے ہیں آنحضرت صلعم کے اخلاق وعادات سے جنکے نو دس تو ازواج ہیں اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ہمہ وقت ذب ودفع کرنے کے فکر میں رہتے ہیں اور پھر اسپر یہ تفریع کرے کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو سواء قتل کرنے مخالفین کے اور غارت کرنے اُن کے اموال و غنائم کے اور کوئی قصد ہی نہیں تھا ثم نعوذ باللہ منہ اے بابو صاحب جو شخص دنیا کی اصلاح کے واسطے منجانب اللہ مامور ہو کر آتا ہے اُسکو تو تمام قویٰ عطیہ الٰہیہ کا استعمال اپنے محل پر کرنا ضروری ہوتا ہے اور ہمہ وقت ابطال باطل اور احقاق حق میں مصروف رہتا ہے بخلاف اُن لوگوں کے جو مسجدوں میں بیٹھکر دنیا کی اصلاح سے کوئی غرض نہیں رکھتے مولوی عبد اللہ صاحب کا مرتبہ اسی قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال اور کشف میں مہدی اور مسیح موعود کو آسمان کا نور بتلایا اور قبل اُسکی دعوت بعثت کے اس عالم فانی سے وہ رخصت ہو گئے کیونکہ نہیں معلوم اگر وہ یہ زمانہ پاتے تو مثل بعض رہبان کے تکذیب کرتے یا تصدیق اور یہ آپ کی خوبی قسمت ہے کہ حضرت اقدس کے اخلاق اور عادات سے باآخر باوجود صحبت طویلہ کے آپکو کچھ حصہ نہ ملا سہ قسمت تو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ؛ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا افسوس کہ اُسکی روحانیت اور نورانیت سے آپ بہرہ یاب نہ ہوئے نعم ماقیل سہ تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل ؛ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را جس مامور من اللہ کا فرض منصب یہ امور مذکور ہوں گے اُس سے تو اکثر خلائق بحکم ولکن لا تحبون الناصحین کے کب خوشنود رہے گی مگر ان لوگوں کو خلائق کی خوشنودی ناخوشنودی کی کچھ پروا نہیں ہوتی وہ تو مصداق اس آیت کے مضمون کے ہوتی ہیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ الآیۃ

اور چونکہ ایسے مامورین کے اعداء بہت ہوتے ہیں اور طرح طرح سے وہ اضرار کے درپے ہوتے ہیں لہذا آخر آیت میں اللہ تعالے اُن کی تشفی اور تسکین کے واسطے ارشاد فرماتا ہے کہ لن یضروکم الا اذیٰ وان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لا ینصرون۔

قولہ صہ ۸۸ و ۸۹ و ۹۰۔ اگر یہ امر حق ہے کہ سچی خواب یا الہام وتقویٰ وطہارت سے کوئی امام نہیں کہلا سکتا تو مرزا صاحب اپنی مسیحیت ومہدویت مجددیت محدثیت امام الزمانی کی بنیاد پھر کیوں انھیں امور ودعاوی پر قائم فرماتے ہیں الی آخر الفصل **اقول** ؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے ۔ لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا تمام رسالہ ضرورۃ الامام میں بابو صاحب کی ان سب نکتہ چینیوں کا جواب مفصلاً موجود ہے لیکن بابو صاحب ہیں کہ مثل خبط عشواء کے اپنی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں ؎ کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم ۔ اے ناظرین بابو صاحب کو اتنی سمجھ بھی نہیں ہے کہ مطالب اردو عبارت کے بھی سمجھ سکیں پھر جو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اپنی کتاب میں موقع بیموقع ایک طوالت کے ساتھ لکھے مارتے ہیں اُنکی سمجھ اُنکو کیا حاصل ہو سکتی ہے شاید بابو صاحب کی غرض اس طوالت سے یہ ہے کہ عوام کالانعام آپ کو مفسر اور محدث بھی سمجھ لیں **والی لہ ذلک** اے بابو صاحب مطلب حضرت اقدس کا یہ ہے کہ امامت کے واسطے تو الہام وتقویٰ طہارت وغیرہ کی نہایت ضرورت ہے جیسا کہ مفصلاً حضرت اقدس نے بحث شرائط امامت میں بیان فرمایا ہے لیکن ہر ایک متقی اور ملہم کا بحکم اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے امام ہونا ضروری نہیں ہے یہ امام عظیم الشان کل متقیوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس کا اقرار خود بابو صاحب کو بھی ہے دیکھو صہ ۹ سطر ۸ سے سطر ۱۲ تک کو بس یہ آپکی نکتہ چینی کیسی بیجا ہے جو نہایت کم فہمی سے ناشی ہوئی ہے۔ پھر اس فصل میں بابو صاحب بصفحہ ۸۹ ایک دبی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ نشان کسوف وخسوف وغیرہ کا شاید میرے ہی واسطے ہو جاوے ۔ بابو صاحب کو اسقدر بھی تمیز نہیں کہ اس صدی میں نشانات سماوی ہوں یا ارضی واسطے تصدیق دعاوی مہدی ومسیح موعود کے ہیں پھر بابو صاحب نے کب دعوی مہدویت یا مسیحائی کا کیا ہے جو اُن کیلیے یہ نشانات قرار دیے جاویں کیونکہ اللہ تعالے کیطرف سے تصدیق دعوے کے یہی معنی ہیں کہ جب بنی نوع انسان مامورمن اللہ کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں تب اللہ تعالے اُسکی تصدیق کے واسطے کوئی نشان بطور خرق عادت کے صادر فرماتا ہے تاکہ اُسکی حقیت کا ثبوت ہو جاوے اور یہ صدور نشان کا اللہ تعالے کیطرف سے بطور ایک شہادت کافی کے ہو جاتا ہے مگر

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا + اب تلاش کرو کہ دعوی مہدویت و مسیحائی کس نے کیا ہے اور تکذیب اور تکفیر کسکے دعوی کی کیفیت کی گئی ہے جس کے لیے اللہ تعالے کو ضروری معلوم ہوا کہ اس نشان کسوف و خسوف سے تصدیق کی جاوے کیونکہ تصدیق تو بعد تکذیب مخالف کے ہوا کرتی ہے بابو صاحب کی تکذیب کس نے کی تھی جس کے واسطے اجتماع خسوف وکسوف رمضان ہے اللہ تعالے نے تصدیق فرمائی اور چونکہ خسوف وکسوف رمضان کا بابو صاحب کے نزدیک نشان آسمانی ہونا واسطے حقیت مجددیت و مہدویت کے مسلم ہے پس بطور قطع واجب کے متعین ہوا کہ یہ نشان خسوف وکسوف کا واسطے تصدیق دعوی حضرت اقدس؁ کے ہے لاغیر کیونکہ ازل سے اللہ تعالے نے اس اجتماع خسوف وکسوف کو رمضان میں واسطے تصدیق دعوی مہدی آخرالزمان ہی کے مقرر کر رکھا تھا جیساکہ حدیث ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض الحدیث سے واضح ہے - اور بابو صاحب جو ایسے دعاوی کو ریا سمعہ اور شرک قرار دیتے ہیں اور اُسکی مذمت میں چند احادیث لکھی ہیں افسوس کہ انکو اسقدر سمجھ بھی نہیں ہے کہ جو دعاوی بحکم الٰہی فاصدع بما تؤمر کے یا بتعمیل امر وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے مامورین سے واقع ہوتے ہیں وہ تو عین اوامر الٰہیہ بجالانا ہو جاتا ہے جو مامورین پر فرض اور واجب ہے نہ ریا و سمعہ اور شرک و نعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول اور یہ جو آپ نے مذہب جبریہ اختیار کیا ہے کہ احکام بشارات الٰہیہ کے بجا آوری میں کوشش کرنا کچھ ضرور نہیں خود وہ مالک وخالق کر دیتا ہے یہ بالکل مخالف ہے تمام تعلیم اسلام اور قرآن مجید کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا + تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان + وغیر ذلک من الایات الکثیرۃ - اور جو حدیث آپ نے لکھی ہے کہ ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل الی قولہ علیہ السلام ثم یوضع لہ القبول فی الارض الخ اس حدیث میں کہاں مذکور ہے کہ بندہ کو سعی اور کوشش کرنا بجا آوری احکام الٰہی میں نہیں چاہیے بلکہ خود بخود درجہ قبولیت اُسکو حاصل ہو جاوے گا و تعالے شان کلام الرسول عن ھذہ اللغویات والھفوات والفضول - پھر نمبر ۳ صفحہ ۱۹ میں آپ اپنی علمیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ اگر تقوی وطہارت لازمہ امامت نہیں ہیں تو پھر کیا فسق و فجور وغیرہ لازمہ امامت ہیں - اے بابو صاحب بریں عقل و دانش بباید گریست آپ نے جو آیات اور احادیث تعریف تقوی میں اسمقام پر لکھی ہیں حضرت اقدس نے تو اسی واسطے تقوی اور طہارت کو

ضروریات امامت سے قرار دیا ہے جیسا کہ بحث شرائط امامت میں مذکور ہے ۔ مگر اس سے
یہ کب لازم آتا ہے کہ ہر ایک متقی کو منصب امامت کا بھی عطا کیا جاوے دیکھو آیت
استخلاف میں جو اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا ہے وہاں پر بھی لفظ منکم موجود ہے جو
تبعیض پر دلالت کرتا ہے یعنی بعض کو مومنین صالحین میں سے اللہ تعالے خلیفہ اور
امام کرے گا نہ تمام مومنین کو حضرت اقدس نے تو اس مسئلہ کو اسی رسالہ ضرورۃ الامام
میں دلائل نقلیہ سے بھی ثابت کیا ہے اور دلائل عقلیہ برہانیہ بھی پیش کی ہیں مگر کیا کیجیے
کہ آپ کی تو وہی مثل ہوئی جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ لھم قلوب لا یفقہون
بہا ولھم اذان لا یسمعون بہا ولھم اعین لا یبصرون بہا سچ فرمایا سعدی نے
؎ اگر صد باب حکمت پیش ناداں ❊ بخوانند آیدش بازیچہ در گوش ۔ پھر نمبر ۵ ص ۹۰
میں آپ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ واجعلنا للمتقین اماما کی تفسیر بھی مرزا صاحب
نے نرالی کی ہے ۔ اے بابو صاحب آپ تو خود اقرار کرتے ہیں کہ (امام پیشرو آگے چلنے والے کو
کہتے ہیں اور پیشرو وہ ہوگا جو دوسرے ہمراہیوں سے افضل ہوگا ۔ الی آخر الاقرار) پھر
فرمایے کہ ایک جماعت متقین سے جو آگے چلنے والا ہوگا وہ ایک ہوگا یا تمام جماعت
متقین کی بشق اول مدعا حاصل ہے اور بشق ثانی وہ کل جماعت متقین کی امام متقین کی ہوئی ہذا
خلف ط دور مت جاؤ نماز جماعت کو ہی غور کرو کہ اسمیں ایک امام ہوتا ہے یا متعدد
شق ثانی تو باطل ہے پس بشق اول جس طرح تمام نمازیوں جماعت پر اطاعت امام نماز کی واجب
ہے اسی طرح پر امام الزمان کی اطاعت کل اُمت پر فرض ہوتی ہے ۔ اور شریعت اسلام
میں نظام جسمانی میں بھی توحد ہے اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اذا
بویع الخلیفتان فاقتلوا احدھما او کما قال ۔ وایضاً قال اللہ تعالی فان بغت
احدہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓ الی امر اللہ آپ سے جو
ایسی اغلاط فاحشہ سرزد ہوتی ہیں اُسکا سبب وہی ہے جو آپ نے خود تحریر فرمایا ہے
کہ قرآن مجید کی تفسیر میں شیخی دلیری و بے باکی کے سبب ایسی ایسی لغزشیں ہو جاتی ہیں
؎ اے بسا کرد دعاوی فطن ❊ گشتہ رہ رو را چو غول راہ زن ۔ نمبر ۷ ص ۹۰ میں جو
آپ لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس میں جو حالت کاملہ تامہ واسطے امامت کلی کے ہونی چاہیے
وہ تو ظاہر ہی معلوم ہو رہی ہے ۔ ہاں بابو صاحب ایسی معلوم اور ظاہر ہے کہ آپکے
رفیق حافظ محمد یوسف صاحب ایک خط موسومہ بابو محمد صاحب میں تحریر کرتے ہیں جو
محررہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے وہو ہذا ۔ بھائی صاحب

اللہ تعالی نے جسقدر معارف اور دقائق قرآنی مرزا صاحب کو عطا فرمائے ہیں عرب اور عجم میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہیں۔ انتہی بلفظہ اور دوسرے خط موسومہ انہیں بابو صاحب موصوف محررہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب میرے خیال میں مجدد اور سچے راست باز ہیں اور قرآن کے معانی اور معارف میں دنیا میں ایک ہی ہیں انتہی بلفظہ اور آپکے اقرارات تو ہم سابق میں لکھہ چکے ہیں انکا اعادہ بے سود ہے اب فرمائیے کہ والفضل ما شہدت بہ الاعداء یہاں پر صادق ہے یا نہیں آگے رہی آپ کی تکذیب الحال کی سو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بلاوجہ صرف باغوائے آپکی قوت بہیمیہ غضبیہ و شہویہ کے ہے سو اسکا کچھہ علاج نہیں بجز اسکے کہ وہی آپ کا شعر لکھا ہوا پھر لکھا جائے ؎ ای بسا اکبر و دعاوی فطن ٭ گشتہ رہرو را چو غول راہ زن ٭ اور یہ آپکا فرمانا بہت صحیح ہے کہ بیچارے عاجز زمینی لوگ آسمان کا حال کیا جانیں انتہی بلفظہ جبکہ بلعم باوجودیکہ ملہم ولی اور مستجاب الدعوات تھا لیکن بسبب زمینی ہونے کے اسنے حضرت موسی کو نہ پہچانا کما قال اللہ تعالی ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ اور پھر اسکی مثل اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرمائی فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث پس آپکو اس مسئلہ نازک میں نظر اور فکر کے ساتھہ غور کرنا ضروری ہے کیونکہ اخیر میں اللہ تعالے واسطے تذکیر آپ جیسے عقلمندوں کے فرماتا ہے ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایاتنا فاقصص القصص لعلھم یتفکرون۔ **قولہ ص۹۱** فصل چار کے ذیل میں پھر آپ اپنی فہم رسا کا اظہار کر کہ کہتے ہیں کہ جب کہ یہ لغت الہام عام ہے تو پھر خود بدولت کیوں خاص کیے گئے۔ اے بابو صاحب اسکا جواب تو قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہے دیکھو واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ ایضاً واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور بابو صاحب جو اس فصل میں فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کی پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں اسکا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکذبین کے اور کیا عرض کیا جاوے بابو صاحب کسی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی تعیین کریں تو اسکا جواب مشرح دیا جاوے ہاں آپ کے الہامات میں سے کوئی الہام مجمل اور مہمل تک بھی ابھی تک واقع نہیں ہوا جیساکہ ہم باب اول میں مفصلا بیان کر چکے **قولہ ص۹۲** نمبر۲ عاجز اپنے الہامات مخالفہ مرزا صاحب ہیں کیونکر مخالفت الہامات کر سکتا ہے انتہی ملخصاً **اقول** جب کہ آپ کے الہامات بموجب خود

آپ کے افترات کے ذخیرہ ظنیات یا شکیات کا ہے تو پھر بمقابل امر حق اور صداقت ثابت شدہ کے امور مشکوکہ کی پیروی آپ کیونکر کرسکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ اور حضرت اقدس کی عدم استقامت آپ کسی قول یا فعل میں ابتک نہیں دکھلا سکے اور نہ آیندہ دکھلا سکتے ہیں ہاں یہ امر آخر ہے کہ حسب الارشاد وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ کے ان ماموریں کی ترقیات مدارج علوم اور کشف حقائق وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے جو حسب ضرورت وقت کے منجانب اللہ انپر واردات نفحات ہوتے رہتے ہیں پس اگر کسی الہام مجمل کا بیان اعلام الٰہی سے ایک وقت میں نہ ہوا اور دوسرے وقت وہ اجمال حیز بیان میں آجاوے تو اسمیں تمام انبیا خصوصاً حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہیں تو کیا آپ آنحضرت صلعم پر بھی یہ اعتراض کرینگے فقل رب زدنی علماً تو دعا تعلیم الٰہی سے ہے پھر ایسی تشریحات اور بیان اجمال کو عدم استقامت خیال کرنا کیسی کج فہمی ہے اور ناواقفی ہے علوم قرآنیہ سے باقی رہا حادثات ارضی یا سماوی سے خائف و ترساں ہونا سو یہ خوف ان ماموریں کی خواص سے ہے قال اللہ تعالٰے انما یخشی اللہ من عبادہ العلما وذلك لمن خشی ربہ۔ **قولہ** صفحہ ۹۱ متعلق فصل ۶ میں بابو صاحب کے چند وسوسے ہیں جنکا ازالہ بنمبروار کیا جاتا ہے۔

وسوسہ اول اگر کوئی ملہم امام وقت سے مستغنی نہیں تو پھر مرزا صاحب اس کلیہ سے کیوں مستغنی ہوسے الی آخرہ **الجواب** جن مجددین کی تعلیم کے لیے اللہ تعالٰے خود متکفل ہو جاتا ہے انکو کچھہ ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی دوسرے سے استفادہ علوم کا کریں اور کسی سلسلہ بیعت میں داخل ہوں اور یہ تربیت الٰہی اسوقت میں ظہور کرتی ہے کہ جب تمام سلاسل علوم میں فساد بدعات داخل ہو جاتا ہے اور کوئی سلسلہ دنیا میں ایسا باقی نہیں رہتا جو فساد بدعت سے خالی ہو بلکہ تمام دنیا ظہر الفساد فی البر والبحر کے مصداق ہو جاتی ہے تب اللہ تعالٰے کسی فرد کامل الاستعداد کو منتخب فرماکر تعلیم روحانی سے مشرف فرماتا ہے اور اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا اور علمنٰہ من لدنا علما کا اسکو مصداق قرار دیا جاتا ہے اور اُس کے دل صافی کے مقابل جو مثل آئینۂ مصفا کے ہوتا ہے آفتاب نبوت ہو جاتا ہے پھر اُسکو نہ کسی چراغ کی روشنی کی حاجت ہوتی ہے نہ کسی ستارے اور چاند کی۔ بابو صاحب کے الہامات جو اسی صفحہ ۹۳ میں موجود ہیں وہ اسی مسئلہ کیطرف ہدایت کررہے ہیں اور اسی وسوسہ کے دفع کے واسطے انما انا الحجۃ بابو صاحب کو الہام ہوے ہیں دیکھو الم نشرح لك صدرك اس الہام سے بابو صاحب کو تنبیہ کیگئی ہے

کہ سورہ الم نشرح سے کیوں غافل ہو گیا خود ہم ہی آنحضرت صلعم کے شرح صدر کے لیے متکفل نہیں ہوئے تھے اور تمام علوم کا افاضہ آنحضرت کے صدر مبارک میں ہمنے خود نہ کر دیا تھا کہ کسی دوسرے معلم کی حاجت ہی نہ رہی تھی اور علمنی ربی فاحسن تادیبی کا مضمون دارنع نہ ہوا تھا پس آخری خلیفہ و امام بھی بحکم اول با آخر نسبتے دارد کے ایسی ہی شرح صدر کا مصداق ہے کیونکہ اس زمانہ آخری میں کوئی سلسلہ پاک و صاف شوائب بدعات سے باقی نہیں رہا - علی ہذا القیاس الرحمن علم القرآن اسی تنبیہ کے لیے آپ پر وارد ہوا ہے اور یہ الہام اسی مسیح کا ہے جسکو آپ تسلیم کر چکے ہیں اب پھر آپکو یاد دلایا گیا ہے علی ہذا القیاس واللہ یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث اس الہام میں بھی آپ کو بتلایا گیا ہے کہ وہ اجتبا جسکا دعوی مسیح موعود نے کیا ہے سے دگر اُستاد را نامے ندانم ÷ کہ خواندم در دبستان محمد ÷ اس مجدد کو حاصل ہے اور چونکہ آپکو اور نیز آپ کے رفقا کو اس مسئلہ میں ایک بڑا استبعاد رہتا ہے اور بارہا یہی اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں کہ حضرت اقدس کسی کے مرید نہیں ہیں کسی سے بیعت نہیں کی وکذا وکذا لہذا آپ پر یہ الہام زجراو توبیخاً وارد ہوا کہ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہاں البتہ اس الہام میں جو ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہ ہے اُس کے مصداق آپ ضرور ہیں کیونکہ باوجود اسقدر تنبیہات کے پھر بھی آپ یہی اعتراض کیے جاتے ہیں اندریںصورت مالک من دون اللہ من ولی ولا نصیر کے مصداق بھی آپ ہی ہیں لہذا بصیغہ نہی تنبیہ کیگئی لا تتخذو من دونی اولیاء اور یاد رہے کہ تینوں الہام اول کے معنے کتے آپ ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ تو خود بموجب اپنے اقراروں کے تلاش اور جستجو میں کسی مرشد کی اب تک ہیں اور نہ کوئی نمونہ شرح صدر اور علم القرآن یا تاویل احادیث کا آپ میں پایا جاتا ہے وہی دقیانوسی خیالات جن سے مذہب مردہ عیسائیوں کی تائید ہو اور نیز مذہب اسلام کی توہین وتحقیر لازم آوے آپ سے ظاہر ہو رہے ہیں اور وہی پیشہ مزدوری ربانی کاموں سے دوری مسیح موعود اور مہدی مسعود سے مہجوری وغیرہ وغیرہ اسدم تک آپ کے حصہ میں ہے ولبس - **وسوسہ دوم** اور آپ جو لکھتے ہیں کہ میرے اکثر الہامات عظیم الشان اور متحدیانہ ہیں کہ کہیں بخطاب امام پکارا جاتا ہوں اور کسی الہام میں بخطاب موسی مخاطب کیا جاتا ہوں انتہی بلفظہ - اے ناظرین ذرہ انصاف فرمایا جاوے کہ الہامات متحدیانہ کیا ایسے ہی ہوتے ہیں کہ کبھی انکو وساوس شیطانی خیال کیا جاوے اور کبھی اُن الہامات کے مورد ہونے کیوجہ سے اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا جاوے اور پھر باوجود بار بار الہام

ہونگی درجہ شکیات اور ظنیات سے بڑھکر کسی الہام کو مرتبہ یقین کا ہرگز نہ دیا جاوے بینوا توجروا۔ بابو صاحب نے اپنی پیشگوئی
کی ساتھ صرف دریا میں ڈوب جانا قرار دیا تھا جو حضرت موسیٰ میں وہ موجود تھیں لیکن ہم یہاں پر کچھ

تذکرہ مناسبات موسوی کا مہدی و مسیح موعود کے ساتھ آیات تسعہ موسوی میں لکھتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ ولقد اتینا موسیٰ تسع ایات بینات فسئل بنی اسرائیل

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو ان کے ثبوت کے احقاق کو اثبات کے لیے
نو نشان ایسے کھلے ہوئے دیے گئے تھے جنمیں اگر فرعون و فرعونیاں غور کرتے تو بالضرور
تصدیق نبوت موسوی کی انکو حاصل ہو جاتی لیکن جبکہ انھوں نے ان آیات بینات تسعہ کی
طرف توجہ ہی نہ کی تو بالآخر حالت تکذیب میں ہی غرق اور ہلاک ہو گئے اگرچہ حضرت موسیٰ
کو نشانات اعجازی بہت عنایت فرمائے گئے تھے لیکن یہاں پر اللہ تعالیٰ نے انھیں
نو نشانوں پر اکتفا اسواسطے کیا ہے کہ اثبات نبوت موسوی کے لیے یہی نو نشان جو غایت
عدد آحاد کل ہے کافی و وافی تھے ان آیات تسعہ کی تشخیص و تعیین میں مفسرین کا اختلاف
ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ نشان حسب ذیل یہ تھے۔ ید بیضا۔ عصا۔ حل عقدۃ اللسان۔ قحط
طوفان۔ جراد۔ قمل۔ ضفادع۔ دم۔ اور کوئی مفسر ان آیات تسعہ مندرجہ آیت
مذکورہ کو علاوہ ان آیات مذکورہ کے بھی قرار دیتا ہے لہذا ہم بھی بسبب اختلاف مفسرین
کے ان کی تعیین میں کسی ایک مفسر کے قول کی پیروی التزاما نہیں کرتے بلکہ کیف ما
اتفق آیات تسعہ موسوی کا اشتراک مابین موسیٰ و خاتم الخلفاء محمدیہ کے بیان کرینگے
مگر اولاً واضح ہو کہ بابو صاحب حضرت اقدس کو مجدد تسلیم کر چکے تھے کما مر بیانہ اور الہامات
مندرجہ براہین کے جسکو شائع ہوئے عرصہ بیس بائیس برس کا ہو چکا بابو صاحب کی معتقد
الہامات میں سے تھے جنکو اکثر پڑھتے رہے ہیں اور اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے اور
انھیں الہامات میں سے وہ الہامات بھی ہیں جنمیں حضرت اقدس کو بخطاب موسوی مخاطب
کیا گیا ہے اب ایک عرصہ دراز کے بعد بابو صاحب بھی مثیل موسیٰ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں
اور اکثر ان الہامات مندرجہ براہین کا مصداق مخالف و مکذب بلا سبب ہو کر اپنے تئیں قرار دیتے
ہیں اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ صادق کون ہے اور کاذب کون ہے کیونکہ اگر بابو صاحب
مصدق ہو کر اور سلسلہ بیعت میں بھی داخل ہو کر اپنے تئیں مورد ان الہامات کا قرار دیتے
تو پھر باحتمال توارد کے اس تحقیقات کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن درصورت تکذیب
کے تحقیق صدق و کذب کی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا اختلاف واقع نہیں ہو سکتا در صورت توارد

ایسے اختلاف کے ایک ہی فریق صادق ہوگا اور دوسرا کاذب کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ
ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا
فیصلہ تو خود بابو صاحب کے اقرارات نے ہی کر دیا ہے کسی دوسرے حکم کے فیصلہ کرنیکی
کوئی ضرورت باقی ہی نہیں رہی کیونکہ بابو صاحب نے کبھی اپنے الہامات کو وساوس شیطانی
خیال کیا ہے اور کہیں پر ان الہامات کے مورد ہونے میں اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا ہے
کما مر بیانہ اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بابو صاحب کے خیالات الہامات ہی ہیں تو پھر
اب اسکا کیا علاج کہ بابو صاحب کسی الہام کو درجہ شکیات اور ظنیات سے بڑھ کر کوئی
مرتبہ یقین کا ہرگز دیتے ہی نہیں اور اس سب پر علاوہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کے الہامات
مندرجہ براہین وغیرہ کو ایک مدت دراز تک پڑھتے سنتے ہی رہے اندریں صورت اگر کوئی
شخص فرضاً بابو صاحب کا معتقد بھی ہوگا تب بھی اُسکو یہ امر بابو صاحب کے الہامات
کی تصدیق میں متشکک کر دیوے گا اور جسقدر غور کرے گا اُسی قدر اُسکا شک بڑھتا
چلا جاوے گا بقول شخصے جسقدر چھانو گے اُسیقدر کرکلا ہوگا پھر ناظرین فرماویں کہ بابو صاحب
کے الہامات جدیدہ وحادثہ کو دربارۂ تکذیب الہامات قدیمہ ومصدقہ حضرت اقدس
کے کوئی اہل عقل کیونکر تسلیم کر سکتا ہے اور علاوہ بر علاوہ یہ ہے کہ درصورت تکذیب بابو
صاحب کے اُن الہامات کا مہبط اُن کو قرار دینے میں کسی الہام بابو صاحب کی کل ٹھیک
ہی نہیں بیٹھ سکتی جیسا کہ ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں اسجگہ پر ہم ایک کلام کلی طور پر بابو
صاحب کے اُن الہامات میں نظر کرتے ہیں جنمیں بخطابات موسوی بابو صاحب کو مخاطب
کیا گیا ہے جسکی وجہ سے بابو صاحب مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنی کتاب
کا نام عصای موسیٰ رکھا ہے ۔ اے ناظرین یہ تو تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ بابو صاحب نے
وجہ شبہ اپنی تشبیہ کے لیے ساتھ حضرت موسیٰ کے حالت طفلی میں ڈوب جانا بیان کیا
ہے لیکن یہ وجہ شبہ بھی مابین بابو صاحب وحضرت موسیٰ کے مشترک نہیں ہے کیونکہ حضرت
موسیٰ کا ڈوب جانا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے ہاں آل فرعون کا ڈوب جانا
بالضرور ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون ۔
کما مر مرارا ۔ اب ناظرین انصاف کر کر فرماویں کہ بابو صاحب کس کی مثیل ہوئے موسیٰ کے یا
آل فرعون یا خود فرعون کے بینوا توجروا ۔ اسجگہ پر ہم یہ بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت
اقدس کو جو بخطابات موسوی الہامات مندرجہ براہین میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا
ہے کچھ مناسبات حضرت اقدس کو جو حضرت موسیٰ کے ساتھ پائی جاتی ہیں بیان کریں

تاکہ ناظرین کو ان الہامات کی تصدیق منجانب اللہ ہونے کی حاصل ہو اور بمقابلہ اُس کے بابو صاحب کے الہامات کا ایحائے شیطانی ہونا بھی واضح ہو جاوے کیونکہ یہ بھی ایک سنتہ الٰہی ہے کہ بوقت بعثت مامورین الٰہی کے القاءات شیطانی بھی ضرور واقع ہوا کرتے ہیں چنانچہ اسی سنت کو اللہ تعالیٰ نے ایک قضیہ کلیہ کے طور پر اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالےٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں حضرت موسیٰ کے اثبات نبوۃ کے لیے بالاجمال آیات تسعہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ ولقد اتینا موسیٰ تسع ایات بینات فسئل بنی اسرائیل لہذا ہم بھی یہاں پر آیات تسعہ موسوی میں ہی وجوہ مناسبات اس مسیح موعود کے لیے بیان کرتے ہیں تا اگر کسی شخص کو ایک دو مناسبات سے تسکین حاصل نہ ہو تو مناسبات تسعہ سے تو تسلی ضرور ہی ہو جاوے گی کیونکہ نو کا عدد انتہا احاد کا ہے

بیانِ مناسباتِ موسوی با مہدی معہود و مسیح موعود

واضح ہو کہ خاتم الخلفاء محمدی کے لیے ضرور ہے کہ تمام انبیاؤں کی صفات کسی نہ کسی پہلو سے اُسمیں موجود ہوں ورنہ پھر وہ خاتم الخلفاء محمدی نہ ہوگا ھذا خلف کیونکہ خاتم الخلفاء کے معنے یہ ہیں کہ تمام سلاسل فضائل تجدید اور کمالات اصلاح کا ختم وانتہا بطور ظلیت حضرۃ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسپر بھی ہو جاوے اور اسی لحاظ سے حضرت اقدس کا الہام مدت سے براہین میں شائع ہو چکا ہے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کما مر لہذا ہم یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ وہ مناسبات لکھے دیتے ہیں کہ جو اس مثیل موسیٰ کے مثیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ حاصل ہیں کیونکہ تفصیل اُن کی ہمارے رسائل میں موجود ہے یہاں پر تفصیل موجب ملالت ہوگی۔ **مناسبت اول** حضرت موسیٰ کو ایک آیت آیات تسعہ میں سے ید بیضا مرحمت ہوا تھا کما قال اللہ تعالےٰ وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع ایات الی فرعون وقومہ انھم کانوا قوما فسقین ۱۹/۱۵ حضرت موسیٰ کے لیے ید بیضا کا نشان مرحمت ہونے میں یہی سر تھا کہ آپ کے ہاتھ سے وہ شرائع ظاہر ہوں گی کہ اُن کے انوار معنویہ انوار حسیہ سے بڑھ جاوینگے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مثیل مثیل موسیٰ کو بھی بمقابلہ ید بیضا کے منارۃ بیضا عنایت فرمایا جیسا کہ صحیح

حدیثوں میں وارد ہے کہ ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق مگر یہ منارہ بیضاءُ محمدی ید بیضائے موسوی سے غالب ہے کیونکہ یہاں پر دو لفظ ہیں یعنی منارہ اور بیضا جو کثرت براہین انوار اسلام پر دلالت کر رہے ہیں اور وہاں پر صرف ایک لفظ بیضا کا ہی ہے وجہ یہ ہے کہ وہاں پر انوار توریت تھے اور یہاں پر انوار قرآن مجید کے ہیں جو اُس کے سینہ مبارک سے نکل رہے ہیں جو بدرجہا انوار موسوی سے اکثر اور غالب ہیں اور واقعات نے بھی شہادت دیدی کہ منارہ بیضاء مسیح محمدی کا ید بیضاء موسوی سے انوار میں زیادہ ہے دیکھو اُس کے معارف اور حقائق قرآنی کو اُسکی کتابوں میں اور اسی کی تائید میں یہ الہام ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اُفتاد۔ ایضاً میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ ایضاً فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاً۔ ایضاً یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں موجود ہیں جو کئی پہلوؤں سے پورے ہو گئے اور پورے ہوتے جاتے ہیں۔

مناسبت دوم حضرت موسیٰ کی قوم نے ایک گوسالہ بنا کر اُسکی پرستش کی تھی کما قال اللہ تعالے واتخذ قوم موسی من بعدہ من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا اتخذوہ وکانوا ظلمین۔ حضرت موسی نے اس گوسالہ کو جلا کر اور خاکستر کر کر دریا کے پانی میں اُڑا دیا تھا کما قال اللہ تعالے لنحرقنہ ثم لننسفنہ فی الیم نسفا۔ جیسا کہ یہ قصہ گوسالہ پرستی کا حضرت موسی کے وقت میں واقع ہوا تھا مثیل موسی کے وقت میں بھی واقع ہوا دیکھو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کو جسمیں بطور پیشین گوئیوں کے اس قصہ کی تفصیل کی گئی ہے اور قوم ہنود نے جو بقیہ قوم قبط ہیں لیکھرام کو اپنا معبود قرار دے لیا تھا اُس کے واسطے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ الہام موجود ہے عجل جسد لہ خوار۔ لہ نصب وعذاب اور جسطرح گوسالہ زمانہ موسوی عید کے دنوں میں نیست و نابود کیا گیا تھا دیکھو توریت خروج باب ۳۲۔ ۲۰ اُسیطرح یہ گوسالہ ہنود اور قوم قبط عید کے دنوں میں ہی حسب پیشین گوئی عظیم الشان ہلاک و نابود کیا گیا جو اللہ تعالے کی طرف سے ایک نشان عظیم الشان ہے دیکھو تفصیل اس کی سراج منیر وغیرہ میں اور گوسالہ کے ہلاک و نابود ہونے کیطرف احادیث میں بھی تذکرہ موجود ہے دیکھو مسک العارف وغیرہ کو اور جسطرح حضرت موسی کے ہاتھ سے ایک قتل قبطی اتفاقی طور پر واقع ہو گیا

تھا جسمیں وہ بے قصور تھے اور قبطیوں نے حضرت موسی کے قتل کرنے میں کوشش کی
تھی اور اللہ تعالےٰ نے اس قتل قبطیوں سے انکو محفوظ اور مصئون رکھا تھا جس کا
اشارہ اس آیت میں ہے قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان
یقتلون۔ اِسوقت کے قبطیوں نے جو جان توڑ کوششیں حضرت اقدس کے قتل میں
کیں وہ سب پر ظاہر اور باہر ہیں چونکہ انکی یہ سب کوششیں بیجا اور ناحق تھیں لہذا
اللہ تعالےٰ نے ان قبطیوں کو بھی اسبارہ میں محض ناکام رکھا یہ بھی ایک مناسبت جلیہ ہے
مناسبت سوم حضرت موسی کی قوم پر بسبب اُن کی سرکشی اور تحریف و تکذیب
آیات آلہی کے طاعون بھی نازل ہوا تھا کما قال اللہ تعالےٰ فبدل الذین ظلموا
قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا
یفسقون لفظ رجز کے معنے سب مفسرین طاعون کے لکھتے ہیں۔ اس مثیل موسیٰ
کے زمانہ میں بھی روایات متضمن امارات مسیح موعود میں وقوع طاعون کا بھی لکھا ہوا
ہے اور اب چند برسوں سے دنیا میں طاعون پھیل بھی رہا ہے اور یہ مسیح موعود مدت
سے مکذبین اور فاسقین کو اس عذاب سے انذار فرما رہا ہے ہاں اسکی بستی کے
لیے یہ الہام مدت سے شائع ہو چکا ہے کہ انہ اوی القریۃ، ایضاً لولا
الاکرام لھلک المقام وغیرہ وغیرہ اور اُس کے مکاشفات و رویا بھی
اس عذاب طاعون کی نسبت مدت سے شائع ہو چکے ہیں دیکھو ایام الصلح وغیرہ
کو بلکہ براہین کو امراض الناس و برکاتہ وغیرہ وغیرہ اور جیسا کہ قوم موسی تحریف و تبدیل کلام آلہی کی مرتکب ہوئی
تھی اسیطرح پر اسوقت اسکی قوم بھی توفی وغیرہ کلمات الہیہ میں تحریف کر رہے
ہیں اور طرح طرح کے ظلم کے ساتھ پیش آرہے ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہوئے
جس سے بما کانوا یفسقون کیسے مصداق بنگئے ہیں اب ہے کوئی پنجاب میں گدی نشین یا
کوئی عالم علماء میں سے جو اپنی بستی کے لیے ایسا الہام شائع کرے

مناسبت چہارم۔ (حل عقدۃ اللسان) ہے توضیح اُسکی یہ ہے کہ جب حضرت
موسی کو حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاکر تبلیغ احکام آلہی اور مناظرہ احقاق حق کرو۔
چونکہ انکی زبان میں کسی قدر لکنت واقع تھی جس کی وجہ سے وہ فصاحت اور بلاغت
کے ساتھہ مناظرہ نہیں کر سکتے تھے لہذا یہ دعا کی رب اشرح لی صدری و
یسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی ۱۲ اور یہ دعا انکی
قبول ہوئی کما قال تعالےٰ قد اوتیت سؤلک یاموسیٰ۔ یہاں پر اس مثیل

موسیٰ کے لیے اللہ تعالے نے خود فرمایا **یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک** + اور باوجودیکہ آپ عجمی ہیں لیکن اللہ تعالے کو منظور تھا کہ وہ فصاحت اور بلاغت زبان عربی میں عطا فرمائی جاوے کہ جس کی تحدی کے روبرو کوئی عربی یا عجمی اُس کا مقابلہ نہ کرسکے چنانچہ یہ الہام شعر اعجاز فصاحت و بلاغت کے براھین میں موجود ہیں کہ ان ھذا الا قول البشر واعانہ علیہ قوم اٰخرون - قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - ھذا من رحمۃ ربک یتم نعمتہ علیک لتکون اٰیۃ للمومنین + یعنی فصاحت اور بلاغت جو تمکو دی گئی ہے یہ اللہ تعالے کیطرف سے ایک رحمت ہے اور اس رحمت سے اللہ تعالے اپنی نعمت کو بھرپورا کرے گا اور مومنین کیلیے یہ فصاحت اور بلاغت ایک نشان الٰہی ہوگی - دیکھو یہ پیشین گوئی کس تحدی کے ساتھ واقع ہوگئی ہے کہ عجیب وغریب کتابیں بہت کثرت سے نظم و نثر زبان عربی میں متحدیانہ بلاغت اور فصاحت کے ساتھ لکھی گئی ہیں جنکا مقابلہ آجتک کوئی نہیں کرسکا حتی کہ پانچ پانچ ہزار روپے کا انعام بھی درصورت مقابلہ دینا اختیار کیا گیا لیکن مخالفین ایک سطر تک یا ایک شعر تک بھی اُن کے مقابلہ میں نہ لکھ سکے - اب دیکھو کہ اس نشان کو حضرت موسیٰ کے نشان سے کسقدر زیادت ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے تو دعا کی تھی تب وہ دعا قبول ہوئی اور یہاں پر محض رحمت الٰہیہ کے تقاضے سے خود بخود الہام ہوا کہ **یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک** وغیرہ وغیرہ - حضرت موسیٰ نے اپنی زبان دانی میں فرعون کے ساتھ تحدی نہیں فرمائی اور یہاں پر معجزہ محمدی یعنی اعجاز بلاغت وفصاحت محمدیہ کو متحدیانہ طور پر تازہ کیا گیا اور ایسی ہی مناسبات کیوجہ سے اس مسیح موعود کو کسی جگہ بنام موسیٰ مخاطب کیا گیا ہے جیسا کہ براہین میں یہ الہام موجود ہے کہ ترحم علیھم انت فیھم بمنزلہ موسیٰ + اور کہیں پر اُن کلاموں کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے جن سے حضرت موسیٰ کو خطاب کیا گیا تھا جیسا کہ **لا تخف انک انت الاعلیٰ** -

مناسبت پنجم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں سواء فرعون وہامان کے ایک مکذب قارون بھی تھا جسکا یہ زعم تھا کہ تقدیرات اور تصرفات الٰہی کوئی چیز نہیں ہیں صرف اپنے علم عقل اور تدبیر سے ہم سب کچھ کرسکتے ہیں کما حکی اللہ تعالی عنہ قال انما اوتیتہ علی علم عندی - اللہ تعالے نے ایسے فاسد اعتقاد کی سزا میں اُسکو زمین میں دھنسا دیا تھا چنانچہ فرماتا ہے فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین - اس مہدی موعود کے

زمانہ میں بھی دجاجلہ شیاطین ایسے ہی عقائد فاسدہ رکھتے ہیں اور اپنے علوم طبعیات کے زور میں
تمام تصرفات خدائی اور تقدیرات الٰہیہ کے منکر ہیں اور اکثر ملکوں میں خسف بھی واقع ہو چکے ہیں دیکھو
تفصیل اُنکی ہمارے رسائل شمس بازغہ وغیرہ میں اور اسی مناسبت کے لحاظ سے روایات حدیثیہ
میں بھی آیا ہے کہ زمانہ مسیح موعود میں خسف واقع ہونگے اور چونکہ مامورمن اللہ کی حقیت کیلیے
زمین و آسمان شہادت دیا کرتے ہیں اس لیے یہ حادثات ارضی و سماوی اُسی کیطرف منسوب ہو
جاتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کے یہ الہامات بھی ہیں جو مدت سے شائع ہو چکے ہیں الارض
والسماء معک کما ھو معی قل لی الارض والسماء اور عالم کشف میں زمین نے حضرت
اقدس سے یہ گفتگو بھی کی ہے یا ولی اللہ کنت لا اعرفک دیکھو سراج منیر وغیرہ کو
اور یہی سر ہے کہ خسوف و کسوف کا اجتماع جو رمضان شریف سنہ ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا وہ مسیح
موعود کی خاص آیات سے قرار دیا گیا ہے دیکھو تفصیل اسکی مسک العارف وغیرہ میں پس
یہ تمام الہامات جو مدت سے شائع ہو چکے تھے اور مصادیق اُن کے واقع بھی ہو چکے اور
احادیث میں بھی یہ حادثات ارضی و سماوی اُسکی علامات میں سے قرار دیے گئے تھے لہذا
واقعات سے بڑھ کر اُنکی حقیت و ثبوت کے لیے اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے کما قال
اللہ تعالیٰ وکفی باللہ شہیدا ۔ ولنعم ما قیل ۔ سہ جملہ ذرات زمین و آسمان
لشکر حق اند گاہ امتحان ۔ **مناسبت ششم** حضرت موسیٰ کی آیات تسعہ میں سے ایک
عصا بھی تھا کہ جو بوقت مقابلہ فراعنہ کے سانپ دوڑنے والا ہو جاتا تھا با اینہمہ پھر
حضرت موسیٰ کے لیے موجب انواع الانواع فوائد اور طرح طرح کے مقاصد کا سامان بھی تھا
کما قال اللہ تعالیٰ قال القہا یموسی فالقہا فاذا ھی حیۃ تسعی قال خذھا
ولا تخف سنعیدھا سیرتہا الاولیٰ اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ اس عصا
کے حیۃ تسعی ہونے میں کیا سر تھا سو ظاہر ہے کہ ایسے سانپ میں جو حیۃ تسعی کا
مصداق ہو دو خاصیتیں متضادہ موجود ہوتے ہیں ایک کمال درجہ کی سمیت جو مہلک
انسان کی ہے اور دوسرے درجہ کی تریاقیت بھی ہوتی ہے جو اطبا پر مخفی نہیں
کیونکہ نسخجات تریاق الافاعی اطبا کے نزدیک مشہور و معروف ہیں اور اسی لیے عربی
میں اسکا نام حیہ بھی ہے جو حیات پر دلالت کرتا ہے اس مثیل موسیٰ کے لیے بھی ایک
ایسا ہی عصا دعا کا دیا گیا ہے کہ الدعاء سلاح المؤمن او کما قال جس میں یہ دونوں
خواص موجود ہیں یعنی مکذبین اور منکرین کے لیے تو وہی عصا دعا مصداق ہے کہ لا یحل
لکافر ان یجد ریح نفسہ الا مات کا اور وہی دوڑ اور تیزی کے ساتھ سعی بھی ہو

ہے جو عصائے موسوی میں تھی کیونکہ یہ تینتی تفسیر حیث یہ تینتی طرف حدیث صحیح میں وارد ہے چنانچہ واقعات
ہلاکت لیکھرام و آتھم اور دیانند وغیرہ وغیرہ وغیرہ اسپر شہادت دیرہی ہیں اور الہام اجیب کل دعائک الا فی شرکائک
مدت سے مشہور ہو چکا ہے اور دوسری خاصیت یعنی اتوکاء علیہا و اھش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخری
بھی موجود ہے کہ تمام بھروسہ اور تکیہ اُسکا اسی عصائے دعا پر ہے کیونکہ حدیث میں بھی وارد
ہے کہ الدعاء سلاح المومنین اور بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیے بھی غذائے روحانی
دیتا ہے کہ اھش بہا علی غنمی ؎ چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند ؛ ایں
مریم مصلحت را نام من بہنادہ اند ؛ اور طرح طرح کے دیگر مقاصد اسی عصائے دعا سے
حاصل ہوتے ہیں جو حقیقت برکات الدعا کی اس مہدی موعود کے وقت میں ظاہر اور
واضح ہوتی ہے وہ زمانہ فیج اعوج میں تمام گم ہو چکی تھی دیکھو رسائل برکات الدعا اور ایام
الصلح وغیرہ کو۔ اور الہام حضرت اقدس لا تخف انک انت الاعلیٰ بھی اسی کیطرف
ناظر ہے اور قصہ عصا موسوی کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔

مناسبت ہفتم۔ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون اور فرعونیوں نے چند اقوال بیہودہ
کہے تھے جنکا ذکر پروردگار جل و علا نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے قالوا ھذا سحر مفتری
ما سمعنا بھذا فی اباءنا الاولین اور اپنے علم پر بھی بڑا غرور کیا تھا حتی کہ فرعون نے
یہ بھی کہا کہ ما علمت لکم من الہ غیری فاوقد لی یا ھامان علی الطین فاجعل
لی صرحا لعلی اطلع الی الہ موسیٰ مطلب فرعون کا اس مقولہ سے یہ تھا کہ جبکہ
میرے علم میں باوجودیکہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں کوئی اور معبود نہیں ہے
تو ایک محل عالی شان اور رفیع ہی بنایا جاوے جسپر چڑھ کر اطلاع ہو کہ آسمان پر بھی کوئی الہ موجود
ہے اور میں تو موسیٰ کو محض کاذب سمجھتا ہوں کیونکہ اگر فرض بھی کیا جاوے کہ کوئی الہ آسمان پر
ہو تو پھر بھی اُس کے لیے زمین کے الہ سے جو میں ہوں کیا تعلق حکومت اور ولایت کا ہو سکتا ہے
یہ مطلب فرعونی ماحصل ہے آیات قرآنی کا بالآخر فرعون اور تمام فرعونی لوگ ذلت اور خواری
سے ہلاک کیے گئے اب دیکھو کہ اس مثیل موسیٰ کے وقت میں بھی محمد حسین اور نذیر حسین کی
طرف سے بھی اقوال بادنی تغیر کے پیش ہوئے دیکھو اُس قول مثل بول کو کہ میں نے ہی تمکو چڑھایا
تھا اور میں ہی تمکو نیچے گراؤں گا یہ قول کس قدر مشعر دعوی الوہیت کا ہے پھر اُنکے تلوّن
پر اگر نظر کی جاوے تو بلا تغیر کے وہی فرعونی اقوال تھے اور پھر واقعات پر بھی اگر نظر کیجاوے
تو ثابت ہو کہ ریویو محمد حسین کا کل وہ کام کر چکا تھا جو فرعون نے تربیت میں موسیٰ کے کیے تھے
یہ ہی سب مناسبات ہیں اور اسی تکبر اور غرور کی بنا پر فتوی تکفیر طیار کیا گیا لطف یہ کہ اس فتنہ تکفیر کی

خبر متعدد الہاموں میں جو براہین میں موجود ہیں پائی جاتی ہے چنانچہ ایک یہ الہام ہے واذ
یمکر بک الذی کفر اوقد لی یا ھامان لعلی اطلع الہ موسیٰ وانی لاظنہ من
الکٰذبین اور یہ الہام مصداقہ مولوی محمد حسین کا ہے اور اُس کے ہاتھوں سے یہ تمام کوشش
اس آگ کے مشتعل کرنے میں صادر ہوئی تھی اور آخر الہام میں دوسرا جملہ یہ ہے تبت یدا
ابی لھب وتب ماکان لہ ان ید خل فیھا الا خائفاً + آہ + جو اُسکی تمام کوششوں
کے ناکام ہونے پر دلالت صحیحہ کر رہا ہے چونکہ اب مضمون اس الہام کا بھی اُسکو مشاہدہ ہو گیا
یعنی بجز ذلت و خواری کے اور کچھہ اُسکو حاصل نہ ہوا لہذا یہ الہام حق اول الی آخرہ
بسبب عین الیقین ہونے کے نسبت محمد حسین اور اُس کے متبعین کے ایک حجت قاطعہ اور
نشان الٰہی ہے جس کے تسلیم کرنے میں کوئی مفر باقی نہیں رہتا کیونکہ عین الیقین یا حق الیقین
کے نفی کرنے کی کسیکو مجال نہیں ہو سکتی ہے اور نیز دوسرے الہام بھی اُس کی کوششوں کے
نیست و نابود کرنے کے لیے دلالت کر رہے ہیں جیساکہ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر
اولو العزم فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ اور نیز فبراءہ اللہ مما قالوا وکان
عند اللہ وجیھا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ اور واللہ موھن کید
الکافرین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ وکان امراً مقضیا اور جیساکہ حضرت موسیٰ
حالت صغر سنی میں بسبب خوف قتل فرعون کے صندوق میں رکھکر دریا میں ڈالدیئے گئے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے اذ اوحینا الی امک مایوحی ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم فلیلقہ الیم بالساحل یاخذہ
عدو لی وعدو لہ۔ اسی طرح پر حالت صغر و ابتداء دعویٰ مسیحائی میں یہ مسیح موعود بھی طوفان تکفیر
میں ڈالے گئے اور جسطرح پر بعد اس کے حضرت موسیٰ کی محبت سب کے دلوں میں ڈالدی گئی
تھی جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے والقیت علیک محبۃ منی اسی طرح پر بعد اس
تکفیر کے ہزاروں انسانوں کے دلوں میں اُنکی محبت بھی داخل کی گئی اور اس سلسلہ الٰہیہ میں
ساٹھہ ہزار آدمیوں کے قریب بعد تکفیر کے داخل ہو چکی لہذا اُسپر یہ کلام الٰہی مذکورہ نازل ہو کر
براہین میں مندرج ہے اور دوسرا الہام یہ ہے انت وجیہ فی حضرتی اخترتک
لنفسی غرضکہ یہ مکالمات الٰہیہ جو براہین میں مدت سے درج ہو چکے ہیں اس حملہ وقصہ تکفیر
اور پھر براءت عن التکفیر اور وجاہت اور اکرام علی رغم انف المخالفین پر دلالت صریحہ
کر رہے ہیں۔ مناسبت ہشتم حضرت موسیٰ کے وقت میں مکذبین اور فرعونیوں پر
قحط بھی واقع ہوا تھا کما قال اللہ تعالےٰ ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین و
نقص من الثمرات لعلھم یذ کرون + اس قحط کو بھی مفسرین نے آیات تسعہ

موسوی میں سے لکھا ہے اور اس قحط سے مراد الٰہی یہی تھی کہ فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کیطرف کچھ رجوعات ہو اور جو اُن کے لیے اصرار تکذیب پر آیندہ عذاب آنے والا ہے اس قحط سے تذکر حاصل کریں اور سخت عذاب آنے والے سے اپنے تئیں بچاویں کیونکہ جملہ لعلہم یذکرون اس کیطرف اشارہ کر رہا ہے مگر وہ باز نہ آئے بالآخر ہلاک ہو گئے - اسی طرح ہر زمانہ اس مسیح موعود میں بھی بروایات صحیحہ اس مثیل موسیٰ کی علامات سے قحط کا وقوع بھی مندرج ہے جسکی تفصیل ہم نے شمس بازغہ میں بخوبی کی ہے اور واقعات نے بھی وقوع اس قحط پر قبل طاعون کے شہادت دیدی ہے پس اس آیت الٰہی سے انکار کرنا بجز فرعونیوں کے اور کس کا کام ہے۔

مناسبت نہم حضرت موسیٰ کے وقت میں ایک شخص تھا جو عالم علم کتاب کا تھا بعد اس کے وہ ایسا مرتد ہو گیا جسکو غاوی فرمایا گیا یعنی جسکا ہدایت کیطرف رجوع ہونا نہایت دشوار ہے کیونکہ لغت میں غوی کے معنے منہمک فی الجہل کے ہیں جس کے رجوع رشد اور ہدایت کیطرف نہ ہو سکے اور اپنی ہوائے نفس کا بھی تابع رہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اُسکی مثل کُتّے کی فرمائی ہے جو اپنی زبان کو ہر حالت میں نکالے ہوئے شدت سے ہانپتا رہتا ہے یعنی حالت علم کتاب میں بھی ہواء وہوس دنیوی میں ہی پھنسا ہوا ہے اور ہانپتا ہے اور بوقت منسلخ ہونے اپنے کے علم اُن آیات سے بھی ہانپتا ہے اور سفلیات ارضی ہی کیطرف جُھکا جاتا ہے اُس شخص کے قصہ کیطرف اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں بڑی تاکید سے توجہ دلائی ہے کہ اسمیں خوب تفکر کریں چنانچہ فرمایا واتل علیہم نبأ الذی اتیناہ ایاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین الخ پھر آخر میں قصہ کے مکرر فرمایا کہ فاقصص القصص لعلہم یتفکرون مقصود الٰہی اس تفکر اور تذکر قصہ سے یہی ہے کہ جو راہب ابو عامر وغیرہ باوجود علم بشارات مندرجہ کتاب توریت کے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت ثابت ہوتی تھی اور وے علما اپنے اس علم کی رو سے سخت منتظر ظہور بعثت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے مگر بعد ظہور کے اکثر اُن کے مرتد و مکذب اور کافر ہو گئے اُنکی مثال اسی بلعم کی سی ہے جو حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا خلاصہ مراد الٰہی یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں ایک عالم علم کتاب کا حضرت موسیٰ سے مرتد ہو گیا تھا اگر مثیل موسیٰ کیوقت میں بھی ابو عامر راہب وغیرہ باوجود علم بشارات محمدیہ مندرجہ کتاب کے مرتد ہو جاویں تو کچھ استبعاد کرنا نہ چاہیے بلکہ اُس سے عبرت پکڑنی چاہیے اب چونکہ زمانہ خاتم الخلفا کا بھی علی منہاج النبوۃ ہے کیونکہ وہ بھی مثیل موسیٰ ہے لہذا یہ زمانہ آخری بحکم اول باآخر نسبتے دارد

اُس واقعات موسوی کے دوبارہ یاد دلانے کا مقتضی تھا بنا بریں اس زمانہ میں بھی وہی واقعہ
پیش آیا کہ بعض نام کے علما براہین کا ریویو لکھکر اور تصدیق تمام الہامات مندرجہ براہین
کی کرکر بھی مرتد ہوگئے اور اُن کا ارتداد بطور نشان الٰہی کے اسواسطے ہوا کہ اُن کے ارتداد
کیطرف الہامات مندرجہ براہین اشارہ کر رہے ہیں دیکھو الہام جحدوا بہا واستیقنتہا
انفسھم وغیرہ کو بس یہ الہامات چونکہ حسب مضمون خود واقع ہو گئے اور مکذبین
اُنکی تصدیق کرچکے تھے تو گویا اُن الہاموں کا مضمون مکذبین کے لیے بھی بمنزلہ عین الیقین
کے ہوگیا جو اُنپر ایک بڑی حجت ہے اب ناظرین کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ ان
مناسبات آیات تسعہ موسوی میں غور کامل فرمادیں اور پھر بابو صاحب کی مناسبت میں
بھی جو ڈوب جانا ہے نظر تامل کرکر فیصلہ اخیر ہمارا بانصاف کریں کہ آیا بابو صاحب مثیل
موسیٰ ہیں یا حضرت اقدس مہدی معہود اور مسیح موعود بحکم جری اللہ فی حلل الانبیاء
کے حلہ موسوی پہنے ہوے ہیں مجھکو تو ناظرین منصفین سے بھی اُمید ہے کہ حضرت اقدس
کو ہی مثیل موسیٰ قرار دیکر بابو صاحب کے حق میں وہی فیصلہ دیویں گے جو قرآن مجید دیچکا ہے
کما قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی
بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔ وایضاً اقول فبای حدیث بعدہ
یومنون۔ اب ہم تذکرہ مناسبات موسوی کو ختم کرتے ہیں تاکہ سامعین کو طوالت سے
ملالت نہو اور اصل کلام کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں کہ بابو صاحب کا اقرار ہے کہ امام پیشرو
اور آگے چلنے والا ہوتا ہے اور پیشرو وہ ہوگا جو دوسروں سے افضل ہوگا۔ الخ پھر بابو صاحب جیسا
ایسا شخص بھی اس تعریف کا مصداق ہوسکتا ہے جو بجا آوری رکن اول اسلام میں بھی
مصداق واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ کا ہو بیٹوا تو جروا۔ اور آیا وہ شخص
مثیل موسیٰ یا موسیٰ ہوسکتا ہے جسکو حضرت موسیٰ کے ساتھ نہ صرف ڈوب جانے میں ہی
مشابہت ہو اور پھر اُسپر لطف یہ کہ حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا کسی موضوع روایت
سے بھی ثابت نہیں ہاں آل فرعون اور قبطیوں کا ڈوب جانا نصوص قرآنیہ سے ثابت
ہے کما قال اللہ تعالیٰ واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون کما مر مرارا۔ ونعم ما قیل شعر
خیالات نادان خلوت نشین ٭ بہم برکند عاقبت کفر و دین ٭ اگر باوجود اس بیان
ثابت شدہ کے کوئی نادان بابو صاحب کو پھر بھی امام یا موسیٰ قرار دیوے اور الہامات
بابو صاحب کو منجانب اللہ کہے تو سوائے مصداق شیخ چلی ہونے کے اور اُسکو کیا کہہ سکتے ہیں
جیسا کہ خود اُن کا اقرار ہے۔ **وسوسہ سوم** نمبر چار میں جو بابو صاحب الزام مسلمانوں کی

تحقیر و تبرہ بازی کا ہمپر لگاتے ہیں۔ افسوس کہ بابو صاحب نہ تو آداب مناظرہ سے واقف ہیں جو اُن سے عرض کیا جاوے کہ حضرت اقدس کی کسی تحریر میں خلاف آداب مناظرہ کے کوئی ایک کلمہ بھی نہیں ہے بلکہ وہی الفاظ تحریر ہیں جو مقتضائے علم مناظرہ کے ہوتے ہیں اور نہ ہماری جماعت کے کسی رسالہ یا اشتہار میں الفاظ خلاف آداب مناظرہ کے پائے جاتے ہیں ہاں جو شخص علم مناظرہ کے آداب سے خبردار ہی نہو تو وہ جو چاہے سو الزام لگاوے مثلاً ابھی ہماری تحریر میں لفظ شیخ چلی کا بابو صاحب کی نسبت یا ڈوب جانا اُسکا وغیرہ وغیرہ لکھا ہے تو بادی الرای میں ایک شخص بے خبر علم مناظرہ سے الزام خلاف تہذیب کا ہمپر لگا سکتا ہے مگر واضح ہو کہ جو نتیجہ مسلمات خصم سے پیدا ہو اُس نتیجہ کا محل اور موقع خصم کو قرار دینا ہرگز ہرگز خلاف تہذیب نہیں ہے ورنہ ابواب مناظرات بالکل مسدود ہو جاویں جو اصل الاصول افہام و تفہیم میں۔ دیکھو کتب آداب مناظرہ کو پس اس قسم کا الزام محض بیجا ہے اور بیخبری ہے آداب علم مناظرہ سے اب بالمقابل ناظرین مخالفین کی تحریرات بھی نظر کریں کہ سواء سب و شتم اور فحشاء اقوال و منکرات الفاظ کے کوئی بات اُنکی تحریرات میں نہیں پائی جاتی جسپر ہم صبر کرتے ہیں اور باوجودیکہ تعلیم اسلام میں انتقام بالمساوی لینے کی اجازت ہے کہ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ ایضاً جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلہا مگر تاہم صبر جمیل کو کام میں لاکر نہایت استقلال کے ساتھ ہم ہرگز ہرگز انتقام نہیں لیتے اور ایسے فحشا کے مقابلہ میں معارف اور حقائق علمیہ کا بیان کرنا ہمارا کام ہے کما قال الامام الہمام علیہ السلام ؎ گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو ؛ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے ؛ ایضاً۔ ایدل تو نیز خاطر ایشاں نگاہ دار ؛ کاخر کنند دعوئے حب پیمبرم ؛ وسوسہ چہارم نمبرہ میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے الہامات میں ٹھوکر کھانے کو صدق کی قوت اور نور تحریر سے ٹھوکر نہیں مانا۔ اسکا جواب مفصل باب اول میں گذر چکا لہذا اب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا کہا جاوے۔

وسوسہ پنجم۔ اور نمبر ۶ کا جواب خود آپ کے الہامات الم نشرح لک صدرک وغیرہ میں موجود ہے جو گذر چکا۔

قولہ صفحہ ۹۴ فصل ہفتم کے ذیل میں بابو صاحب کے چند وساوس ہیں جو ذیل میں نمبروار دفع کیے جاتے ہیں **وسوسہ اول** مرزا صاحب نے آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مشارالیہ اپنے تئیں قرار دیکر رسالت اور نبوت کی مسند پر تکیہ لگایا ہے جو کسی مومن کا جگر و حوصلہ نہیں جس سے تحقیر آنحضرت اور شریعت اسلامی کی بھی

لازم آتی ہے وکذا وکذا ملخصًا۔ **الجواب** اے ناظرین غور کرنے کا مقام ہے کہ بابو صاحب اور ان کے ہم آواز اور رفقا کے عقائد کے بموجب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اُن کے عقائد کے بموجب تو حضرت عیسی زندہ موجود ہیں اور کس عظمت شان کے ساتھ کہ دوسرے یا چوتھے آسمان پر بصفات الوہیت الان کما کان ولا یزول ولا یحول متصف ہیں اور آیت مذکورہ باواز بلند اپنے منطوق سے یہ کہہ رہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنکا نام احمد ہے وہ بعد رسالت حضرت عیسی کے آوینگے پس درصورت زندہ ہونے عیسی رسول اللہ کے ابھی حضرت احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہی نہیں ہوے فاین المفر لیکن بموجب ہمارے عقائد کے حضرت عیسی تو بحکم فلما توفیتنی وغیرہ نصوص قطعیہ قرآنیہ کے وفات پا چکے اور رسالت حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم متحقق ہو چکی پس اب جو کوئی مامور من اللہ ہو کر آوے گا وہ اسی احمد سے مستفید ہو کر آوے گا اور ظاہر ہے کہ مستفیض اور مفیض میں مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے ہاں مناسبت میں کمی بیشی ضرور ہوتی رہتی ہے دیکھو جو کسی شاعر سے تربیت پاتا ہے وہ شاعر ہی کہلاتا ہے اور جو کسی خوشنویس سے استفادہ کرتا ہے وہ بھی خوشنویس کہلاتا ہے وغیرہ وغیرہ قانون قدرت میں دیکھو کہ اگر کسی آئینہ کو مقابل آفتاب کے کیا جاوے تو جو اس آئینہ پر نظر ڈالو گے تو عکس مرئی کو بھی آفتاب ہی کہو گے پس اسی طرح پر جو آفتاب نبوت احمدیہ کے مقابل ہو کر فیض حاصل کرے گا اس میں بقدر اپنی استعداد کے فیوض احمدیت آجاوینگے لیکن چونکہ مہدی موعود اور مسیح معہود کا استفاضہ اُس آفتاب نبوت احمدیہ سے نقطہ انتہائی کمال کو پہونچا ہوا ہے لہذا آیت مذکورہ میں ایک اشارہ لطیفہ اس مہدی موعود کیطرف بھی ہوا اور حدیث یواطی اسمہ اسمی نے اس اشارہ کو واضح کر دیا پس اگر حضرت مسیح موعود اس آیت کے مصداق ثانوی بالعرض ہوے تو نہایت درجہ کی عظمت شان آنحضرت صلعم اور قرآن مجید کی ثابت ہوئی : نعوذ باللہ تحقیر و توہین بلکہ تحقیر و توہین تو اس کے عکس میں لازم آتی ہے کیونکہ فیوض نبوت احمدیہ اس صورت میں بالکل منقطع ہو جاتے ہیں اور جبکہ خود بموجب اقرار آپ کے نبوت کی تقسیم کاملہ اور ناقصہ حضرت اقدس نے بیان فرما دی ہے تو پھر فرمایئے کہ اب آپ کا کیا اعتراض ہے اس مسئلہ کو مفصل طور پر ہمنے رسالہ رقیمۃ الوداد ۱۶۱ میں بیان کیا ہے اُسکی طرف رجوع کیا جاوے۔ **وسوسہ دوم** قرآن مجید میں احمد مذکور ہے نہ غلام احمد اگر اس آیت میں انکی طرف اشارہ ہے تو پھر غلام احمد ہی کیوں نہ مذکور ہوا اور تیرہ سو برس تک یہ نکتہ کسیکو معلوم نہ ہوا بلکہ صرف آپ پر ہی کھلا۔ باوجودیکہ قرآن مجید تبیانا لکل شئ اور فصلت ایاتہ کا مصداق ہے **الجواب** اولًا عرض ہے کہ بابو صاحب کی تقریر سے لازم آتا ہے کہ خلافت و امامت خلفاء اربعہ و آئمہ اہلبیت و مہدی و مسیح منتظر

وغیرہم کی سب باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں کسی کی امامت اور خلافت کا ذکر نام بنام کہیں مذکور نہیں ہیں اُس ذات تعالےٰ و تقدس و مالک نے دوسرے احکام دین و مدار نجات امور تو نہایت روشن کھلے کھلے نازل فرماکر اسمیں درج فرمادیے اور اس اہم امر خلافت و امامت میں ایسا معمّا و خفا رکھا کہ قیامت تک امت محمدیہ میں درمیان اہل سنت و روافض بل خوارج کے ایک تفرقہ عظیم ڈالدیا حتی کہ خود درمیان صحابہ ہی کے بوقت امامت خلیفہ چہارم ایک بڑا فتنہ عظیم برپا ہوا چونکہ قرآن مجید عام ہدایت خلق اللہ کے واسطے اُس ہادی نے نازل فرمایا ہے تو کیا اُس نے نام بنام اسمار خلفار اربعہ و دیگر آئمہ اہل بیت و مہدی و مسیح موعود کے مع ایسے تعیین و تشخیص کے درج کرنے کچھ دشوار تھے جو کسیکو اُس کے فہم میں کچھ شبہ ہے واقع ہوتا یا نعوذ باللہ اُس ارحم الراحمین کو یہی منظور تھا کہ اس اہم امر باعث ہدایت و نجات کو بدیہی و ظاہر طور پر درج کتاب عزیز خود نہ فرماکر تذبذب اور مشکلات میں ہی ڈالا جاوے الیٰ آخر القول فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ ثانیاً عرض ہے کہ فی الحقیقت قرآن مجید تو ضرور تبیاناً لکل شیٔ ہے لیکن آپ کا ذہن عالی تو تبیاناً لکلّ شیٔ نہیں ہے اسی واسطے علمار کبار کو ہر قرن میں حاجت تفسیر کلام الٰہی کی پڑی ہے اور بذریعہ افراد کاملین اُمت کے حسب ضرورت وقت اُس کی تفسیر اول ہی قرن سے شروع ہوگئی ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے بروایت صحیح بخاری متوفیک کی تفسیر ممیتک موجود ہے وغیرہ وغیرہ اور اسی تفسیر کلام الٰہی کے لیے ہر صدی میں ایک مجدد کی ضرورت واقع ہوئی کہ ان اللہ یبعث لہٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا جیسا کہ آیت انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اسکی طرف مشعر ہے اور نیز آیت ان علینا جمعہ و قرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ بھی اس مسئلہ کو بیان فرما رہی ہے۔ ثالثاً عرض ہے کہ یہ امر بالکل باطل ہے کہ ہر ایک کس و ناکس جاہل کے لیے قرآن مجید تبیاناً لکلّ شیٔ ہے اگر ایسا کچھ ہو تو عام علوم ضائع ہو جاویں اور کسی زمانہ میں راسخون فی العلم کی ضرورت ہی نہ پڑے اور نہ ایسے علما کے رفع درجات کے کچھ معنی ہوں جنکو فرمایا گیا ہے کہ والذین اوتوا العلم درجات اور جو صدہا فضائل علمار ربانیوں کے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں وہ بھی لغو ہو جاویں وھذا باطل بالبداہۃ۔ رابعاً عرض ہے کہ مرسلین و مامورین کے لیے سنت اللہ یہی ہے کہ انکی بعثت اور رسالت کچھ تو اللہ تعالےٰ اپنے قول سے بیان فرماتا ہے اور جو اُسمیں کسی قدر خفا رہ جاتا ہے اُسکو اپنے فعل سے رفع فرماکر واضح فرما دیتا ہے اور قول و فعل الٰہی دونوں جمع ہوکر مامورین اللہ کی بعثت کیلئے

مثبت ہو جاتے ہیں اور پھر قد تبین الرشد من الغي کا مصداق واقع ہو جاتا ہے حکمت الٰہی اسمیں یہ ہے کہ علوم بھی ضائع نہ ہوں اور راسخون فی العلم کے جو مدارج ہیں وہ بھی قائم رہیں اور جو خوارق عادات اور الٰہی نشانات جو افعال الٰہی ہیں ان مامورین کی تصدیق کے لیے بجانب اللہ صادر ہوں اُن کے وقوع اور صدور سے اُس مامور کی عظمت اور تکریم ثابت ہو کیونکہ جملہ نشانات الٰہیہ جو اُس مامور کی تصدیق کے لیے صادر ہوتے ہیں وہ فعل الٰہی ہوتے ہیں اسواسطے کہ یہ مسئلہ اسلام میں ثابت شدہ صداقت ہے کہ خوارق اور معجزات نبی اور ولی کے فعل الٰہی ہوتے ہیں اور اسی لیے اس مسئلہ پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ مدعی کاذب کی تائید اللہ تعالےٰ کیطرف سے نہیں ہوتی یعنی یہ معجزات جو افعال الٰہی ہیں کاذب کے لیے صادر نہیں ہو سکتے اور یہی افعال الٰہی مابین کاذب اور صادق کے وجوداً وعدماً مابہ الامتیاز ہو جاتے ہیں اور یہیں وجہ تمام مرسلین اور مامورین کی بعثت و رسالت اللہ تعالےٰ ہی کیطرف اسناد کی جاتی ہے کیونکہ یہ تائیدات الٰہیہ مامورین کے لیے بمنزلہ شہادۃ اسکے ہوتی ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا اگر اس مابہ الامتیاز کو ملحوظ نظر نہ رکھا جاوے تو پھر دین الٰہی سے امن اُٹھا جاتا ہے اور کوئی معیار مدعی صادق اور کاذب کا بنظر ظاہری معلوم نہیں ہوتا ہے الحاصل حضرت اقدس کی دو شانیں ہیں اول تو استفاضہ علوم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جسکی طرف آیت وآخرین منهم لما یلحقوا بهم دلالت کر رہی ہے کما قال ؎ دیگر اُستاد را نامے ندانم ؛ کہ خواندم در دبستان محمد ؛ اس نظر سے آپ کا نام غلام احمد ہوا اور دوسری شان آپکی افاضہ علوم احمدیہ کا ہے طرف اُمت موجودہ کی پس بلحاظ اس شان کے آپ کا نام احمد ہوا جس کیطرف آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد دلالت کر رہی ہے اور حدیث یواطی اسمه اسمی نے اُس دلالت حقہ کو واضح کر دیا پس آپ بلحاظ اول غلام احمد بھی ہیں اور دوسرے اعتبار سے احمد بھی ہیں ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمة اور لطف پر لطف یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی سے سن و سال مجددیت کا بھی برآمد ہوتا ہے جو سنہ ۱۳۰۰ ہجریہ ہے اب کوئی بتلاوے کہ ایسے معارف قرآنی اور حقائق فرقانی سے قرآن مجید کی عظمت وتکمیل ہوتی ہے یا نعوذ باللہ کچھ توہین و تحقیر پس اب فرمایئے کہ اُمت محمدیہ کو باوجود ایسی شہادات کتاب وسنتہ کے اور موجود ہونے تمام نشانات اور آیات الٰہیہ کے قبول نہ کرنے میں اس مسیح موعود اور مہدی

معہود کے کونسا عذر باقی رہا ہے ورنہ تمام خلفاء راشدین اور آئمہ مہدیین اُمت کی بھی آپکو تکذیب کرنی لازم ہوگی ونعوذ باللہ من ھذہ اللغویات والھفوات وسوسہ سوم شیخ عبداللہ صاحب کی صحبت میں ایسے انوار و برکات تھے جو ہمکو کراءی العین محسوس ہوتے تھے اور مرزا صاحب کی صحبت کا یہ حال ہے کہ یا آخر بشرطیکہ مصاحب کو کسی قسم کی حاجت و محتاجی نہو ے مرزا صاحب کی قبول دعا وہی سے دست بردار ہو جاتا ہے جیساکہ عباس علی فتح خان غلام قادر وغیرہ الجواب شیخ عبداللہ صاحب میں تو وہی انوار تھے جو اُنکو عالم کشف میں آسمان سے اُترتے ہوئے قادیان میں معلوم ہوئے تھے جو حضرت اقدس مرزا صاحب اُن انوار کے مصداق ہیں باقی اگر وہ انوار آپ کو نظر نہ آویں یا عباس علی وغیرہ اُس نور کے دیکھنے سے اندھے ہو جاویں تو اُس نور کا کیا قصور ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✣ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ✣ اے ناظرین بابو صاحب اور اُن کے رُفقاان چند آدمیوں کے ارتداد کو معیار کذب حضرت مسیح موعود کا قرار دیا کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض مخلصین فدائیوں کی نسبت بھی ایسی افواہ بے سروپا اُڑا دیا کرتے ہیں کیونکہ اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ایسی ہماری منہ کی پھونکوں سے یہ نور الٰہی بجھہ جاوے گا کلا وحاشا جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون اس قسم کے حیلے پہلے مکذبین بھی ڈھونڈتے رہے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وقالت طائفۃ من اھل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النھار واکفروا اخرہ لعلھم یرجعون ✣ لیکن جو صداقت ثابت شدہ ہوتی ہے ایسے حیلوں سے اُسکو کچھہ ضرر نہیں پہونچ سکتا اگر چند بے بصیرت ہدایت الٰہی سے مرتد ہو جاتے ہیں تو اُس کے بالعوض اللہ تعالےٰ ہزاروں صادقین کو اُس سلسلہ ہدایت میں داخل فرما دیتا ہے چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالےٰ دین اسلام کے مرتدین کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین اور یہی علامت ہے دین حق کی کہ اگر دو سہ بے بصیرت مرتد ہو جاویں تو اُن کے بدلے میں اللہ تعالےٰ اُن سے بہتر اور زائد لوگوں کو اُس سلسلہ میں داخل فرما دیتا ہے چنانچہ اس سلسلہ الٰہیہ کا یہی حال ہے کہ بعد ارتداد چند ابلہوں* کے ہزاروں دانشمند آدمی عمدہ اور اخلاص میں سب سے زیادہ اس سلسلہ میں آگئے ہیں اور یہی سنت اللہ کی طرف

* نوٹ۔ [illegible] فیل سے گرد [illegible] ابرہہ [illegible] شود ✣ [illegible] ✣ [illegible]

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اشارہ فرماتا ہے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اور جیسے کہ یہ سنت اللہ سلسلہ روحانی میں جاری ہے اُسی طرح اس سنۃ اللہ کو ہم سلسلہ جسمانی میں بھی دیکھتے ہیں دیکھو ایک باغ ہے کوکہ باغبان جب تک کہ اشجار مثمر باغ میں سے اشجار مضرہ ناقصہ کو اکھاڑ کر نہ پھینک دیوے یا جو شاخیں درختوں میں خشک ہو گئی ہوں اُنکو چھانٹ کر درختوں کو پاک وصاف نہ کرے تب تک باغ سرسبز اور شاداب نہیں ہو سکتا کیا خوب کہا ہے شیخ نے ؎ زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رز را ✤ چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

قولہ ص۹۵ فصل ہشتم میں بابو صاحب کو یہ وسوسہ ہوا ہے کہ مجھکو مرزا صاحب کی مخالفت میں الہام ہوتے ہیں اور مرزا صاحب کو یہ عشق ہے کہ تمام دنیا میری غلام ہو جاوے جو خاصہ الوہیت ہے اور مخالف شان عبودیت کے اگر یہ امر نہ ہوتا تو مجھکو اطاعت شرعی میں کوئی کلام نہیں تھا اور مجکو کچھ نیابت کی آرزو نہیں ہے جو اطاعت ناجائز کروں الجواب بابو صاحب کے الہامات کا حال تو مفصل باب اول میں مذکور ہو چکا وہ تو سب کے سب بابو صاحب ہی کی مخالفت میں اور حضرت اقدس کی تائید میں ثابت ہو گئے ہاں جملہ مامورین کو یہ عشق ضرور ہوتا ہے کہ تمام بندگان خدا اُسی مولیٰ کریم کے فرمانبردار صادق ہو جاویں اور شرک و بدعات کو ترک کرکر توحید خالص اختیار کریں اور مثل عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ کو صفات الوہیت میں شریک نہ گردانیں غرضکہ حضرت اقدس کے اوامر وہی ہیں جو آیت وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمۃ وغیرہ میں مذکور ہیں جو شخص بصدق دل ان اوامر کو تسلیم کرتا ہے خود حضرت اقدس بحکم سید القوم خادمھم کے اُسکے خادم و چاکر ہو جاتے ہیں چنانچہ آپ کو خود اقرار ہے دیکھو ص۱۶۲ سطر ۷ کو (الانجی تک اگر آدھی رات کو وہ یعنی مولوی عبد الکریم صاحب مانگیں تو مرزا صاحب خود اپنے ہاتھ سے اُسی وقت حاضر کرتے ہیں جیساکہ عاجز کے روبرو خود مولوی صاحب نے بیان کیا تھا باوجودیکہ خدمتگار بھی اُنکی خدمت کو ہر وقت موجود رہتے ہیں اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر اُنکا حکم مانا جاتا ہے) اب فرمائیے کہ جس شخصکو یہ عشق ہو کہ تمام دنیا کو اپنا ادنیٰ چاکر وغلام بنالے وغیرہ وغیرہ جو آپنے لکھا کیا اُسکی ایسی ہی سیرت وعادات ہوتی ہے کہ ایک اپنا مرید مگر مخلص موحد) آدھی رات کو الانجی طلب

کرے تو وہ مراد و مرشد اُسکا آدھی رات کو اپنی آسایش و آرام میں خلل ڈالکر فوراً اُسکی حاجت کے لیے مستعد ہو جاوے اور اپنے تمام نوکروں چاکروں کو بھی بسبب کسی قدر اُس مرید کی معذوری کے اس کی خدمت کے واسطے متعین کر دیوے اور اُس کے حکم کو اپنے حکم سے مقدم رکھے - افسوس ہے بابو صاحب کی عقل پر کہ باوجود ایسے اقرارات کے پھر بھی یہ الزام لگایا جاتا ہے ۔ ؎ چشم باز و گوش باز و ایں ذکاء ۰ خیرہ ام در چشم بندی خدا ۰ اے بابو صاحب کیا یہ اخلاق حمیدہ آپ کے مرشد میں بھی تھے ✦ کلا و حاشا کیونکر ہو سکتے تھے یہ اخلاق محمدیہ تو اُسی شخص کا حصہ تھے جو مصداق ہے یو الطی اسمہ اسمی کا والفضل ما شہدت بہ الاعداء ان جملہ آپ کے اعتراضات کو اذہان مصنفین کے اسطرح پھینک دیتے ہیں جیسا کہ معدہ صحیحہ کھی کو پھینک دیتا ہے اور انکی جوابات اہل بصیرت کے نزدیک ایسے برمحل دل نشین اور چسپاں ہو جاتے ہیں کہ جسطرح حلوا اور میٹھی چیز معدہ صحیحہ کے نزدیک کہ فوراً اسکو قبول کر لیتا ہے ۔ اور ایسے ماموریں کی نیابت کے مستحقین ایسے متغیر المزاج تیز طبع غلیظ القلب کب ہو سکتے ہیں جو ادنی ادنی امور جزویہ سے متغیر ہو کر ایک صداقت ثابت شدہ کے اعدا ہو جاویں اور پھر طرح طرح کے افترا اور بہتان ایک صادق پر لگانا چاہیں ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون ؎ شنیدم کہ مردان راہ خدا ۰ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ ۰ ترا کے میسر شود اینمقام ۰ کہ با دوستانت خلاف ست و جنگ ✦ پھر اب یہ بھی ارشاد کر دیجیے کہ بحکم وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا کے اللہ تعالے نے اسیر صاحب اخلاق محمدیہ کو مہدی اور مسیح موعود گردانا تو سنت اللہ کے موافق ہوا یا مخالف بینوا توجروا

قولہ ص ۹۹ فصل ہم کے ذیل میں بابو صاحب کو چند وساوس عارض ہوے ہیں -
وسوسہ اول اویس قرنی بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسبب خدمت اپنی والدہ کے حاضر نہیں ہو سکے تھے نہ یہ کہ آفتاب نبوت کے سامنے آنا ہی انھوں نے سوء ادب خیال کیا ہو جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے **الجواب** اے ناظرین کیسی بیجا نکتہ چینی ہے واضح ہو کہ اویس کی مدح حدیث صحیح سے ثابت ہے با اینہمہ اُنپر ایک سخت اعتراض ہوتا تھا کہ باوجود پالینے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انھوں نے شرف صحبت مقدسہ نبویہ کو کیوں حاصل نہیں کیا حاضر نہ ہونے میں اُنکو کیا عذر تھا چونکہ ممدوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعون نہیں ہو سکتا لہذا اس طعن کے دفع کرنے کے لیے بحکم لو لا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً کے محمل نیک پیدا کرنا ہمپر ضروری ہوا ہے ایک تو بطور ظاہر کے جو خدمت والدہ ہے اور دوسرا بطور روحانی کے ہے جو حضرت اقدس نے روحانی طور پر اُنکی عدم حاضری

کا سبب لکھا جسکی نفی بابو صاحب کر رہے ہیں لیکن حدیث میں اس کی نفی کہاں مذکور ہے بلکہ حدیث آپکی لکھی ہوئی مؤید اسی احتمال کی ہے کیونکہ حدیث سے حضرت اویس کا مستجاب الدعوات ہونا اور رحمن کی خوشبو کا مصداق ہونا ثابت ہوتا ہے باوجودیکہ وہ فیض صحبت ظاہری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بظاہر مستفیض نہیں ہوئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اویس کو اپنی کشف روحانی اور بصیرت باطنی سے اور الہام سے آنحضرت صلعم کی عظمت شان معلوم ہو گئی تھی پس روحانی طور پر عدم حاضری کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے جو حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیونکہ قانون قدرت میں بھی ہر ایک سبب کے اسباب دو ہی طرح کے پائے جاتے ہیں ایک روحانی اور دوسرے جسمانی فافہم **وسوسۂ دوم** مرزا صاحب میں یہ حس اور بصیرت باطنی مفقود ہے حالانکہ فقرا اور صوفیاء زمان میں پائی جاتی ہے برعکس اس کے مرزا صاحب کو ایسی بو محسوس ہوتی ہے کہ نئی طرز کی لعنتیں عربی میں لکھنے کی ان کو تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ الخ **الجواب** مامورمن اللہ میں دو شانیں ہوتی ہیں یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں بشیر و نذیر کے نام سے اکثر یاد فرمائے گئے ہیں جو لوگ کہ حضرت صلعم پر ایمان لائے اور صدق و اخلاص کے ساتھ آپ کی نصرت کی ان کے حق میں بشیر ہوئے اور جو آپ کے منکر اور مکذب رہے اور انواع انواع سے آپ کو ایذا اور تکلیف دی ان کے حق میں آپ نذیر ہوئے مامور من اللہ کے لیے اللہ تعالے کی یہی سنت رہی ہے دیکھو تمام قصص ابنیا اور ان کے مکذبین کے جو قرآن مجید میں مندرج ہیں قال اللہ تعالیٰ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون۔ ایضاً قال تعالے اولئک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون۔ ایضاً قال تعالے اولئک علیہم لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین + وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ التی فیہا وعیدات عقوبۃ و انذار لعنۃ۔ اسی طرح اس مسیح موعود کی یہ صفت انذار بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کما جاء فی الحدیث لا یحل لکافر ان یجد ریح نفسہ الا مات ایضاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر وغیرہ وغیرہ پس جو لوگ مکذبین آیات اللہ کے ہیں اور اولئک شر من تحت السماء کے مصداق ہیں خواہ گدی نشین ہوں یا علماء سوء اپنے حس اور بصیرت باطنی سے اس امام کو نہیں پہچان لیا ہے اور جنہیں خوشبو رحمن پائی جاتی ہے اسکا ارسال بھی فرمایا ہے ہزاروں متبعین کے لیے قیامت تک کی پیشین گوئی بشارات کی موجود ہیں و جاعل الذین اتبعوک

فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ - وانی مھین من اراد اھانتک - وانی معین من اراد اعانتک + الحاصل انذار و تبشیر عام طور پر بھی حضرت اقدس کے الہامات میں موجود ہے جو بہت سے افراد میں متحقق ہو چکا اور خاص طور پر انذار و تبشیر جو الہاماً کسی فرد خاص کے واسطے ہوا تھا وہ بھی رسائل اور اشتہارات میں جو قبل سے شائع ہو چکے ہیں درج تھا جو پورا ہو گیا کما مر سابقاً اور پھر دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو **وسوسۂ سوم** صرف بابو الٰہی بخش کو واسطے اظہار اس حس و بصیرت باطنی کے بے شر متقی پرہیزگار کہا گیا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس خوشبو رحمن کو بدبو کہکر اپنے قول کی تکذیب کر دی۔ **الجواب** بابو صاحب آپ اطمینان فرماویں کہ یہ الفاظ آپ کو الہاماً نہیں کہے گئے تھے بلکہ باعتبار حسن ظن کے لکھے گئے تھے چنانچہ آخر میں واللہ حسیبہ موجود ہے جو تمام آپ کے اتقا وغیرہ پر پانی پھیرے دیتا ہے کیونکہ یہ لفظ اکثر قرآن مجید کے محاورات میں محل انذار میں فرمایا گیا ہے کما قال تعالےٰ اقرء کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا پس اس کلمہ میں ایک اشارہ لطیفہ آپ کے اس تغیر بیجا کیطرف بھی نکلتا ہے اور اللہ تعالےٰ آپ سے اس تغیر کا حساب لینے والا ہے کما قال تعالےٰ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔ **قولہ** فصل دہم کے تحت میں آپ نے چند وساوس پیش کیے ہیں اور حدیث مجدد ان اللہ یبعث کو بالکل مٹانا چاہا ہے۔

وسوسۂ اول جو مسائل مرزا صاحب نے بیان کیے وہ مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں جیسا کہ نزول ملائکہ تعریف لیلۃ القدر عملدرآمد تصویر وغیرہ اس لیے مسلمان انکی امامت حقہ کے تسلیم نہ کرنے میں معذور ہیں اور ایسے مسائل کا مرزا صاحب کیطرف سے مشتہر ہونا ہی مسلمانوں کے حق میں اچھا ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مذہب غیر سبیل المؤمنین سے مجتنب ہو گئے۔ **الجواب** جو مسائل اسلامی اور حقائق و معارف قرآنی اس مجدد و امام آخر الزمان نے کھولے اور واضح کر دیے ہیں اہل بصیرت کے لیے تو وہ ایسے معارف حقہ صادقہ ہیں جو مصداق ہیں وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین کے ہاں جو لوگ امراض صفراوی میں مبتلا ہیں انکو شربہائے شیریں بھی تلخ ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آخر آیت مذکورہ کا یہی ہے ولا یزید الظلمین الا خسارا + اور یہی سنۃ اللہ تمام مرسلین اور مامورین کے وقت میں رہی ہے حتی کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی سنۃ جاری رہی کما قال اللہ تعالےٰ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون

ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک ھم الخاسرون اس
آیہ وانی ہدایہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ سرکش اور بیحکم ہیں قول و قرار کے نقض کرنیوالے ہیں
بجائے وصل کے فصل کرنے والے ہوتے ہیں وہی ہدایتہائے ربانی سے گمراہ کیے جاتے
ہیں ایسے مکذبین کا وجود بھی ماموریں کے وقت میں بالضرور ہوتا ہے سہ درکار خانہ عشق
از کفر ناگزیر ست ٭ آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد ٭ پس ایسے بے بصیرت مکذبین کی
تکذیب سے اس سلسلہ میں کیا قصور لازم آتا ہے۔ اور عملدرآمد تصویر کا جو خاص حضرت اقدس
کی طرف سے بقدر جواز واسطے ضرورت کے ہوا ہے اسکی تفصیل ہم سابق میں صفحہ ۷۹
کر چکے ہیں فلیرجع الیہ پس وہی اشعار اس مثنوی کے جو آپ نے تحریر کیے ہیں عطائے
تو بلقائے تو آپ ہی کے گل دستار ہونے کے قابل ہیں کیونکہ وجود باجود ایسے مصلحین کا حق
کہ وجود رحمۃ للعالمین کا بھی دونوں شانیں انذار و تبشیر مندرجہ اشعار اپنے اندر رکھتا ہے تعم ما قیل۔

درحق او نور و درحق تو نار	درحق او ورد و درحق تو خار
درحق او نیک و درحق تو بد	درحق او خوب و درحق تو رد
درمقامے حنظل و جائے شکر	درمقامے خشکی و جائے مطر

مگر یہ تو فرمایئے کہ حدیث اِنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَاۡسِ کُلِّ مِاۃِ سَنَۃٍ
مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا جس کا ترجمہ حضرت اقدس نے اسجگہ پر تحریر فرمایا تھا وہ کہاں
چلے گئے کیا آپ کے مولوی عبداللہ صاحب ہی اپنی قبر میں لے کر چلے گئے ورنہ پھر بتلائیے
کہ اس صدی کا مجدد کون ہے تاکہ پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے وجود
باجود سے پوری ہووے ورنہ پھر مخبر صادق صلعم کی پیشین گوئی غلط ہوئی جاتی ہے وھو باطل
کل البطلان والحمد للہ کہ مؤمنین مخلصین و مصدقین جو اس سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہوے
اُنکی فریاد اسلام کے بارہ میں اللہ تعالے نے سنکر اپنے وقت پر اس مجدد معہود اور مہدی
و مسیح موعود کو مبعوث فرمایا اور جو حملجات مخالفین اسلام دین اسلام پر کر رہے تھے
عین وقت پر اُن کا دافع بھیجدیا لہذا اس نعمت کے شکریہ میں ہم بھی وہی پڑھیں جو آپنے پڑھا

وھو المغیث لکل مخلوقاتہ	وکذا یجیب اغاثۃ اللھفان
وھو الودود یحبھم ویحبہ	احبابہ والفضل للمنان

وسوسہ دوم بابو صاحب کو ایک دو الہام نہیں ہوے بلکہ دفتر کے دفتر الہامون
کے ہوتے ہیں **الجواب** اے بابو صاحب آپکے الہام جو کچھ باب اول میں لکھی گئے
ہیں اُن کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ اکثر اُن کے بطور استراق السمع کے براہین احمدیہ

سے چرائے گئے ہیں اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ اُن کے مورد بھی ہیں تو کچھ حصہ انکا واسطے تنبیہ اور زجر و توبیخ کے اللہ تعالےٰ کیطرف سے آپ پر وارد ہوا ہے اور کسی قدر حصہ واسطے یاد دہانی الہامات مندرجہ براہین کے آپ پر واقع ہوا ہے تاکہ پورے طور پر آپ پر اتمام حجت ہو جاوے مگر آپ اپنے تکبر اور خود رائی سے متنبہ نہوے اور تمام نشانات ارضی و سماوی کی تکذیب استکبارًا اور عنادًا کردی بقول شاعر ؎ رفعت کبھو کسیکی گوارا یہاں نہیں ٭ اُس سرزمیں کے ہم ہیں جہاں آسماں نہیں ٭ کیا غلبہ لنیت عبودیت کے یہی آثار ہوتے ہیں کہ تکذیب آیات اللہ کی جاوے اور جن نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ اپنے مامورین کو مختص فرماتا ہے اُن کا کفران و انکار کیا جاوے حالانکہ ان آیتوں کو آپ پڑھتے بھی ہیں قل ان الفضل بید اللہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور یاد رہے کہ اگر آپ اپنے بوستان خیال کے دفتر کے دفتر یہاں پر پیش کریں گے اس حکم و عدل کے قول فصل کے روبرو سب آپکی ہزلیات ھباءً منثورا ہو جاویں گے ولنعم ما قیل ؎ صد ہزاراں دفتر اشعار بود ٭ پیش حرف امیئش آن عار بود ٭ **قولہ** موت جاہلیت مندرجہ حدیث کا ترجمہ اندھاپن نہیں ہے جو مرزا صاحب نے کیا ہے **اقول** بابو صاحب نے یہ اعتراض کرکر پھر آپ ہی اُس کا رد کر دیا ہے کہ آیت ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ اعمیٰ سے اندھاپن ثابت ہوتا ہوا ہے یا کیا جہل آپ کے نزدیک روحانی عمی نہیں ہے اور حضرت اقدس نے تو دونوں جملے تحریر فرما دیے ہیں اُنکی عبارت کو اے بھئی بابو صاحب دیکھو (جو شخص اسحالت میں خدا تعالےٰ کیطرف آئے گا کہ اُس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت پر مریگا) پھر آخر میں آپ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کسی مصیبت یا مقدمہ کے وقت خیر الحافظین کی حفاظت و نصرت کی آیات کو نیا منیا کر کر التفات لغیر اللہ کیا کرتے ہیں۔ **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین حضرت امام الزمان تو ایسے ہی شرک فی الاسباب کے رفع کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں ہاں البتہ بحکم تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے اسباب ظاہری کیطرف بظاہر توجہ کرنا بھی ان مامورین کی عادت ہوتی ہے کیونکہ اسباب عالم کو معطل کر دینے میں ابطال صفت خلق الٰہیہ کا لازم آتا ہے اور یہ تو حرام بلکہ کفر ہے قال اللہ تعالےٰ ما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلا ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار۔ ہاں البتہ

ہر ایک سبب کے استعمال میں مسبب الاسباب انکی نظر میں رہتا ہے کما قیل۔ **شعر**
ففی کل شئ لہ اٰیۃ + تدل علی انہ واحد + ایضاً ء برگ درختان سبز در
نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتر لیست معرفت کردگار +۔

وسوسہ سوم مرزا صاحب مسرف بھی ہیں کہ عرق کیوڑہ بید مشک وغیرہ وغیرہ کی گاگریں دور و دراز سے منگواتے ہیں اور حسن کی ٹٹی اور استعمال برف کثرت سے کرتے ہیں۔ اور مفاتیح کنوز اپنے پاس رکھتے ہیں اور دیگر طرح طرح کا اسراف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کذٰلک نجزی من اسرف اور پھر دیکھو گزران آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین اور دیگر اہل اللہ عباد الرحمٰن کو کہ اُنھوں نے یہ اسراف کہاں کیا اور کہاں اسقدر زیور بنوائے وکذا وکذا۔ الی آخر ما قال **الجواب** بابو صاحب نے اس وسوسہ میں رہبانیت کا پہلو اختیار کر کر عوام کو دھوکا دینا چاہا ہے اور اپنے پیر مولوی عبید اللہ کی سوانح پر بھی نظر نہیں کی کہ ہر روز وہ ایک ایک مرغ قیمتی بارہ آنہ کا اور انڈا قیمتی ایک ایک آنہ کا استعمال کرتے رہتے اور وہ بھی بغرض حصول قوۃ باہ کے جو قریب ستو تک وقتاً فوقتاً نکاح انھوں نے کیے تھی اور کوئی کام تائید دین اسلام کا جو اُن سے ظہور میں آیا ہو آجتک ہم نے نہیں سنا اور بابو نے اسقدر بھی نہیں سمجھا کہ مسئلہ اسراف کا ایک اضافی مسئلہ ہے کیونکہ ایک شخص مفلس مثلاً دھوبی چھیپی کی نسبت بعض مصارف۔ البتہ اسراف قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن پھر وہی مصارف ایک سلطان مثل سلیمان کی نسبت بخل اور امساک میں داخل ہو جاتے ہیں اور اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ ۔ اگر قرباں کند بہرام گورے ٭ نہ چوں پائے ملخ باشد ز مورے ٭ اور پھر انفاق للہ و لغیر اللہ کی وجہ سے ان مصارف میں خواہ اپنی ذاتیات کی نسبت ہوں یا انکو اہلبیت کے لیے یا دیگر اللہ تعالےٰ کے رستوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکا لا یقدر علی شئ و من رزقناہ منا رزقا حسنا فھو ینفق منہ سرا و جہرا۔ ھل یستوون الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون مطلب آیت کا یہ ہے کہ ایک غلام یعنی جو اشخاص بندہ ہیں اپنی خواہشوں نفسانی کے اور بخیل و ممسک ہیں نہیں قدرت رکھتے ہیں کہ اپنے اموال کو مقاصد دینیہ اور تبلیغ توحید اسلامیہ میں خرچ کریں اور دوسرے وہ لوگ جو ہواؤں نفسانیہ شہوانیہ کے بندے سے آزاد ہو گئے ہیں اور ہم نے اُنکو پاک رزق دیا کہ وہ اپنے اموال کو اللہ تعالےٰ کے رستوں میں ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتے ہیں یہ دونوں

فریق ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دوسرا فریق بدرجہا پہلے فریق سے افضل ہے جسپر
الحمد للہ پڑھ کر شکر الٰہی ادا کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ کو اکثر لوگ نہیں جانتے بلکہ
دوسرے فریق افضل پر اعتراض اسراف کا کر بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ اعتراض اُن کا بہ تقاضا
اُن کی صفت بخل کے پیدا ہوتا ہے۔ اس جگہ پر یہ مقدمہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ جس قدر
نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کی ہیں وہ صرف مومنین مخلصین کے واسطے ہیں اور غیر
مومنین مخلصین جو اُن میں شریک ہو گئے ہیں اُنکی شرکت چند روزہ اور برائے نام ہے
کیونکہ اُن کے حق میں تو یہ تمام نعمتیں اور انعام بالآخر درد و آلام ہو جاوینگے کما قال اللہ تعالیٰ
قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل
ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ کذلک
نفصل الایات لقوم یعلمون قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر
منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما
لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون اس آیت سے
ثابت ہوتا ہے کہ زینت اللہ جو تمام دنیا کی زینتوں کو بھی شامل ہے مومنین کے لیے
حرام کہنا یا رزق طیبات کو جو تمام جائز اور لذیذ چیزوں کو مشتمل ہے ممنوع قرار دینا اَن
تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون میں داخل ہے یعنی تحریم ما احل اللہ ہے جو کفر اور
شرک کے برابر ہے۔ اور عورتوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جو زیور کہ جائز کر دیا ہے
اسکو ممنوع قرار دینا بجز رہبانیت کے یا تقاضائے حسد کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے
حالانکہ لا رھبانیۃ فی الاسلام تعلیم اسلام ہے دیکھو سمندروں کے منافع میں اللہ تعالیٰ امتناناً
فرماتا ہے وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ
حلیۃ تلبسونھا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم
تشکرون۔ اب واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے حالات جو بظاہر
ایک صورت پرست کی نظر میں عسرت اور تکالیف کے ساتھہ شروع ہوئے تھے اُنمیں
حکمت الٰہی یہی تھی کہ آپ کا صبر و استقلال اور استقامت فی کل الاحوال ہر کہ ومہ پر
واضح اور روشن ہو جاوے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کا ایک ثبوت بین پیدا ہو جاوے کہ ایک ایسا شخص بے بس بیکس بے پر بے زر بالآخر
شاہنشاہوں کا ملجا ہو گیا اور بڑے بڑے اُس کے کل مخالف شاہنشاہ پست اور
ذلیل اور جزیہ دینے والے ہو گئے لہذا اُن کے معبودات باطلہ باطل تھے اور قادر

مطلق وہی ایک خدا محمد صلعم کا ہی جس کی شان ہے لا الٰہ الا اللہ اور یہ مدعی بنوت سچا راست باز اور صادق ہے جس کی شان ہے محمد رسول اللہ ہمیں یہ شیت الٰہی نہیں تھی کہ یہ تمام عسر اور تنگی ہمیشہ آپ کے لازم حال رہے ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول بلکہ اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی کے فرماتا ہے تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتھا الانھار ویجعل لک قصورا + اہل علم تواریخ وعلم جغرافیہ پر واضح ہو کہ مصداق اس پیشین گوئی کا آغاز تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور ظہور اسکا خلفاء راشدین کے وقت سے شروع ہوا ہے لیکن اس قرن میں جس کا مالک یہ مجدد سلیمان شان ہے انتہا کو پہونچا ہوا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں باغات وانہار اور عالی شان محل وغیرہ کا عطا فرمایا جانا حسب مشیت الٰہیہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مندرج تھا وہ پورا ہو گیا بیدمشک عرق کیوڑہ وغیرہ کے استعمال کی نسبت جو بابو صاحب کا اعتراض ہے سواء حسد ودنائت طبیعا بغض وعداوت کے اسکا باعث اور کیا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ کل چیزیں اسی واسطے پیدا کی گئی ہیں کہ قوائے دماغیہ اور علمیہ کو ان کے استعمال سے تقویت دیکر ان قوی سے الٰہی کام لیے جاویں اور ضعف وامراض دماغی وغیرہ کو رفع کیا جاوے کما قال اللہ تعالیٰ ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون اس آیت سے واضح ہے کہ یہ تمام کھیتیاں جو پانی سے پیدا ہوتی ہیں اور زیتون اور کھجوروں اور انگوروں کے درخت اور تمام پھل پھلواری اور بطور زرع کے جو ان سے عرقیات نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اسی واسطے پیدا کی ہیں کہ ان کا استعمال جائز کر کر اپنے قوائے فکریہ کو اللہ تعالیٰ کے صفات وافعال کے تدبر میں صرف کرے۔ ایضا قال اللہ تعالیٰ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون۔ اس آیت سے واضح ہے کہ چھوارے اور سرکہ ہائے انگوری رزق حسن میں داخل ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں غرضکہ تمام نعمائے دینویہ اگر ان کے ساتھ غفلت عن ذکر اللہ نہ ہو تو وہ بالضرور انعامات الٰہیہ میں سے ہیں جو صراط الذین انعمت علیھم میں داخل ہیں۔ ونعم ما قیل ؎ اگر مال وجاہ است وزرع وتجارت + چو دل با خدا ایست خلوت نشینی + ۔ اور چونکہ اس آخر زمانہ میں تمام سامان واسباب

دنیوی انتہائے کمال کو پہونچے ہوے ہیں لہذا اُس حکیم مطلق کی حکمت مقتضی ہوئی اس بات کے لیئے کہ مجدد اس صدی کا مثل سلیمان بھی ہوتا کہ وہ انعامات و فیوض الٰہیہ جو سلیمان کو حاصل تھے اُن سے زائد اس سلیمان اُمت محمدیہ کے لیے مہیا ہوں تا کہ آنحضرت صلعم اُن انعامات وبرکات دنیویہ سے جو سلیمان کے وقت میں بنظر عوام انکو حاصل تھے خالی و عاری نہ ہیں اگرچہ ہماری نظر غائر میں جو شوکت اور جلال آنحضرت صلعم کا دنیا کے شاہنشاہوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا حضرت سلیمان کو اُسکا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا دیکھو تاریخ الاسلام کو مگر بلحاظ نظر عوام کے بھی بیان اسکا ہم ذیل میں کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین وسید المرسلین ہیں لہذا ضروریات سے ہے کہ تمام کمالات رسالت اور فضائل نبوت دینی و دنیوی مرسلین اولین کے آپ عطر مجموعہ کیطرح ہوں یعنی کوئی کمال دینی و دنیوی مرسلین سابقین کا ایسا نہ پایا جاوے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہو تا کہ مضمون مصرعہ مشہور

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا صادق اور صحیح ہونا نظر عوام میں بھی واضح ہو جاوے۔ اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اُسکی واقعیت ہر کہ ومہ کو ثابت و واضح ہو جاوے کیونکہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین خود رب العالمین نے فرمایا ہر گاہ امر کہ مدت بعثت تئیس [۲۳] سال میں نہ تو وہ تمام ضرورتیں موجود ہو سکتی ہیں جو مقتضی ظہور تمام ان کمالات دینی و دنیوی کے ہوں۔ اور نہ اس مدت تئیس [۲۳] سالہ میں اگر ظہور تمام ان کمالات دینی و دنیوی کا واقع بھی ہو جاتا تو قیامت تک کے لوگوں کے واسطے کافی ہو سکتا تھا کیونکہ موافق سنتہ الٰہیہ کے ایک صدی کے بعد ہی ایک انقلاب عظیم دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے اور بحکم **فطال علیہم الامد فقست قلوبہم** کے پھر تازہ کمالات کی سخت ضرورت پڑ جاتی ہے تا کہ قاسی القلب لوگوں پر اتمام حجت ہوتا رہے+ لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی اس امر کے لیے کہ یہ تمام کمالات دینی و دنیوی رسالت اور نبوت کے جنکا عطر مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات ہی وقتاً فوقتاً قیامت تک بذریعہ مجددین اُن کی اُمت کے ظہور پذیر ہوتے رہیں تا کہ زندہ رسول اور زندہ کتاب اور زندہ دین اسلام کی حیات ہر ایک اہل بصیرت پر ہر قرن میں ثابت ہوتی رہے۔ چنانچہ آیت استخلاف میں جو فرمایا گیا کہ **کما استخلف الذین من قبلہم** وہ بھی اسی صداقت کا ثبوت دیتا ہے اور آیت **ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع**

+ نوٹ۔ دیکھو خود کمالات دینی و دنیوی حضرت سلیمان ہی کو کہ اگر نزول قرآن مجید نہوتا تو حضرت سلیمان کو کون پوچھتا۔ منہ

فہ انہ کے آگے جو شان علینا بیانہ فرمایا گیا ہے وہ بھی اسی کیطرف مشیر ہے خصوصاً
جبکہ حرف ثمّ کا لحاظ بھی کیا جاوے جو تراخی پر دلالت کرتا ہے اور حدیث علماء
اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی اسی صداقت کیطرف اشارہ کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ
اور چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان بھی ایک بڑے نبی جلیل القدر گذرے ہیں جنکا
قصہ قرآن مجید میں متعدد جگہ پر مذکور ہوا ہے لہذا اُن کا مثیل بھی بحکم علماء امتی
کانبیاء بنی اسرائیل کے اس اُمت میں آنا ضروری تھا ورنہ پھر اُن کا قصہ بیان کرنے سے
کیا فائدہ اور کونسا نتیجہ حاصل ہوا قرآن مجید کچھ مجموعہ اساطیر اولین کا تو ہے ہی نہیں کہ
اُس سے کچھ تذکیر حاصل نہ ہو ونعوذ باللہ منہا کیونکہ اللہ تعالیٰ متعدد جگہ پر بعد
ذکر ان انعامات کے جو حضرت اسحٰق یعقوب نوح داؤد سلیمان ایوب یوسف موسیٰ
اور ہارون پر کیے گئے ارشاد فرماتا ہے کہ کذلک نجزی المحسنین۔ مگر ایسے مجدد عظیم الشان
سلیمان نشان کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ دنیا میں اُس کے وقت میں حضرت سلیمان کی
مملکت کی مانند برکات دنیوی اور سامان و اسباب آسایش و آرام بھی فراہم ہوں اور
دین اسلام پر فتن بھی ایسے عظیم الشان موجود ہوں جو پہلے کبھی واقع نہ ہوے ہوں
کیونکہ عظمت فتن ہی عظمت شان مجدد کی مقتضی ہے اب دیکھو اس زمانہ آخر میں جو
چودھویں صدی ہے یہ صدی اُن تمام دجالی فتنوں کا مجموعہ ہے جس سے تمام
انبیا پناہ مانگتے رہے اور حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی طرح طرح کے
پیرایوں میں ان دجالی فتنوں سے انذار فرمایا ہے۔ اور پھر دیکھو کہ واقعات شہادت
دے رہے ہیں کہ ان فتنوں دجالیہ کا کوئی حد و شمار نہیں ہو سکتا اور تمام نئی پُرانی
دنیا کو محیط ہو رہے ہیں اور جب دوسرے پہلو یعنی سامان و اسباب و اموال و برکات
دنیاوی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اُسکا نظیر بھی دہور خالیہ میں وجود نہیں معلوم ہوتا لہذا
اس قرن میں ایسے ہی مجدد عظیم الشان سلیمان نشان کا مبعوث ہونا بمقتضائے حکمت
حکیم مطلق کے ضروری تھا جو شوکت و جلال روحانی میں سلیمان مثال ہو اور رافت
و نوال جسمانی میں عیسیٰ تمثال ہو اور اسی سِر کی طرف ناظر ہیں وہ احادیث متضمن امارات
و علامات مسیح موعود کی جنہیں کثرت اموال و اسباب و برکات دنیوی کا مذکور ہے جیسا
کہ یفیض المال وغیرہ وغیرہ کما فی مسلک العارف یعنی اُس کے وقت میں مال بہ
پڑے گا اور چونکہ مال میں وہ تمام اسباب و اشیا داخل ہیں جنکی طرف طبائع انسانی مائل
ہوں لہذا مال سے وہ تمام اسباب اور سامان مراد ہیں جن کے صدہا کارخانے اب دنیا

موجود ہیں جو بزمان سابق حضرت سلیمان کے وقت میں بھی موجود نہ تھے اور المآل مایمیل الیہ الطبع قضیہ مسلمہ اہل لغت کا ہے اسی لیے براہین احمدیہ میں ایک الہام ہے جس میں اس مجدد عظیم الشان کا نام سلیمان قرار دیا گیا ہے اور وہ الہام یہ ہے وقالوا ان ھٰذا الا افک ن افتری وما سمعنا بھٰذا فی اٰباءنا الاولین۔ الی قولہ ففھمنٰھا سلیمٰن۔ شرح اس الہام کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات و وفات و نزول وغیرہ کے بارہ میں اولیاء و مجددین سابقین نے کوئی پورا فیصلہ نہیں کیا تھا کیونکہ انکو اسکی تفہیم کامل بسبب نہ واقع ہونے ضرورت کے نہیں ہوئی تھی مگر اس صدی میں چونکہ تمام دنیا میں صلیب پرستی اور مذہب صلیبی ایسا جاری ہوگیا ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام دنیا کی نظر میں ایک بت اور معبود باطل قرار دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ اہل اسلام نے بھی حضرت عیسیٰ کو صفات الوہیت میں اللہ تعالےٰ کا شریک کر دیا اور اس اعتقاد میں عیسائیوں کے شریک ہو گئے لہذا اسلام کو اس مسئلہ وفات عیسیٰ بن مریم کے قطعی فیصلہ کرنے کے سخت ضرورت واقع ہوئی ورنہ اسلام پر عیسائیوں کی طرف سے بڑے بڑے صدمات پہونچتے اور پہونچنے لگے تھے کہ لکھو کھا آدمی دین اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے چونکہ اس مسئلہ وفات کا قطعی فیصلہ اس حکم عدل کے حصہ میں آیا تھا لہذا اس نے اس مسئلہ کا فیصلہ قطعی کر بھی دیا اور یہ فیصلہ ایسے تبین کے ساتھ کیا کہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہو گیا اور پیشین گوئی مندرجہ حدیث صحیح یکسر الصلیب پورے طور پر واقع ہو گئی اور جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ ہر اہل بصیرت کو نظر آگیا اور مذہب عیسائی بالکل باطل اور ہلاک ہو گیا یہ بت ایک ایسا عظیم الشان تھا کہ عرش اسلام پر بھی آگرا تھا اور اسی لیے اس بت کی ایسی شکست فاش اور کسر و انکسار کی تخصیص اسی سلیمان کے ہاتھ سے ازل میں مقدر تھی جیسا کہ یکسر الصلیب اسکی طرف ناظر ہے ورنہ ابطال مذہب عیسوی تو ہمیشہ اسلام میں ہوتا رہا ہے مگر نہ اس کسر و انکسار کے ساتھ جو اس سلیمان کے وقت میں واقع ہوا۔ یہ الہام ۲۲ یا ۲۳ سال اس وقت کا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات وفات میں یہ ابحاث حادثہ ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئی تھیں اب چونکہ یہ الہام پورا ہو گیا یعنی مخالفین نے وہی کہا جو الہام میں موجود ہے اور جواب اسکا اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ دیا گیا کہ یاد کرو قصہ داؤد و سلیمان کو یعنی جسطرح پر ایک مقدمہ میں جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ وداؤد وسلیمٰن اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین حضرت داؤد نے اپنے فیصلہ میں خطائے اجتہادی

کی تھی اور پھر اس کی تفہیم کیا یعنی حضرت سلیمان ان کے بیٹے کو سمجھا دی تھی اسی طرح اگر تمہارے آبار اولین یعنی اولیاء و مجددین سابقین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے تو کچھ پروا نہیں کیونکہ ہم نے اس مجدد کو جو سلیمان امت محمدیہ کا ہے یہ مسئلہ بخوبی سمجھا دیا ہے کہ دجا جلہ عیسائی اور بنی اسرائیل کی بھیڑیں یعنی رسول کی جو دین اسلام ہے چرے جاتی ہیں اور کھیت کو اجاڑے دیتی ہیں باب تفعیل چونکہ واسطے تکثیر کے آتا ہے لہذا صیغہ ففھمنا بالتشدید مشعر ہے اسطرح کہ اس مسئلہ وفات کے سمجھانے میں اس سلیمان کو سمجھنے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کیونکہ اس بت اور معبود باطل عظیم الشان کا پاش پاش کرنا جو کرسی اسلام پر آگرا تھا وہ ایسی ہی تفہیم بالمبالغہ سے ہو سکتا تھا چونکہ یہ الہام بائیس ۲۲ یا تئیس ۲۳ سال قبل از وقت کا پورے طور پر واقع ہو گیا لہذا مخالفین پر بھی حجت ہے کہ یہ مجدد مسیح موعود سلیمانی شان بھی اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ حضرت سلیمان کے حق میں بھی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **ولقد فتنا سلیمان والقینا علے کرسیہ جسدا ثم اناب** ہم یہاں پر اس امر میں بحث نہیں کرتے کہ جسد سے کیا مراد ہے کیونکہ مفسرین کے اقوال اس بارہ میں بہت مختلف ہیں مگر یہ ہم ضرور کہتے ہیں کہ اس جسد کے گرنے سے ملک سلیمان میں ایک قسم کا ابتلا ضرور واقع ہوا تھا جس پر لفظ **فتنا** دلالت کر رہا ہے اور لفظ جسد بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی ایسا ہی پتلا اور بت تھا جیسا کہ اس صدی میں حضرت عیسی کے بت کا پتلا بنایا گیا ہے اور مثل حضرت سلیمان کے یہ مجدد بھی اس ابتلا سے انابت اور دعاؤں میں مشغول و مصروف رہا جیسا کہ ثم اناب فرمایا گیا اور اس مجدد کی کرسی اسلام پر یہ جسد آگرا ہے جیسا کہ اس نے خود بھی دعوی کیا ہے۔ سہ

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

پس یہ ایک وجہ مشابہت کی ہوئی اس مجدد عظیم الشان کے لیے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے

وجہ دوم مشابہت کی یہ ہے کہ حضرت سلیمان از روئے نسب کے بنی اسحاق میں سے تھے۔ یہ مسیح موعود بھی بنی اسحاق میں سے ہے کیونکہ اہل فارس بالضرور بنی اسحاق ہیں کتب احادیث و سیر اسپر دلیل ہیں کہ **اھل فارس ھم ولد اسحاق** دیکھو کنز العمال وغیرہ کو اور حضرت اقدس کا اہل فارس سے ہونا ہم اپنے رسائل میں مفصلا ثابت کر چکے ہیں اور جو روایات میں آیا ہے کہ مہدی موعود کا نصف حصہ جسم عربی ہوگا اور نصف حصہ اسرائیلی اس سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے مگر اسجگہ پر ہم طول دینا نہیں چاہتے پس جبکہ حضرت اقدس کا ہم نسب ہونا حضرت سلیمان کے ساتھ معلوم ہوا تو یہ بھی ایک وجہ مشابہت کی ہو گئی اور چونکہ آیت سورہ جمعہ **واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم**

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم میں اس سلیمان امت محمدیہ کا ذکر موجود ہے اور اس کی عظمت شان پر لفظ فضل اللہ اور ذوالفضل العظیم وغیرہ دلالت کر رہی ہیں لہذا صحابہ کرام کو ایک بڑا تعجب لاحق ہوا کہ ایسا شخص عظیم الشان کون ہے جس کے ایسے مناقب اور فضائل سورہ جمعہ میں مذکور ہوئے ہیں جو ہر جمعہ میں پڑھے جاتے ہیں صحابہ نے متعجب ہو کر جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین لم یلحقوا بنا تب آپ نے حضرت سلمان فارسی کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل اورجال من ھؤلاء۔ یہ حدیث متفق علیہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے اس حدیث کو بھی ایک بڑی مناسبت ہے ففھمناھا سلیمان کے ساتھ کیونکہ دوسری روایت میں لوکان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس بھی آیا ہے پس اگر اللہ تعالےٰ کیطرف سے اس سلیمان کو بھی کامل تفہیم نہوتی تو پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ لوکان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس یہ صداقت ثابت شدہ ہمارے رسائل میں بخوبی ثابت کی گئی ہے چنانچہ سر لوح اعلام الناس حصہ دوم پر یہ نظم بھی لکھی ہوئی ہے

نظم

آیت پڑھو قرآن کی جو ہے مشار الیہ
وعدہ کیا وہ پورا علیم و حکیم نے
فارس کی اصل سے وہ معلم اب آگیا
گر تجھکو شک ہو دیکھ لے جا قادیان میں
یہ آخرین ہوویں گے ملحق بہ اولیں
پہلے پڑھو بغور اس حق کے کلام کو
وعدہ وفا ہوا ہے ہمارے رسول کا
حامدے جس قرآن و خبر کا پتا دیا

پھر دیکھلو حدیث جو ہے متفق علیہ
تفسیر جس کی کی تھی رسول کریم نے
گم تھا جو علم دیں وہ سبھی حق سے پا گیا
پھر کل فتن سے ہوگا تو حفظ و امان میں
پیچھے رہیں گے وہ ہی جو ہیں اسکے حاسدین
پھر دیکھلو حدیث رسول انام کو
یہ وقت تھا مسیح کے بے شک نزول کا
احسن نے نقل کر کے اُسے اب بتا دیا

اگرچہ اس مسیح موعود کو جو ذلک فضل اللہ کا مصداق ہے تمام انبیاؤں بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت اور مناسبت ہے کیونکہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مدت ۲۲ یا ۲۳ سال کا الہام براہین میں موجود ہے مگر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو حضرت سلیمان اور حضرت عیسی کے ساتھ بالخصوص مماثلت قوی معلوم ہوتی ہے چنانچہ ذیل میں دیگر مناسبتیں بھی ہم بیان کرتے ہیں۔

وجہ سوم حضرت سلیمان کے لیے ہوا ایسی مسخر کی گئی تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک ایک ایک ماہ کا راستہ طے کیا جاتا تھا کما قال اللہ تعالیٰ ولسلیمان الریح

غدوھا شھر و رواحھا شھر ایضاً قال تعالیٰ ولسلیمان الریح عاصفۃ
تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیھا وکنا بکل شئ عالمین + اس سلیمان
اُمت محمدیہ کے وقت میں بھی بغیر مؤنت اور بلا کد و کاوش اُس کے کے ایسی ہی سواری تیز
رفتار تمام دنیا میں موجود ہے اور تار برقی اور محکمہ جات ڈاک و اسٹیمر دخانی جس سے شرق سے غرب
تک تبلیغ توحید اسلام کی ہو جاتی ہے اُس سواری پر علاوہ ہیں اور لطف پر لطف یہ ہے کہ اس
سلیمان وقت کو اُن کی طیاری کرنے میں نہ کوئی سعی کرنی پڑتی ہے نہ کوشش اور تردد کیونکہ
یہ سلیمان وقت تو انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کا مصداق ہے اور جسقدر علامات
و امارات مسیح موعود کی احادیث صحاح میں وارد ہوئی ہیں اُن سب میں اشارہ اُسکی شان سلیمانی
کیطرف بھی موجود ہے مثلاً حدیث یترک القلاص فلا یسعی علیھا۔ یا واذا العشار
عطلت قرآن مجید میں مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سواری اونٹوں کی اُس کیوقت
میں بیکار ہو جاوے گی سو اسمیں سر یہی تھا کہ اُس کے وقت میں ایک ایسی سواری نکلے
گی جو تیز رفتاری میں مشابہ ہو گی ساتھ سواری حضرت سلیمان کے جس کے ہوتے اونٹوں پر
سواری نہ کی جاوے گی اور دیگر سامان آسایش و آرام کے جو احادیث میں علامات مسیح
موعود سے وارد ہوئی ہیں وہ سب اُس کی اس شان سلیمانی کیطرف ناظر ہیں بلکہ خود
لفظ مسیح جو عبرانی میں مشیح بولا جاتا ہے وہ بھی بمعنی بادشاہ کے آتا ہے جو اسی شان سلیمانی
کی طرف ناظر ہے گویا کہ دونوں نام قریب قریب مترادف ہیں اور معنی مسیح کے جو خیر و برکت
کے ساتھ مسیح کیا ہوا آئے ہیں وہ بھی اسی شان سلیمانی کی طرف ناظر ہیں۔ پھر دیکھو یہ
اُس کا الہام کہ بادشاہ اُس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب کوئی مخالف ہمپر
یہ نکتہ چینی نہ کرے کہ حضرت سلیمان کی سواری کو دجال کی سواری کے ساتھ تشبیہ دی گئی
کیونکہ اس کا جواب ہم وجہ چہارم مشابہت میں دیتے ہیں۔

وجہ چہارم جس طرح حضرت سلیمان کے وقت میں تمام کارخانوں کے طیار کرنیوالے
جنات و شیاطین موجود تھے کما قال اللہ تعالیٰ یعملون لہ ما یشاء من محاریب
وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات اسی طرح اس سلیمان روحانی
اُمت محمدیہ کے عہد میں لاکھوں دجاجلہ اور شیاطین ہزاروں کارخانے طیار کرنیوالے
بلا ذمہ واری تنخواہ اور مؤنت خبر گیری اور مزدوری کے اللہ تعالےٰ نے اُس کے وقت میں
موجود کر دیے ہیں اور یہ سب دجاجلہ شیاطین رات دن انھیں کارخانوں کے اعمال میں
لگے ہوئے ہیں اور آخرت کی ایک ذرہ بھر اُن کو خبر نہیں کما قال تعالیٰ وضل سعیھم

فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا احادیث میں وجود اس دجال شیاطین کا اور اُس کے مذہب کا ہلاک ہونا اس مسیح موعود کے وقت میں جو وارد ہوا ہے وہ بھی اُس کی شان سلیمانی کیطرف ناظر ہے اگرچہ حضرت سلیمان کے وقت میں مذہب شیاطین پورے طور پر ہلاک نہیں ہوا تھا جیسا کہ آیت وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا اسکی طرف اشارہ کر رہی ہے لیکن اس سلیمان اُمت محمدیہ کے وقت میں مذہب دجال پورے طور پر ہلاک ہو جاوے گا چنانچہ یقتل الدجال اسی کیطرف ناظر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو سلیمان کے وقت میں جنات اور شیاطین ہی مزدور اور عاملین تمام کارخانجات کے ہیں پس اس حقیقت عمل کے لحاظ سے وہ کارخانجات شیاطین کیطرف منسوب کیے جاتے ہیں اور چونکہ فوائد اور نتائج اُن کارخانوں کے دونوں سلیمانوں کو پہونچے اس لحاظ سے اُنکی طرف مضاف ہوئے ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ۔

وجہ پنجم۔ حضرت سلیمان کے وقت میں ایک ملکہ مسماۃ بلقیس تھی جو ملک سبا کی بادشاہ تھی اُس نے اپنے ملک کو نہایت سرسبز و شاداب اور آباد و سیراب کر رکھا تھا مگر مشرکہ تھی جو بالآخر حضرت سلیمان کی دعوت سے اسلام میں داخل ہو گئی حضرت سلیمان نے اُس کی دعوت الی الاسلام میں بہت کوشش کی تھی اور اُسکی طرف بذریعہ نامہ و پیام کے ایک کتاب بھی ارسال کی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے قالت یاایھا الملأ انی القی الی کتاب کریم انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علی واتونی مسلمین۔ اسیطرح اس سلیمان روحانی اُمت محمدیہ کے وقت میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ شہنشاہ وقت تھیں جنھوں نے تمام اپنی ممالک قلمرو کو عدل اور انصاف کے ساتھ طرح طرح سے شاداب و آباد کیا جسکی نظیر پہلے وقتوں میں کہیں نہیں پائی جاتی اس سلیمان روحانی نے بھی بذریعہ کتاب تحفہ قیصریہ و ستارہ قیصرہ کے اُنکو دعوت الی الاسلام فرمائی تھی اور نیز اُن کی تمام قوم کو جو بسیط الارض پر پھیلی ہوئی ہے ابتک دعوت الی الاسلام فرما رہے ہیں اور ہماری روایات صحیحہ اور احادیث قویہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ معظمہ آنجہانی کی اکثر قوم اسلام کو اختیار کریگی کما اسلمت بلقیس فی عہد سلیمان کما قال ؎ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ۔ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند ۔ اور حضرت ملکہ معظمہ بھی آپ کی کتابوں کو بڑی عزت و اکرام کی نظر سے دیکھتی رہیں اور ترجمہ اُن کا سنا کرتی تھیں گویا یہ جملہ (انی القی الی کتاب کریم) بھی اُنھوں نے زبان حال سے کہدیا۔ پس یہ وجہ پنجم بھی ایک مشابہت کی وہ کامل ہے

وجہ ششم حضرت سلیمان کے لیے حضرت داؤد کے وقت سے لوہا اور تانبا وغیرہ تمام دھاتیں مانند پانی کے نرم اور رقیق کردیجاتی تھیں کما قال اللہ تعالیٰ والنا لہ الحدید ایضاً قال تعالیٰ واسلنا لہ عین القطر۔ اس سلیمان روحانی کیوقت میں بھی جسقدر تمام دھاتیں پانی کردی گئی ہیں وہ بھی کسی پر مخفی نہیں ہیں بسبب طوالت کے ہم ان کی تفصیل نہیں کرسکتے۔

وجہ ہفتم۔ حضرت سلیمان کے لیے غوطہ خور اور سمندروں میں دھنس جانیوالے اور بڑی عمارتوں کے بنانے والے اسقدر شیاطین موجود تھے جنکا ذکر ایک امتنان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے کما قال تعالیٰ والشیاطین کل بناء وغواص ایضاً ومن الشیاطین من یغوصون لہ ویعملون عملا دون ذلک وکنا لہم حافظین وغیرہ وغیرہ من الآیات۔ اس سلیمان روحانی اُمت محمدیہ کے وقت میں بھی دیکھو سمندروں کی کارخانوں کو اور نیز کلوں کی ذریعہ تمام عمارتوں عظیم الشان کے کارخانوں کو انمیں کسقدر دجاجلہ شیاطین کام کر رہے ہیں اغلب ہے کہ سلیمان اول کیوقت میں اور نیز کسی دوسرے وقت میں بھی تاریخ اسکا پتہ نہیں دیتی ہے پس یہ کیسی وجہ مناسبت کی ہے۔ کیونکہ فتح الباری وغیرہ وغیرہ میں مسیح موعود کی علامات سے لکھا ہے ویخوض البحر (ای الدجال) فی یوم ثلث خوضات فلا یبلغ حقوبہ واحدی یدیہ اطول من الاخری فیمد الطویلۃ فی البحر فیبلغ قعرہ فیخرج من الحیتان مایرید۔ اگر اس پیشین گوئی کے وقوع میں کچھ شک ہو تو دیکھو سمندروں میں سفر کرکے کیسے کیسے کارخانے جہازات وغیرہ کے جاری ہورہے ہیں اور وہ فوائد سمندروں سے حاصل ہورہے ہیں جو کسی وقت میں ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہوئے تھے

وجہ ہشتم حضرت سلیمان کے لیے ایک حکم تخصیصی یہ بھی تھا کہ جو ہم نے تمکو عطا کیا ہے اُسمیں سے جس قدر چاہو کسیکو دو یا روک لو اسکا حساب تم سے کچھ نہیں ہوگا کما قال تعالیٰ ھذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب اسی طرح اس سلیمان روحانی کے لیے بھی حدیث میں وارد ہے عن جابرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان خلیفۃ یقسم المال ولا یعدہ وفی روایۃ قال یکون فی اخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا ولا یعدہ رواہ مسلم اگرچہ ہمارے نزدیک حدیث بالا میں مراد مال سے خزانہ علوم دینیہ ہے لیکن علوم دینیہ کے تقسیم کے لیے بھی اموال ظاہری کا ہونا بھی شرط ہے بلکہ نہایت ضروری ہے جیسا کہ مشہور ہے علمارا زر بدہ تا دیگر نخواہند

درّاہداں را چیزے مدہ تا رہ زاہد بمانند۔
وجہ نہم حضرت داؤد نے اولاً مسجد بیت المقدس کی بنا ڈالی اور اسکو تعمیر کیا پھر بالآخر حضرت سلیمان نے مسجد بیت المقدس کو تعمیر کیا جسکو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں اس سلیمان روحانی کی مسجد کو بھی اولاً اُن کے والد ماجد نے تعمیر کیا پھر بالآخر اسکی تعمیر خود حضرت اقدس فرما رہے ہیں اور اب یہ مسجد شان مسجد اقصیٰ کی اپنے اندر رکھتی ہے کما بثت فی محلہ۔ خصوصاً جس وقت کہ اس مسجد اقصیٰ میں جو باعتبار زمانہ کے اقصی المساجد ہے مینار طیار ہوگا اُسوقت بموجب الہام مندرجہ براہین احمدیہ کے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد۔ ایک نظارہ عجیب واسطے اعلای کلمۃ اللہ کے ہر کہ ومہ کو نظر آوے گا دذہ صبر کر کر اس کے منتظر رہو ولنعم ماقیل سہ نظر آوے گی دنیا کو ترے اسلام کی رفعت ٭ مسیحا کا بنے گا جب وہاں مینار یا اللہ ۵ پھر لطف یہ ہے کہ جسطرح حضرت سلیمان کی سلطنت ہم سال تک رہی دیکھو سلاطین اول باب ۱۱ و ۴۲ کو اور تاریخ دنیا سونٹن صاحب میں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے سنہ ۱۰۱۵ قبل مسیح سے سنہ ۹۷۵ قبل مسیح تک باوشاہت کی اُسی طرح اس مسیح کی سلطنت روحانی چالیس برس تک رہے گی جیسا کہ اُس کے الہاموں میں مذکور ہے۔
وجہ دہم حضرت سلیمان نے اللہ تعالےٰ کی جناب میں نہایت انابت سے عرض کیا تھا کہ قال ربّ اغفرلی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی انک انت الوھاب مراد ملک سے اس آیت میں ملک جسمانی معہ روحانی کے ہے کیونکہ صرف جسمانی ملک تو کوئی چیز ہی نہیں کہ ایک پر پشہ کی برابر بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کی قدر نہیں ہے۔ ہاں اس سلیمان روحانی کے لیے صرف ملک روحانی ازل سے مقدر ہو چکا ہے نہ جسمانی اور وہ ملک روحانی اسکا مصداق ہے ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی کا۔ سر اسمیں یہ ہے کہ یہ مہدی اور مسیح موعود خلافت روحانی کا خاتم الخلفاء ہے اور جو خاتم الخلفا ہوگا اُسکا مصداق ہونا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی کے لیے ضروری ہے کیونکہ خاتم الخلفا کے بعد جو کوئی خلیفہ اور امام آوے گا وہ تو اُسی کا ماتحت ہوگا اور اسی راز کیطرف اشارہ کر رہا ہے وہ الہام جو مدت سے شائع ہو چکا ہے کہ میں تجھے برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ورنہ پھر خاتم الخلفا کے کچھ معنے نہ ہونگے پس ربّ اغفرلی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی انک انت الوھاب کا

مصداق بھی یہ مسیح موعود بالضرور ہے لہذا یہ مشابہت بھی من کل الوجوہ پائی گئی اور جملہ فضائل بطفیل حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسکو مرحمت ہوے۔

تنبیہ ضروری

ملک جسمانی کے عنایت نہ ہونے میں اس سلیمان روحانی اُمت محمدیہ کے لیے یہ سر ہے کہ مؤنت اور ذمہ داری ملکداری کی انسانوں کو خواہ کیسا ہی انسان ہو کسی نہ کسی قدر اُس کے اوقات کو اشغال دنیوی میں خرچ اور صرف کر دیتی ہے اور پھر یہ مصروفی نعوذ باللہ اگر غفلت الٰہی کے ساتھ ہو تو یہ مصروفی بالآخر نقمت اور زحمت ہو جاتی ہے اور مضمون آیت انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کے مصداق رہنا کامل طور پر حاصل نہیں ہو سکتا لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی اس امر کے لیے کہ سلیمان اُمت محمدیہ کے لیے کسی طرح کی ذمہ داری ملکداری یا اسباب وسامان دنیوی کی طیاری میں اُسکا کوئی تعلق نہ ہو اور جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے کہ انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار یہ سلیمان وقت اسکا پورا مصداق رہے۔ ہاں یہ ظرف عالی اُسی خاتم النبیین اور سید المرسلین کا تھا جو باوجود ملک داری کے ما زاغ البصر وما طغی کے مصداق رہے اور آیت وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی کے آخر میں جو انک انت الوھاب ہے وہ بھی ایک اشارہ لطیفہ اسطرف کرتا ہے کیونکہ وھّاب صیغہ مبالغہ ہے معنی اُس کے ہیں انتہا درجہ کا بخشنے والا اور بڑا داتا دینے والا سو اس ہم کے لائیکا مطلب حضرت سلیمان کی دعا کے آخر میں یہ ہے کہ مجھکو تو تو نے ایسا ملک جو لا ینبغی لاحد من بعدی کا مصداق ہو عطا فرمایا ہے مگر اُس کے ساتھ ذمہ داری ملک داری اور مؤنت تمام سامان واسباب دنیوی کے سر سے متعلق ہے لیکن تیری ذات پاک بصفت وہاب متصف ہے لہذا تو بغیر اس مؤنت اور ذمہ داری کے بھی یہ تمام سامان واسباب عیش وآرام بتقضائے صفت وہابی دے سکتا ہے چنانچہ اس سلیمان اُمت محمدیہ کے عہد میں ایسا ہی کچھہ واقع ہو رہا ہے کہ تمام برکات دنیوی وسامان عیش وآرام کے شیاطین دجاجلہ طیار کر رہے ہیں اور اصل منافع اُن کے اس سلیمان وقت اور اُسکی جماعت کو بغیر مؤنت کے حاصل ہوتے ہیں اور اُسپر مزید یہ ہے کہ اُن پر کوئی مواخذہ اور باز پرس ان کی مؤنت کے نہیں ہے تاکہ مضمون ھذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب کا بھی یہاں پر بوضوح تمام صادق ہو جاوے۔

اگر سوال کیا جاوے کہ مخالفین بھی اس سلیمان کے شریک ان تمام منافع اور برکات

دنیوی میں ہیں پھر تخصیص اس سلیمان کی کیونکر ہو سکتی ہے تو جواب اس کا سابق میں گذر چکا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر نعمتیں دنیا کی اور فوائد اور اسباب عیش و آرام اس جہان کے اگر توحید الٰہی کی غفلت کے ساتھ ہوں اور اُنکو واسطے تبلیغ دین اسلام اور بجا آوری احکام خیر الانام کے لیے نہ برتا جاوے تو یہ ایک قسم کا ابتلا ہے جو بالآخر موجب عذاب الٰہی اور سبب دخول جہنم کا ہو جاتا ہے جیساکہ آیت قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ + اس مسئلہ کو بصراحت بیان فرما رہی ہے پس مخالفین کے حق میں یہ نعمتیں برائے چند ہے اور برلئے نام ہی ہیں کیونکہ وہ تو انھیں دجاجلہ شیاطین کے مذہب کی تائید کر رہے ہیں جو مخالفین اسلام ہیں صرف فرق اسقدر ہے کہ یہ دجاجلہ تو حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور مخالفین اندرونی حضرت عیسیٰ کو زندہ مانکر صفات الوہیت میں اللہ تعالے کا شریک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ الآن کما کان ولا یزول ولا یحول وغیرہ وغیرہ آگے رہا چندہ فراہم کرنے اور اُس کے لینے کا اعتراض جو بسبب حسد اور عداوت کے کیا گیا ہے سو ذرا بابو صاحب متنبہ ہوں کہ اصل تمام خزائن ملوک کے بھی چندوں سے ہی ہے اور تمام مرسلین و مامورین کی جو ضرورتیں دینی پوری ہوئیں وہ بھی چندوں ہی سے ہوئیں قال اللہ تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بہا۔ ایضاً قال تعالے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون + وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ التی تلوتھا علیک من قبل فتذکر ولا تکن من الغافلین +

قولہ صفحہ ۱۰۴۔ مرزا صاحب کا کسی سلسلہ میں داخل نہ ہونا سنۃ اللہ کے خلاف ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تعلیم و تعلم کے سلسلہ سے مستثنیٰ نہیں جبرئیل کی تعلیم اقرأ باسم ربك الذی خلق کو دیکھو الی آخرہ۔ **اقول** یہ سلسلہ تعلیم تو یہاں پر بھی موجود ہے دیکھو الہام مندرجہ براہین کو فتبارك من علم و تعلم ایضاً سہ دگر اُستاد را نامے ندانم ﷺ کہ خواندم در دبستان محمد ﷺ اس تعلیم روحانی کی نسبت اللہ تعالے خود فرماتا ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم اور چونکہ یہ تعلیم روحانی ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی ہے اسو اسطے اللہ تبارک و تعالے فرماتے ہیں ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اھ اس وسواس کا جواب مفصلاً پہلے بھی گذر چکا ہے فتذکر۔

قولہ صفحہ ۱۰۴ تحت فصل ۱۱۔ یہ مسئلہ (کہ بوقت بعثت امام الزمان کے جور وبا، صادقہ

ویا الہام اوروں کو ہوتا ہے وہ درحقیقت امام الزمان کے ہی طفیل سے ہوتا ہے) مرزا صاحب کا ہی تراشیدہ مسئلہ ہے دلیں - یعنی کتاب وسنۃ سے ثابت نہیں ہے **الجواب** اس فصل میں بابو صاحب نے اسبات پر بڑا زور دیا ہے کہ امام الزمان کے وقت میں دوسروں کو کرامات الہام اور کشوف کا ہونا کچھ ضرورت ہی نہیں بلکہ امام الزمان کے وقت میں دوسروں پر دروازہ کرامات والہام اور کشوف وغیرہ کا بند ہو جانا ضروری ہے اور اسکی تائید میں عبارت مدارج السالکین اور فرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کی نقل کی ہے اور دلیل عقلی بھی اس اپنے مسئلہ پر یہ بیان کی ہے کہ ہوتی آفتاب کے ستاروں اور چراغوں کے کیا ضرورت ہے اور اسی لیے صحابہ کرام سے کرامات اور الہامات وکشوف وغیرہ صادر نہیں ہوئے وکذا وکذا لہذا یہ مسئلہ مرزا صاحب کا محض انھیں کا تراشیدہ ہے - **اقول** اے ناظرین اول تو بابو صاحب کا اقرار مندرجہ صفحہ ۴۰ سطر ۱۴ یاد رکھو اور وہ یہ ہے (امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کے ساتھ مشابہت ومناسبت تامہ رکھتا ہے اور یہ مسئلہ عند العقل اور عند المسلمین مسلم ہے انتہی) اور ثانیاً یہ آیات ذیل بھی ذہن نشین کرلو قال اللہ تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجہم من الظلمٰت الی النور باذنہ ویہدیہم الی صراط مستقیم ۶پ ایضاً قال تعالیٰ لقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ - ان آیات سے ثابت ہے کہ امام الزمان کا فرض منصبی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کر دیتا ہے تو پھر اس کے کیا معنے کہ متبعین امام الزمان نور الہام وکشوف وغیرہ سے بالکل محروم رہیں پھر آپ کا یہ حملہ کہ صحابہ کرام کو الہامات اور کشوف وغیرہ حاصل نہیں تھے صرف صحابہ ہی پر حملہ نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اور قرآن مجید پر بھی ہے کیونکہ اندریں صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض منصبی جو یخرجہم من الظلمات الی النور ہے ادا نہیں کیا اور پھر بحکم آنکہ دروغگو را حافظہ نباشد آپ خود صفحہ ۴۵ سطر ۱۸ عصا موسیٰ میں اقرار کرتے ہیں کہ معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایکہزار کے تو شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے ہیں اور اسی طرح آپکے صحابہ اور تابعین وغیرہ سائر الصالحین کی کرامات تو بہت ہی کثرت سے ہیں جنمیں سے چند ذیل میں درج ہیں اسجگہ پر الہامات وکشوف بھی کثرت سے مذکور ہیں انتہی اب فرمایئے کہ یہ آپ کا مسئلہ تراشیدہ مسئلہ ہے یا حضرت اقدس کا مسئلہ تراشیدہ ہے بینوا توجروا ۱۵ اور جبکہ امام الزمانکو

بابو صاحب آفتاب تسلیم کر چکے ہیں تو بابو صاحب پر لازم ہے کہ کل غیر امام کے انوار کا طفیلی امام الزمان کے ہونا تسلیم کریں کیونکہ عالم کی کل اشیا قابلۃ النور آفتاب سے ہی منور ہوتی ہیں لاغیر ہاں یہ امر مسلم ہے کہ استفادہ انوار کا اپنی اپنی استعداد کے بموجب ہو گا دیکھو آفتاب کی شعاع کو جسقدر کہ اُس سے شیشہ آئینہ صیقل شدہ اخذ نور کرتا ہے پتھر وغیرہ منقدہ کب اخذ کر سکتا ہے چاند اور ستارے بھی اُسی کے نور سے مستفیض ہیں کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس قضیہ مسلمہ ہے ہاں ہوتے منور شمس کے اُن کا نور ماند اور ضعیف ہوتا ہے لیکن بالکل معدوم نہیں ہو جاتا کسی نہ کسی قطعہ میں بسیط الارض پر اُس کا نور معلوم ہوتا ہے اور نور چراغ چونکہ آفتاب سے مستفیض نہیں ہوتا لہذا اُنہما سباب تیل بتی وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے اور پھر بھی خطرہ سے مامون نہیں ہے اور خوف ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمات لا یبصرون کا ہر وقت اسکو لگا ہوا ہے پس ثابت ہوا کہ بابو صاحب کا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے کہ زمانہ امامت میں دوسروں پر نور الہامات وغیرہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یا غیر امام الزمان کے انوار امام الزمان کے طفیلی نہیں۔

آگے رہا صحابہ کرام کے الہامات و کشوف کا کثرت سے منقول نہ ہونا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ فی الحقیقت واقع بھی نہیں ہوئے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ باوجود نور آفتاب نبوۃ کے اُن کے منقول و ماثور ہونیکی ضرورت و حاجت نہ تھی جو کثرت کے ساتھ منقول ہوتی لہذا عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہو سکتا صحابہ کرام کے قلوب اگر منور نہ ہوتے تو اُس نور نبوۃ کو کیونکر قبول کر سکتے نور آفتاب کے ادراک کی لیے تو نور بصر ضروری ہوتا ہے ولنعم ماقیل سے چشم روشن بے خور تاباں کہ دید ۔ ایں چنیں چشمے خدا کے آفرید۔ اور بابو صاحب کا یہ کہنا کہ دروازہ الہامات کے بند ہونے کی ضرورت بوقت امامت امام الزمان اسواسطے ہے کہ کوئی نادان مقام امامت کا مدعی نہ ہو اور نوبت نزاع و مخالفت کی نہ پہونچے یہ ایک عجیب بیہودہ استدلال ہے جو بابو صاحب کے خود اقرار و مسلمات کو رد کر رہا ہے کیونکہ جبکہ بابو صاحب نے وجود امام کو مثل آفتاب کے تسلیم کر لیا تو پھر اب غیر امام الزمان کے کس کی مجال ہے جو اپنے نور کے لیے بالذات ہونے کا دعوی کرے گا اور پھر وہ اپنے دعوے میں کامیاب بھی ہو جاوے گا ہاں یہ سنۃ اللہ ضرور ہے کہ بوقت بعثت مامورین کے جو مثل موسم برسات کے اُن کا زمانہ ہوتا ہے مزبلہ بھی زبان حال سے کہہ اُٹھتا ہے کہ میں بھی مثل گلزار ابر بہار کے سبزہ زار اور شاداب ہوں لیکن باایں ہمہ موسم برسات میں اُسکا تعفن اور ترقی پکڑ جاتا ہے اور ہزاروں کیڑے نجاست کے اسمیں اور زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں پس کجا

گلزار پر بہار کی سبزہ زاری و گلزاری اور کجا اُس مزبلہ کی سبزہ کاری۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا اللہ تعالے نے جو اس اپنی سنت کو سلسلہ روحانی میں موافق اسی سلسلہ جسمانی کے جاری رکھا ہے اُس سے مقصود صرف تمیز اور تمحیص ہے درمیان مخلصین اور منافقین کے کما قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔

قولہ بابو صاحب کو مرزا صاحب کے دعوے امامت سے پہلے ہی سلسلہ الہامات کا شروع ہو گیا ہے پھر مرزا صاحب کے کیونکر طفیلی ہو گئے۔ **اقول** بھلا یہ دعوی آپ کا بلا ثبوت اول تو تسلیم کون کرے گا ورنہ آپ کوئی الہام اپنا شائع شدہ قبل از دعوی حضرت اقدس دکھاویں پھر اگر کوئی نادان تسلیم بھی کر لے تو وہ مثل آپ کے حسب اقرار آپ کے شیخ چلی قرار پاوے گا کیونکہ آپ تو خود اپنے الہاموں کو ذخیرہ شکیات یا ظنیات کا کہتے ہیں اور ہم نے تو معتبر ذرائع سے معلوم کر لیا ہے کہ آپ کے پیر بھی اپنے الہاموں کو خیالات نفسانی سے بڑھ کر رتبہ نہ دیتے تھے اگر یہ بات سچ ہے اور ضرور سچ ہے کیونکہ آپ بھی اپنے الہاموں کو شکیات یا ظنیات سے بڑھ کر نہیں مانتے پھر فرمایئے کہ ؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند، کے مصداق آپ کے الہامات ہوے یا نہ ہوے بینوا توجروا۔ پس الہامات وہی یقینی اور قطعی ہوتے ہیں جو مؤید بشہادات الہٰیہ ہیں کہ مسیح موعود کے الہامات۔

قولہ صنے۱ اور کیا امام الزمان کے نور کے پرتوہ سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہوا کرتے ہیں۔ الخ **اقول** افسوس ہے کہ قطع نظر دیگر علوم شرعیہ کے بابو صاحب کو اشعار گلستاں کی بھی یاد نہ رہی۔ شعر اگر نور آفتاب نخواہد رونق بازار آفتاب نکاہد

ایضاً سہ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ؛ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس +

بابو صاحب آیات ذیل میں بھی کچھ تدبر فرمایئے تب آپکو حقیقت الحال سے وقوف ہو جائیگا مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق یجعلون اصابعھم فی اذانھم من الصواعق حذر الموت واللہ محیط بالکفرین۔

قولہ صنے۱ تحت فصل ۱۲۔ اس فصل میں بابو صاحب نے چند وساوس درج کیے ہیں وسوسہ **اوّل** مرزا صاحب نے خادمان قرآن مجید و احادیث رسول مقبول صلعم پر سب وشتم ولعن طعن کیا ہے حالانکہ امام الزمان کے ساتھ ایسے ہی انوار نازل ہوا کرتے ہیں۔ الخ

اقول یہ امر ہر اہل بصیرت پر ظاہر ہے کہ ان سب فرقوں کے مولویوں کی طرف سے ہی ابتداء تکفیر و تضلیل و سب و شتم ہوئی ہے اور بناء اختلاف صرف یہ ہے کہ حضرت امام الزمان بحکم نصوص قرآنیہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وغیرہ کے حضرت عیسیٰ کو متوفی مانتے ہیں جس سے مذہب عیسائی بھی رد ہوتا ہے اور یہ تمام فرقے حضرت عیسیٰ کو صفات مختصہ الوہیت میں شریک کر رہے ہیں یعنی زندہ بجسدہ العنصری دوسرے یا چوتھے آسمان پر بصفت الآن کما کان اور لایزول و لایحول موصوف اعتقاد کر رہے ہیں اور دین باطل عیسائیوں کی تائید میں بہمہ تن مصروف ہو کر انواع انواع کے سب اور شتم جن کے نقل کرنے سے بھی ہمکو شرم آتی ہے حضرت اقدس کے بارہ میں شائع کر رہے ہیں پھر جبکہ یہ لوگ سب اور شتم وغیرہ میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تو پھر کیا قوت غیرت انسانیکی جو اُس غیور مطلق نے ہر ایک انسان کی فطرت میں رکھی ہے وہ تقاضا نہیں کرتی کہ ان کی ذب اور دفع کیلیے بحکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم کے اگر کبھی صد درجہ کمی کیساتھ کچھ لکھا جاوے تو فرمایئے ہمیں کیا محذور شرعی لازم آتا ہے بلکہ یہ تو مامور بہ ہے۔ اور بجا آوری مامور بہ کے لیے ادنی درجہ یہ ہے کہ استحباب سے خالی نہ ہووے چہ جائیکہ ممنوع ہو اور پھر اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو ثابت ہو کہ یہ زجر و توبیخ جو حضرت اقدس کیطرف سے واقع ہوئی وہ تو بطور پاداش ان اشرار کے اسطرح پر واقع ہوئی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں واپس کرنا کہہ سکتے ہیں ولنعم ما قیل ؎ اینچنان کو ہست و فعل ماندا ✤ باز می آید ندا ہا را صداہ مدافعت تو ہر ایک قانون اور مذہب میں ضروری ہے۔

قولہ گروہ کثیر علماء کیطرف سے مخالف مرزا صاحب کی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اگرچہ مرزا صاحب کی طرف سے بھی کچھ کوتاہی اس باب میں نہیں ہوئی البتہ یہ انتشار روحانیت کا ہوا ہے انتہی ملخصاً۔ **اقول** ؎ مہ فشاند نور و سگ عوعو کند ✤ ہر کسے بر خلقت خود می تند ✤ ادھر سے تو حقائق اور معارف قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا جاتا اور مخالفین کیطرف سے بجز سب و شتم کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا دکل یعمل علی شاکلتہ متعدد مستعد مصنفین کو دیکھا گیا کہ صرف مخالفین کے رسائل کے دیکھنے ہی سے اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کیونکہ مخالفین کے رسائل میں کوئی حقیقت یا روحانیت نہیں پائی گئی

قولہ صفحہ۱۔ جب کہ بقول مرزا صاحب کے کوئی زمانہ سلسلہ الہام سے خالی نہیں رہا پھر امام الزمان کی تخصیص سابقہ انتشار روحانیت اور نورانیت کے کیوں ہے۔

اقول حسب تقاضائے وقت کے امام بھی تو ہر یک صدی میں گذرا ہے ہر ایک صدی میں

جو انتشار روحانیت اور نورانیت کا ہوا وہ اُس کا طفیلی تھا یاد کرو حدیث مجدد کی ماں لیام
چونکہ مہدی اور مسیح موعود اور خاتم الخلفا بھی ہے اسکی روحانیت اور نورانیت بحکم
یواطے اسمہ اسمی کے عالمگیر ہے اور جب کہ شیخ عبد اللہ صاحب اپنے الہامات کو
مرتبہ ظنّیات اور شکیات سے زیادہ رتبہ نہیں دیتے تھے جیساکہ آپ بھی اس کے مقر ہیں
تو پھر اُن کے الہامات کا ذکر کرنا بمقابلہ الہامات اس خاتم الخلفا کے محض بیہودہ ہے
جو مدعی سُست گواہ چسُت کا سا معاملہ ہے اور ظہور دعوی سے پہلے الہامات کا
شروع ہو جانا آپ کے لیے محض دعوی بے ثبوت ہے بلکہ ہم نے تو ثابت کر دیا ہے کہ
آپ کے اکثر الہامات بھی براہین احمدیہ سے بطور استراق السمع کے واقع ہوئے ہیں
وللاکثر حکم الکل اور جو الہامات آپ کے خارج از براہین ہیں وہ محض غلط
در غلط ہیں اور فرض کیا کہ کسی کے الہامات ظہور دعوی سے قبل کے ہوں مگر وجود مدعی
صادق سے تو قبل کے نہیں ہیں اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ جسوقت کوئی ایسا عظیم الشان
مامور من اللہ پیدا ہوتا ہے اُسکی ابتدائے پیدائش کے وقت سے ہی سلسلہ روحانی میں
انقلاب شروع ہو جاتا ہے دیکھو جب موسم برشگال آنیکو ہوتا ہے تو قبل بارش
ہونے کے ہی ہوا میں تغیر یبوست سے طرف رطوبت کے پیدا ہو جاتا ہے یہیں وجہ
مولوی عبد اللہ صاحب نے قبل ظہور دعوے کے ہی نور آسمان سے قادیان کیطرف
نازل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور پھر نظر کرو سلسلہ نوری عالم جسمانی پر کہ قبل طلوع
آفتاب کے ہی دو صبح نمودار ہوتی ہیں ایک کاذب اور دوسری صادق جسمیں کل
آفاق میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اس مسئلہ کیطرف آیت وکانوا من قبل
یستفتحون علی الذین کفروا بھی ایک اشارہ لطیفہ فرما رہی ہے۔

قولہ صـ۱۲۱ - مرزا صاحب کے کلام میں تناقض ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس اُمت محمدیہ
میں کروڑوں خواب بیں اور ملہم ہوتے آئے ہیں اور پھر کبھی کہتے ہیں کہ سچی خواب
اور الہام امام الزمان کے ہی نور کا پرتو ہے **اقول** بابو صاحب نے تناقض کا مسئلہ
ایسا سمجھا ہے کہ کسی منطقی کے خیال میں بھی نہیں آیا کیا آپ کو بابو صاحب نہیں دیکھتے
ہیں کہ کروڑوں ستارے آسمان پر دکھائی دیتے ہیں پھر بھی علم نظام شمسی کا یہی کہہ رہا ہے
کہ ان سب ستاروں کا نور آفتاب سے ہی مستفاد ہے پس آفتاب کے مضفیض ہوتے ہیں
اور کروڑوں ستاروں کے مستفیض ہونے میں کیا تناقض اور تضاد ہے ہاں اگر ہمارا یہ دعوی
ہوتا کہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی امام الزمان آج تک نہیں ہوا اور صرف

حضرت مسیح موعود ہی اس چودھویں صدی میں ایک امام زمان بعد وفات حضرۃ خاتم النبین کے ہوے ہیں تو یہ اعتراض بابو صاحب کا قابل التفات کے ہوتا لیکن ہم یہ کب کہتے ہیں ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ ہر قرن میں کوئی نہ کوئی ماموریت اللہ امام زمان اس امت محمدیہ میں ہوتا چلا آیا ہے ہاں یہ امام الزمان اکمل الخلفا ہے تو پھر معہذا ایسی شکوک کا پیدا کرنا کیسا مشعر بخل و عناد کا ہے۔

قوله منذ تفقہ دینی ہی ہمیشہ اس امت میں رہا ہے ہاں آجکل اسکا اسطرف قحط ہو گیا ہے **اقول** یہی قحط تو موجب ظہور اس مہدی معہود اور مسیح موعود کا ہے جو حکم ہو کر آیا ہے اور مصداق ہے **لو کان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من فارس** کا۔

قوله منذ ۔ اعتراض نمبر ۸ کا خلاصہ یہ ہے کہ باوجودیکہ شریعت اسلام میں حج ایک رکن عظیم ارکان اسلام سے ہے مرزا صاحب اور ان کے مریدین آسودہ حال کو حج کا کبھی خیال بھی نہیں آتا اور شیخ عبداللہ صاحب کی صحبت کا اثر ان کے مریدین پر ایسا تیز اور برقی اثر تھا کہ اکثر ان کے حج کر آئے اور نوافل اور تہجد وغیرہ کے وہ سب عادی تھے اور ہیں **اقول** سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر**۔ معترض سے اولاً یہ امر دریافت طلب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسوقت حج کیا تھا جواب اس کا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آخر بعثت میں جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں علی ہذا القیاس خلفا نے بھی بالآخر ہی حج کیا پس اس امام کا حج بھی اُسی شان سے ہو گا کیونکہ یہ امام بروز ہے آنحضرت صلعم کا اور مصداق ہے **یواطی اسمہ اسمی** کا لہذا اُس کا ارادہ حج بھی بعد فراغ کسر صلیب اور قتل دجال کے ہی ہونا چاہیے۔ ثانیاً یہ گذارش ہے کہ جو آیت آپ نے خود لکھی ہے اُسمیں شرط **من استطاع الیہ سبیلا**۔ کے موجود ہے یا نہیں جواب یہی ہو گا کہ موجود ہے اندریں صورت جبکہ اس امام کو بسبب شرور مخالفین کے استطاعت سبیل نہیں ہے تو پھر حج کیونکر فرض ہو گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تو حج اُسی وقت کیا تھا کہ جب شرور مخالفین سے امن ہو گیا تھا اسی طرح یہ بروز محمدی اُسوقت ارادہ حج کرے گا جس وقت شرور مخالفین سے امن حاصل ہو جاوے گا ثالثاً یہ عرض ہے کہ فرضیت حج کی فوری کہاں ہے جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے در صورتیکہ فرضیت اس کی فوری نہیں ہے تو باوجود موجود ہونے شرائط حج کے بھی

یہ اعتراض کیونکر ہو سکتا ہے کہ علی الفور حج کیوں نہیں کیا۔ رابعاً آپ نے جو حدیث لکھی ہے اُس میں بھی موانع حج میں سے کسی قسم کی حاجت ظاہری اور بادشاہ جابر اور مرض حابس کو موانع حج سے قرار دیا ہے اول آپ نے ثابت کیا ہوتا کہ حضرت اقدس کو کسی قسم کا مرض بھی نہیں لاحق ہے اور کوئی سلطان جابر یعنی شریف وغیرہ بھی ضرر رساں نہیں ہو دینگے اور کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں موجود ہے جو حج کے موانع میں سے ہو وغیرہ ذٰلک تب اعتراض کیا ہوتا علی ہذا القیاس اس قسم کا اعتراض متعلق ذاتیات کے کسی شخص پر جو جماعت احمدیہ میں سے ہو آپ نہیں کر سکتے جبتک کہ تمام عوارض اور لواحق انسانی کا آپکو پورا پورا علم حاصل نہ ہو اور جو جو بد اعمالیاں اور بد اقوالیاں آپ کے پیر صاحب کے مریدین کی ہمیشہ ظاہر ہوتی ہیں اُنکو ہم اسجگہ پر اسواسطے نہیں لکھینگے کہ لا تذکروا موتاکم الا بخیر وارد ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول اور حضرت اقدس کے سلسلہ میں تو جو کوئی بڑے سے بڑا فاسق فاجر بھی داخل ہوتا ہے وہی مومن متقی پرہیزگار ہو جاتا ہے ہاں چونکہ اس سلسلہ الٰہیہ میں توجہ طرف حصول معارف دینیہ قرآنیہ اور حقائق یقینیہ فرقانیہ کے زیادہ تر ہے تا کہ تمام مخالفین اسلام کو حجج بینہ سے ہلاک کیا جاوے چنانچہ جس جس بستی میں اس جماعت کا کوئی آدمی ہے مخالفین اسلام کی مجال نہیں کہ اُس سے مقابلہ کر سکے تمام مذاہب باطلہ معرض ہلاکت میں آ گئے ہیں کما قال تعالےٰ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ بلکہ اس جماعت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بڑے بڑے فلاسفروں پر غالب آ جاتا ہے تا کہ پیشین گوئی لیظہرہ علی الدین کلہ پورے طور پر حاصل ہو اسی لیے تمام مفسرین اس پیشین گوئی کو مخصوص ساتھہ زمانہ مسیح موعود کے گردانتے ہیں۔

قولہ ص۱۰۱۔ نمبر ۴ میں بابو صاحب نے بغیۃ المرتاد ابن تیمیہ سے قصہ ابن ہود دمشقی کا لکھا ہے جس کے مرید اُسکو مسیح ابن مریم موعود خیال کرتے تھے اور ابن تیمیہ نے دلائل کتاب و سنت سے اُنکو ساکت کیا و کذا و کذا۔ غرض بابو صاحب کی اس قصہ کے لکھنے سے شاید یہ ہوگی کہ جسطرح سے ابن ہود کا مسیح موعود ہونا باطل تھا اسیطرح پر حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا جھوٹھہ ہے مگر یہ خیال بابو صاحب کا بچند وجوہ سراسر باطل ہے اولاً آنکہ ابن ہود نے خود دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اُس کے مریدین نے بحکم آنکہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند اُسکو مسیح موعود خیال کیا تھا جو بالکل غلط اور باطل تھا کیونکہ مسیح موعود کے آثار اُسوقت اور نیز اُسمیں کچھ بھی موجود نہیں تھے پس کاذب مسیح کے بطلان سے صادق مسیح کا بطلان کیونکر ہو سکتا ہے اور اسی لیے ابن تیمیہ اُنپر غالب آئے۔ ثانیاً آنکہ اگر وہ خود بھی دعویٰ کرتا تو سرتا پا غلط تھا کیونکہ جو آثار اور علامات اور لوازم مسیح موعود کے کتاب

اللہ اور سنت صحیحہ میں وارد ہیں وہ اُس زمانہ میں کب موجود تھے اور جبتک کہ آثار وعلامات ولوازم کسی
شے کے موجود نہوں تب تک کیونکر وجود اُس کا متحقق ہوسکتا ہے کہ الشیٔ اذا ثبت ثبت
بلوازمہ قضیہ مسلمہ ہے پس اُس کا دعوی بیوقت سراسر باطل تھا لیکن جبکہ تمام آثار وعلامات
ولوازم کسی شے کے موجود ہو جاویں تب بھی اُسکا انکار وتکذیب کیے جانا موجب الحاد وزندقہ کا ہے
بلکہ ایک سفسطہ محض ہے دھوپ کو دیکھکر آفتاب کے وجود میں کسکو شک ہوتا ہے اور جب دھواں
دیکھا جاتا ہے تو آگ کے وجود پر کیا ایک دلیل نہیں ہوجاتا اور جب خوشبو سونگھی جاتی ہے تو عطر
کا موجود ہونا معلوم ہو ہی جاتا ہے کسی کی آواز خاص جب سُنتے ہیں تو اُس کے وجود پر یقین ہوجاتا
ہے اور تامل نہیں رہتا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ تمام استدلالات انی استدلال ہیں اگر یہ انی استدلال
محل تامل ہوا کریں تو پھر خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھکر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی رسالت جو آپ کے آثار باقیہ دیکھکر سمجھی جاتی ہے سب محل تامل ہو جاویں بلکہ سلسلہ علم
تمام معلومات کا ہی دنیا سے گم ہو جاوے نہ آثار ذکاوت سے کسی کی ذکاوت معلوم ہوسکے اور نہ
کسیکی غباوت سے اُسکا غبی ہونا اور نہ کسیکی سخاوت سے اُسکا سخی کا ہونا معلوم ہوسکے اور نہ کسیکا بخیل
ہونا اور نہ کسی کا جبان یا شجاع ہونا اُن کے آثار سے معلوم ہوسکے اور سب محل تامل میں ہو جاویں
کلا وحاشا ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدی کا راس بھی موجود ہے اور ایک مدعی بھی موافق حلیہ مسیح
موعود کے موجود ہے نشانات آسمانی اور زمینی بھی اُس کے وجود پر دلالت کر رہے ہیں کما مر سابقاً
صدہا خوارق بھی اُسمیں پائے جاتے ہیں اخلاق حمیدہ بھی اُس کے ایسے دیکھتے ہیں کہ یواطی اسمہ اسمی
کے مصداق ہیں دعوۃ الی دین الاسلام اُس کے ہاتھ سے شرق اور غرب شمال وجنوب دنیا میں پہنچگئی اور پہنچ
رہی ہے کسر صلیب جو اُسکا بڑا فرض منصب تہا وہ بہی ہوگیا اور ہوتا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ جسپر کتابیں حضرت
اقدس کی شواہد بینہ ہیں غرضکہ تمام لوازم اور آثار وعلامات جو مسیح موعود کے لیے احادیث صحیح یا قرآن مجید میں
آئے تھے وہ سب مشاہد ہو چکے اور جب فتن دجالیہ کیطرف نظر کیجاتی ہے تو وہ شمار میں نہیں آسکتے اور چار دانگ
عالم میں پھیلے ہوئے ہیں کوئی بستی اُنسے خالی نہیں پس اُن سبکو اگر جمع کیا جاوے تو بمنزلہ ایک خاصہ منطقی
کے سمجھے جاتے ہیں جو اپنے معرف تعیین پر دلالت صریحہ کرتا ہے اگر باوجود موجود ہونے ایسے معرف بکسر را کے
اب بہی کوئی شخص ایسے مدعی صادق کو تسلیم نہ کرے تو پھر وہ تمام سلسلہ علم معلومات سے ہی دست بردار ہو جاوے
اور کیا بعید ہے کہ وہ خدا کی خدائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ہی انکار کر بیٹھے۔ مولوی
رحمت اللہ صاحب وغیرہ میں یہ سب آثار اور علامات جو بمنزلہ خاصہ منطقی کے مسیح موعود کے لیے معرف ہیں
کب موجود تھے ہم یہ کب کہتے ہیں کہ اس اُمت میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اُس میں کوئی فضیلت عامہ بطور
عرض عام کے نہ پائی جاوے ہمتو یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ آثار وعلامات ولوازم مسیح موعود کا مجموعہ کسی میں

موجود نہیں تھا بلکہ یہ فضلاء و علماء از قسم ابوبکر خیمہ اور ان ناص کے تھے واسطے اس مسیح موعود کے اور سرسید وغیرہ کو جو آپ نے عمدہ مناظرین سے لکھا ہے یہ آپ کے تبحر و اقفیت پر دلیل ہے سرسید نے کونسا مناظرہ کیا اور کہاں کیا بلکہ وہ تو فلسفہ جدیدہ سے ایسے مغلوب ہو گئے تھے کہ اہم مسائل اسلام کا بھی انکار کر دیا بلکہ مرض الموت میں تو تثلیث کے قائلین کو بھی ناجی کہہ دیا واللہ حسیبہ اور آجکل تو دہریت کا وہ غلبہ ہے کہ مناظرہ کیسا ہی باحجت ہو بغیر خوارق اور نشانات الٰہیہ کے مفید ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مضر پڑجاتا ہے اور تعصب و عناد کو اور بڑھا دیتا ہے۔ مگر دیکھو اس امام کے مناظرات کو جو آتھم سے ہوا اور لیکھرام اور دیانند سرستی غلام دستگیر قصوری وغیرہم سے کیسے نشانات الٰہیہ کے ساتھ واقع ہوا اور اس وقت میں ایسے ہی مناظرہ یا خوارق کی ضرورت تھی

قولہ ضلا مرزا صاحب کے مباحثہ امرتسر کے بعد خود اُن کے مرید مرتد ہو کر دوسری طرف شامل ہو گئے **اقول** اس مباحثہ کے بعد تو ہزاروں آدمی داخل سلسلہ الٰہیہ ہو گئے جسکی نوبت اب پچاس ہزار یا اس سے زیادہ تک پہونچی ہوئی ہے اگر ایک دو شخص مرتد ہو گئے جو وہ بھی درصل بیعت کرنے والوں میں سے نہیں تھے اور آپ کی طرح منافقانہ حسن ظن رکھتے تھے مرتد ہو گئے تو اس سے کیا محذور لازم آیا قال اللہ تعالیٰ یضل بہ کثیراً و یہدی بہ کثیراً و ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولٰئک ہم الخاسرون۔

قولہ کشف الغطا میں مباحثات کی کچھ اور ہی غرض بیان کی گئی ہے۔ **اقول** غرض صرف یہی ہے کہ احکام قرآن مجید کی تعمیل اور فرماں برداری ہو اور شاہنشاہان دنیا کو تبلیغ اسلام کی جاوے اور خیالات غلط مسلمانوں کے دور کیے جاویں جو اپنی گورنمنٹ محسن کے ساتھ خیرخواہی باخلاص سے پیش نہیں آتے سوا اس کے اور کیا غرض ہے آپ بیان فرماویں۔

قولہ صلاا وقت خطبہ کے مرید مرزا صاحب کے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ تہذیب حاصل کی ہے **اقول** حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب برابر نہیں تھے پھر اگر سو مرید میں سے ایک دو شخص مہذب نہوں تو حضرت اقدس پر اعتراض کرنا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر معترض ہونا ہے اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ جماعت حاضرین جمعہ کی تلاوت قرآن مجید و درود کی کرتی رہتی ہے

قولہ مولوی نورالدین صاحب وغیرہ امام حسین کے بارہ میں الفاظ گستاخانہ کہا کرتے ہیں بلکہ خط سنہ ۱۸۹۹ء میں امام ہمام پر مخالفت کتاب اللہ اور حدیث کا طعن کیا ہے وکذا وکذا **اقول** معترض صاحب کی غرض اس اعتراض سے یہ ہے کہ چونکہ اکثر عوام اہل سنت و اہل شیعہ نے حضرت امام ہمام حسین علیہ السلام کو حاجت روا اور معصوم عن الخطا بلکہ معبود قرار دے رکھا ہے

لہذا اس ہماری نکتہ چینی سے عوام کالانعام پر بڑا اثر پڑے گا اور انکو اشتعال پیدا ہوگا مگر گذارش یہ ہے کہ اگر مولانا نورالدین صاحب نے دربارہ روانہ ہونے حضرت امام حسینؓ کے خطا واقع ہوجانا کہا یا لکھا ہو تو اسمیں گستاخی اور بے ادبی کیا ہوئی اس قسم کی خطا چوک خود آنحضرتؐ بلکہ دیگر ابنیا سے واقع ہوگئی ہے کما قال اللہ تعالےٰ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء یہیں وجہ بعض جہاد ومیں اولوالعزم صحابہ کرام سے سوء تدبیر اور چوک واقع ہوگئی اور بالآخر شکست اُسکا نتیجہ ہوا دور نہ جاؤ دیکھو قصہ حدیبیہ کو جسکو تم خود لکھ چکے ہو علی ہذا القیاس حضرت امام ہمام علیہ السلام کا سفر اگر بمشورہ صحابہ کرام کے واقع ہوتا اور اس سفر میں جو سوء تدبیر واقع ہوئی وہ واقع نہ ہوتی تو پھر یہ مصائب جو وارد ہوئے کیوں واقع ہوتے۔ اور فضائل اور مناقب امام کا کون منکر ہے جو آپ نے احادیث مناقب لکھکر اپنا محدث ہونا ظاہر کیا ہی اور بہ تقاضائے بشریت کے مقابلہ خصم میں کسی سوء تدبیر کا واقع ہوجانا منافی مناقب اور فضائل کسی امام کے کیونکر ہوسکتا ہے پھر دیکھو خود تم نے مولانا صاحب کا آخری فقرہ یہ بھی نقل کیا ہے (مگر اتنا ہم کہتے ہیں کہ امام حسین کو آخر نصرت ملی اور یزید ناکام ہوا) اور پھر گذارش یہ ہے کہ یہ چوک یا سوء تدبیر اور خطائے اجتہادی یا تو حضرت ابن عباس وعبداللہ ابن الزبیر وغیرہم کیطرف منسوب کی جاوے گی کیونکہ یہ صحابہ کرام حضرت امام ہمام کو اس سفر سے مانع تھے اور یا حضرت امامؓ کیطرف نسبت کی جاویگی از احدی البلیتین چارہ نہیں ہے مگر چونکہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام کو ہی اس سفر کے بارہ میں سوء تدبیری واقع ہوگئی کیونکہ نتیجہ اُسکا شکست واقع ہوا لہذا مولوی صاحب نے ایسا کچھ کہا یا لکھا اور چونکہ درجہ شہادت حضرت امام کو ملنے تھے لہذا یہی امر مقدر تھا وکان امر اللہ مفعولاً۔

قولہ صـ۱۱۲ مرزا صاحب کے یہاں بحث مباحثہ سے پرہیز کرنے کی تعلیم ہی نہیں۔ **اقول** جبکہ قرآن مجید کا ایک مقصد عظیم فرقہ ضالہ یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کرنا ہی تو پھر اس سے پرہیز کرنے کی تعلیم کیوں دیجاوے دیکھو فوز الکبیر میں شاہ ولی اللہ صاحب تعلیم علوم قرآنی میں لکھتے ہیں وعلم مخاصمہ با چہار فرقہ ضالہ یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین وتفریع بریں علم ذمہ متکلم ست۔ مگر حضرت اقدس کی مجالس میں صرف اسی علم قرآن کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ کل علوم پنجگانہ قرآن مجید کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے یعنی تذکرہ علم احکام علم مخاصمہ علم تذکیر بآلاء اللہ علم تذکیر بایام اللہ وعلم تذکیر بموت ومابعد آں از حشر ونشر وحساب ومیزان وجنت ونار سے حضرت اقدس کی مجلس خالی نہیں رہتی بلکہ ان کل علوم خمسہ قرآنیہ کے حقائق اور دقائق کا تذکرہ ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ حضرت اقدس کو الہام

بھی یہی ہوا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن ایضًا والخیر کلہ فی الفرقان۔ ہاں یہ
بات صحیح ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص ورد یا وظیفہ کو بغیر سمجھے ہوئے طوطہ کی
طرح نہیں پڑھتا ہے کیونکہ جابجا قرآن مجید میں تذکر اور تدبر اور خشوع اور خضوع کی تاکید
فرمائی گئی ہے اور غفلت سے ذکر کرنا مذموم قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ ولا تطع من اغفلنا
قلبہ عن ذکرنا۔ ایضًا قال تعالیٰ ولا تکن من الغافلین ایضًا قال تعالیٰ ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ و
غیر ذلک من الآیات۔ جو بابو صاحب نے مدح ذکر اللہ میں لکھی ہیں اور بابو صاحب خوب
یاد رکھیں کہ بے تذکر اور تدبر اور خشوع اور خضوع کے تمام عبادتیں ضائع ہیں اور تعلیم اسلام میں
تذکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ وارد ہوا ہے ولنعم ما قیل ؎ بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر ؎
ایچنیں تسبیح کے دارد اثر ؎ لیکن ایسا ذکر اللہ جو تدبر اور تذکر کے ساتھ ہو مخالفین کے حصہ میں
کب آیا ہے ؎ از ذکر اللہ کا رہبر او باش نیست ؎ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست ؎
اور ریل کے اسٹیشن پر جو آپکو الہام ہوا ہے وہ آپکی ہی تنبیہ کے لیے ہوا ہے کہ ؎ کلاہ خسروی
و تاج شاہی ؎ بہر کل کے سزد حاشا و کلا ؎ کیونکہ ایسا ذکر اللہ جس سے اللہ تعالیٰ کیطرف سے
خطاب ارجعی بندہ کو پہونچے بغیر وقوف کے اوپر علوم خمسہ قرآنیہ مذکورہ کے کب حاصل ہو سکتا
ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو یہ دعا تعلیم کی گئی کہ رب زدنی علما اور کلمہ حصر کے ساتھ وارد
ہوا ہے وان العلماء ہم ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم من اخذہ اخذ بحظ
وافر ومن سلک طریقا یطلب بہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ۔ ایضًا
وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وما یعقلہا الا العالمون ایضًا
وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ ایضًا ہل یستوی
الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ عن ابن عباس قال ضمنی رسول صلعم وقال
اللھم علمہ الکتاب۔ دیکھو بخاری کو القصہ ہماری جماعت میں کم و بیش علی قدر استعداد
یہ علوم و واقفیت علوم شرعیہ معہ نسبت ذکر اللہ بالخشوع والخضوع اور تفقہ فی الدین بحمد اللہ
ضرور بالضرور پائی جاتی ہے لیکن اس نسبت سے کورا پن اور صرف الفاظ پرستی اور بیہودت
مخالفین میں مشاہد ہو رہی ہے اور سب و شتم و تکفیر مومنین موحدین پر سارا دار و مدار رہتا
ہے ولیس آگے رہا مسئلہ فضیلت سو اسبارہ میں ہمارا وہی مسلک ہے جو رسول کریم صلعم فرما گئے
ہیں کہ مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ صدق اللہ سے جو آپ نے

عبارت نقل فرمائی ہے وہ منافی اس کے نہیں ہے کہ بعض مرید حضرت اقدس مرزا صاحب
کے جو مستغرق علوم یگانہ قرآنیہ کے ہیں مولوی عبد اللہ صاحب سے بہتر ہیں کیونکہ اگرچہ مولوی
عبد اللہ صاحب کو ہمنے تسلیم کیا کہ یاد آلہی ہی کرتے تھے اور متقی بھی تھے لیکن حدیث میں آچکا ہے
کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم وغیرہ وغیرہ اور آپ کا الہام کتاب
نص فیہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اگر اسکو الہام مانا جاوے
تو وہ ایسے ہی ذاکرین کے لیے ہے جنکو تجارت اور بیع و شرا اللہ تعالے کے ذکر سے غافل نکرے
اور یہ بات کسیکو حاصل نہیں ہو سکتی جبتک علوم خمسہ قرآنی کی اُسکو مزاولت نہ ہو اور تمام
شرکوں اور بدعتوں سے اجتناب نہ کرے خصوصًا وہ شرک جو مذہب عیسائی میں ہے
کہ حضرت عیسی کے لیے صفات مختصہ آلہیہ ثابت کی جاتی ہیں والحمد للہ کہ یہ علوم خمسہ قرآنی اور
اجتناب ایسے شرکوں اور بدعتوں سے سوائے جماعت احمدیہ کے دنیا میں اور کسیکو حاصل نہیں ثم الحمد للہ

قولہ صـ ۱۱۹ زمانہ مسیح موعود کو بہ نسبت دیگر زمانوں کے انتشار روحانیت اور نورانیت کے
ساتھ زیادہ تر خصوصیت کیوں ہے اور کس حدیث سے ثابت ہے۔ **اقول** دروغگورا حافظہ
نباشد مدارج السالکین سے آپ خود حدیث بھی لکھ چکے ہیں اور دلیل عقلی بھی تحریر کر چکے
ہیں دیکھو صـ ۱۰ وہی عند اقتراب الزمان (ای قرب القیامۃ) لا تکاد تخطی کما قال النبی صلعم
وذلک لبعد العھد بالنبوۃ وآثارھا فتعوض المومنون بالرؤیا واما فی زمن
قوۃ نور النبوۃ ففی ظھور نورھا وقوتہ ما یغنی عن الرؤیا۔ یعنی آخر زمانہ قرب قیامت میں
جو عین زمانہ امام آخر الزمان ہے رویا خطا نہیں جائیگی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اور وجہ عقلی اس کی یہ ہے کہ آخر زمانہ بہت دور ہو گیا ہوگا آفتاب نبوۃ تشریعی سے
اور اُس کے آثار سے پس اس دوری کے بدلے میں مومنوں کے لیے رویاء صالحہ دیجائیگی لیکن
زمانہ قوت نور نبوت تشریعی میں اور اُس کے ظہور کے وقت ایسے کثرت رویا کی چنداں ضرورۃ
نہیں الخ اور چونکہ ہر ایک مسبب کے لیے ایک علت اور سبب کی ضرورت ہوتی ہے لہذا
علت اُسکی وہی مسیح موعود کا نزول ہے اور نزول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالی کیطرف سے اُسکے
ساتھ برکات اور انوار نبوت محمدیہ کا آسمان سے نزول ہوگا اور نزول انوار مقتضی ہی اس امر
کے لیے کہ جو انسان قابل النور ہیں اپنی اپنی استعداد کے موافق وہ منور ہو جاویں۔ اور ام موسیٰ
ومریم کو جو الہام ہوے وہ بھی پر تو اپنے اپنے امام الزمان کے وقت کا تھا جو حضرت موسیٰ
وعیسی ہیں اور مقتبس ہیں انوار وبرکات محمدیہ سے اور چونکہ نابالغ بچوں میں صفائی طبیعت
زیادہ ہوتا ہے لہذا اُس نور نازل کی قابلیت بھی زیادہ ہوتی ہے لہذا اُنکو بھی اس روحانی

نور نازل سے حصہ ملنا خود حدیث سے مستنبط ہوا۔

قولہ ص۱۱۹ مرزا صاحب حصول منصب نبوۃ کے لیے چالیس برس معین فرمایا کرتے ہیں اور یہاں پر اپنی فضیلت کے اثبات کے لیے بچوں کو بھی منصب نبوۃ دیدیا۔ **اقول** ؎
بند آہن را تواں کردن جدا ٭ بندہ عینی را ندانم کس دوا۔ منصب نبوۃ جو اصلاح خلق اللہ اور تجدید دین متین اسلام معہ نشانات آسمانی کے ہے اور چیز ہے اور رویاء صادقہ ہونا اور چیز ہے حضرت اقدس نے یہ کہاں کہا ہے کہ جسکو رویاء صالحہ ہو جاوے اس کو منصب نبوۃ یعنی اصلاح خلق اللہ اور تجدید دین متین وغیرہ بہی سب بالفعل عطا ہو جاتا ہے دیکھو آنحضرت صلعم کے وقت میں حضرت حسان روح القدس سے بولتے تھے لیکن اُنکو منصب نبوۃ آنحضرت صلعم کا کب حاصل تھا اب بھی دیکھو کہ جماعت احمدیہ میں صدہا آدمی خواب بیں و ملہم ہیں اور عورتیں اور بعض عوام الناس سے بھی اس روحانی نور سے فیضیاب ہو رہے ہیں مگر وہ مسیح موعود اور مہدی موعود تو نہیں ہیں۔

قولہ ص مرزا صاحب کتب محرفہ سے باوجود اقرار اُنکی تحریف کے بے سند و بیدلیل تمسک کرتے ہیں۔ **اقول** توریت و اناجیل وغیرہ کتب سابقہ کی جو روایت کہ موافق کتاب اللہ و سنت صحیحہ کے ہوں یا قرآن مجید کی تفسیر اُن سے ہوتی ہو یا اہلکتاب پر الزاماً کوئی حجت اسلامی قائم ہوتی ہو اُن کے ساتھ استدلال کرنے میں کیا حرج ہے کما قال تعالیٰ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین اور صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔

قولہ مرزا صاحب کو اپنے کسی بچہ نابالغ کے لیے دعوی نبوۃ کی بڑی جمانی مرکوز خاطر ہے جو بچوں کے لیے بھی نبوۃ کرنا لکھتے ہیں۔ **اقول لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون**۔ حضرت اقدس نے کسی اشتہار میں مشتہر نہیں کیا کہ طفل موعود حالت صغر میں ہی تمام کام اصلاح کے انجام دیوے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا وغیرہ وغیرہ مگر مجھکو افسوس یہ ہے کہ باوجودیکہ جو الہامات تولد مرحب ٹیاں فرزندوں کی نسبت حضرت اقدس کو ہوے تھے وہ سب کے سب اپنے اپنے وقت میں پورے ہو گئے اور صدہا الہامات علاوہ اُن کے پورے ہو گئے پھر جو الہام خاص فرزند موعود کے بارہ میں ہی اسکے پورا ہونے میں مخالفین کو کیا شک باقی رہا جو سمجھ پر بابو صاحب نے اس قول کو کہ نابالغ بچے نبوۃ کرینگے۔ فرزند موعود کے لیے بڑی جمانا قرار دیا،

اور جبکہ احادیث میں بھی مسیح موعود کے لیے یہ نشان آچکا ہے کہ یتزوج ویولد لہ اور پھر اس نشان مندرجہ احادیث کا آغاز اور شروع بھی ہو چلا ہے معہذا اس نشان کی تکذیب کیسی جانا مصداق بننا آیت مرقومہ بالا کا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

قولہ یہ بھی زبردستی سے مجرد دعویٰ ہے کہ الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے آہ۔

اقول دلائل عقلیہ و نقلیہ اسکے سابق میں گذر چکی اور مکرر گذارش ہے کہ اگر امام الزمان کو کوئی فضیلت آپکے نزدیک ایسی حاصل نہیں ہے جسپر خود لفظ امام بموجب آپ کے اقرار کے بھی دلالت صریحہ کررہا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو بطور امتنان کے کیوں فرمایا کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اور یہ دعا کیوں تعلیم کی گئی کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ ایضاً فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ اور آیت استخلاف مندرجہ سورہ نور ثابت کرچکی ہے کہ یہ انوار نبوت محمدیہ بذریعہ آئمہ اور خلفاء راشدین کے ہے اُمت کو پہونچتے رہیں گے بابو صاحب کو عجیب طرحکا اضطراب ہے کہ کبھی تو امام الزمان کے زمانہ کو مانند زمانہ رسول انس وجان کے تسلیم کرلیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر وساطت امام الزمان کے کوئی نور انوار نبوت محمدیہ میں سے کسیکو حاصل ہو ہی نہیں سکتا اور گاہے یَا لَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا۔ کو فراموش کر کر وساطت امام الزمان سے محض انکار کرنے لگتے ہیں جس سے آیت استخلاف وغیرہ کی تکذیب نعوذ باللہ لازم آتی ہے ثم نعوذ باللہ منہ بابو صاحب نے اس فصل کے تحت میں کچھ اشعار مثنوی رومی کے لکھکر اپنا تصوف بھی جتلانا چاہا ہے اور حضرت اقدس پر الزام انانیت اور دعوی بیجا کا لگایا ہے لیکن اُنکو اس قدر عقل اور فہم نہیں ہے کہ ایسے مامورمن اللہ کا دعوی اپنی طرف سے ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے بُلائے سے بولتے ہیں اپنی طرف سے کوئی دعوی نہیں کرتے قال الرومی ع ؎ دو دہاں داریم گویا ہمچو نے ۔ یک دہاں پنہاں ست در لبہای وے ۔ کیونکہ اُس کی راہوں میں فنا شدہ ہو جاتے ہیں اور پھر مصداق اُنھیں اشعار کے ہو جاتے ہیں جو بابو صاحب نے لکھے ہیں ؎ چوں ز خود رستی ہمہ برہاں شدی ۔ چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی ۔ اور ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ بعد اُن کے تغیر کے اس امام الزمان سے جسقدر کچھ نور ایمان اُنکو حاصل تھا وہ سب نیست و نابود ہوگیا کیونکہ اُنکو عقائد ظلمانی نصاری اور خیالات شرکیہ عیسائیوں کے تائید کرنے لگے اور صفات مختصہ الوہیت میں حضرت عیسی کو شریک کردیا اسیو اسطے اہل بصیرت پر واضح ہو گیا کہ جسقدر اُن کے الہامات مندرجہ عصی موسی کے ہیں وہ بالقاءات شیطانی ہیں اور یا براہین احمدیہ سے بطور استراق السمع کے

چرائے گئے ہیں بنا برین کتاب آیات الرحمن آپ کے حق میں ایک شعلہ ناری اور شہاب مبین ہو گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وحفظنٰھا من کل شیطان رجیم الا من استرق السمع فاتبعہ شھاب مبین۔

قولہ ص۱۲ نظر برین حالات مرزا صاحب اول اپنی امامت باوجود موجودگی اوصاف محالات متذکرہ بالا کے ادلہ شرعیہ سے ثابت کرلیں پھر اُسپر یہ تفریع اُٹھاویں ثبت العرش ثم النقش

اقول خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ۔

ہر کہ تف افگند بہ مہر منیر | ہم بروئیش فتد تف تحقیر
تا قیامت تف است بر رویش | قدسیاں دور تر زبد بویش

اے مختوم القلب تونے جو اوصاف ذمیمہ بحکم المرء یقیس علی نفسہ کے حضرت اقدس کی طرف منسوب کیے ہیں کیا ایسے ہی شخص موصوف باوصاف کذائیہ کے یہ آثار پیدا ہوتے ہیں جو اس ذات مقدس سے ظہور میں آرہے ہیں ان ذاتیات کے جوابات ہمارے رسائل نور الابصار وغیرہ میں بشرح وبسط لکھے گئے ہیں اور ان اعتراضوں سے تو بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیے گئے ہیں کیا وہ نور علی نور ایسی پھونکوں سے بجھ گیا تھا جو اس نور کو جو مولوی عبداللہ صاحب کے مکاشفہ میں آسمان سے قادیان کیطرف اُترا ہے کوئی بجھا سکے گا بابو صاحب کی کچھ فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ نیک کو بدخیال کرتے ہیں اور بد کو نیک کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا سمجھ لیتے ہیں اُلٹے کو سیدھا اور سیدھے کو اُلٹا جانتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بابو صاحب جو مکذب اس صادق مامور من اللہ کو کاذب سمجھے گا یاد رکھو وہ بہت رسوا ہوگا اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کا نظارہ جابجا دیکھ چکے ہیں ہم اسجگہ پر چند اشعار مثنوی کے درج کرتے ہیں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد کو حفظ تھے اور بطور ورد اور وظیفہ کے یہ اولاد جسمانی یا معنوی اُنکی اُنکو پڑھا کرتی تھی چونکہ یہ اشعار متضمن چند پیشگوئیوں ہیں اور وہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہوگئی ہیں لہذا وہ اشعار خصم پر حجت بینہ ہیں۔

الخ اے چارۂ آزار ما | اے علاج گریہائے زار ما
اے تو مرہم بخش جان ریش ما | اے تو دلدار دل غم کیش ما
از کرم برداشتی مہر بار ما | وانہ تو مہر یار و برا ستغفار ما

دیکھو اس باغ تجدید کا برگ و بار و ثمار و اشجار بوقت نظم ان اشعار کے کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے اُسکو کسقدر ترقی و سیرابی پر پہنچا دیا ہے یہ کیوں ہوا سو سنئے

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد | ناگہان جانے درایمانش فتد

عشق تو گردد عیاں بر روئے او — بوئے تو آید ز بام و کوئے او
صد ہزاراں نعمتش بخشی ز جود — مہر و مہ* را پیشش آری در سجود
خود نشینی از پے تائید او — رو بتو یاد او فتد از دید او
بس نمایاں کارہا اندر جہاں — می نمائی بہر اکرامش عیاں
خود کنی و خود کنانی کارہا — خود دہی رونق تو آں بازارہا

دیکھو مخالفین نے کسقدر جان توڑ کوششیں واسطے نیست و نابود کرنے اس سلسلہ الٰہیہ کے کیں مگر ہر پہلو وہ ناکام ہی رہے کیونکہ اسلیئے کہ

خاک را در یکدمے چیزے کنی — کز ظہورش خلق گیرد روشنی
بر کسے چوں مہربانی مے کنی — از زمینی آسمانی مے کنی
صد شعاعش میدہی چوں آفتاب — تا نماند طالب دیں در حجاب
تا ز تاریکی برآید عالمے — تا نشاں یابند از کوئیت ہمی

اب نظر کرو کہ ایک عالم کا عالم قریب پچاس ساٹھ ہزار کے شرک تصاری ہی نکلکر توحید اسلام میں داخل ہو گیا

زیں نشانہا بد رگاں کور و کر اند — صد نشاں بینند و غافل بگذرند

اس کے مصداق آپ جیسے لوگ ہیں کہ باوجود وقوع صدہا نشانوں اور تصدیق کتاب اللہ و سنت صحیحہ کے جو اسکے مسیح موعود ہونے پر دلالت صحیحہ کر رہی ہیں پھر بھی اُنکے دیکھنے سے اندھے اور بہرے ہوئے جاتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ

عشق ظلمت دشمنی با آفتاب — شب پراں سرمدی جاں در حجاب
شہرت آید ای سگ ناچیز و پست — می نہی نام ہلالاں شہوت پرست
ایں نشانہا شہوتی ہست ای لئیم — کز رخش رخشاں بود نور قدیم
در شبی پیدا شود روزش کند — در خزاں آید دل افروزش کند
منطق او از معارف پر بود — ہر بیان او سراسر دربود
ایچنیں شیرے بود شہوت پرست — ہوش کن ای روبہ ناچیز و پست
چیستی اے کور رگ فطرت تباہ — طعنہ بر خوباں بدیں روئے سیاہ
کین و مہر شاں ہمہ بہر خدا است — قہر شاں گر ہست آں قہر خدا است
نیک گر خواہی بیا بنگر زما — صد نشاں صدق شاں مصطفیٰ
ہاں بیا ای دیدہ بستہ از حسد — تا شعاعش پردۂ تو بر درد
صادقاں را نور حق تا ابد مدام — کاذباں مردند و شد تر کی تمام

منجملہ اُن اعتراضوں کے جو اسجگہ پر کیئے گئے ہیں تیس برس کے واسطے اپنی جائیداد کا رہن کر کر رجسٹری کرانا بھی بنام اپنی اہلیہ کے کیا گیا ہے جو طول امل ہے اُس کی نسبت یہ عرض ہے

* اس میں اجتماع خسوف و کسوف کی پیشین گوئی موجود ہے جو سنہ ۱۳۱۱ ہجری رمضان کے مہینہ میں واقع ہو چکی۔ منہ

کہ معاملات بیع وشرا اور رہن و مکاتبت دیون وغیرہ وغیرہ جنکا جواز اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسئلہ جزئی کے طور پر بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے پاک کلام میں بیان فرمایا ہے اُن معاملات کو علت موجبہ طول امل کے لیے قرار دینا قرآن مجید پر حملہ کرنا ہے اور اُن آیات کی تکذیب کرنی ہے جنمیں ان معاملات کے استحکام کے لیے تاکید فرمائی گئی ہے کسی جگہ پر فرمایا ہے ولا تسامواان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ کہیں فرمایا گیا ہے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل اور کہیں پر فرمایا گیا ہے ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ اور کہیں پر اس کتابت کو مقتضائے ایمان قرار دیکر بخطاب یاایہا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ فرمایا گیا ہے آگے رہی رجسٹری وغیرہ وہ استحکام کتابت میں داخل ہے جیسا کہ استشہاد شہیدین واسطے استحکام کتابت کے ماموربہ ہے کما قال تعالےٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم کیونکہ رجسٹری میں حاکم کی گواہی ہوتی ہے جو سب شہادتوں سے بڑھ کر ہے اور موجب استحکام کتابت کا ہے میں نہیں جانتا کہ اس قسم کے اعتراض جو خدا اور رسول پر وارد ہوتے ہیں وہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر کیونکر کیے جاتے ہیں اور پھر بہا پر تو حضرت اقدس نے اپنے واسطے کسی جائیداد کی رجسٹری بھی نہیں کرائی بلکہ اپنے اہلبیت کے اطمینان کے لیے اپنی جائیداد کو بنام اہلبیت خود رہن کر کر رجسٹری اُنکے نام پر کرادی ہے اور اُسمیں بھی خالصاً للہ یہ غرض ہے کہ اپنے وقت پر حق بحقدار پہونچ جاوے اور چونکہ یہ مسیح موعود خضر وقت بھی ہے لہذا اللہ تعالےٰ کی حکمت مقتضی ہوئی کہ یہ معاملہ رہن جائداد کا واسطے حق رسانی کے حق دار کو اُس کے ہاتھ سے عمل میں آجاوے تاکہ مشابہت خضر کے ساتھ پیدا ہو کیونکہ خضر علیہ السلام نے دو لڑکوں کے حق پہونچانے میں بڑی کوشش کی تھی مگر اس مسیح موعود نے حق رسانی چار پانچ فرزندوں کے لیے کوشش فرمائی ہے اور ایک دیوار اور آڑ کردی ہے کہ جس فرزند کلاں نے ہزاروں روپے کا مال تصرف بیجا کر کر تلف کردیا وہ آیندہ اس اتلاف پر قابو نہ پاوے اور حق بحقدار پہونچ جاوے یاد کرو قصہ خضر اور دیوار کا کما قال تعالیٰ واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لہما وکان ابوہما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ویستخرجا کنزہما رحمۃ من ربک وما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تسطع علیہ صبرا ۔ اور یہ نکتہ چینی کرنا کہ زر رہن اُسکا جو زیور وغیرہ تھا وہ بھی نہیں لیا گیا کمال حماقت ہے احسان اور تبرع خصوصاً اپنی اہلبیت کے ساتھ بحکم خیرکم خیرکم لاھلہ اور عاشروھن بالمعروف کے ماموربہ اور واجبات سے ہے جسکو بابو صاحب ممنوعات سے قرار دیتے ہیں۔ ولنعم ما قیل ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ٭ گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

اور اس عدم اخذ زر رہن میں بھی ایک اور مناسبت حضرت خضر کے ساتھ پیدا ہوتی ہے کیونکہ خضر نے بھی اُس دیوار کی تعمیر کی اُجرت نہیں لی تھی کما قال تعالےٰ لو شئت لتخذت علیہ اجرا۔ اور ایک مناسبت خضر کے ساتھ اس مسیح موعود کو یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے اکابر علماء و اولیا کو کسر صلیب کا وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو اس مسیح موعود کو دیا گیا ہے حضرت عیسیٰ کی وفات قطعی طور پر اور اُنکی قبر کا موجود ہونا سری نگر کشمیر میں اور بعد صلیبی واقعہ کے اُنکا سفر کرنا طرف ہندوستان و کشمیر و تبت وغیرہ کے وہ علوم لدنی عطا فرمائے گئے کہ جنسے مذہب صلیبی پاش پاش ہو گیا اور علوم ظاہری بھی ان علوم لدنی کے مصدق ہو گئے حضرت خضر کی نسبت بھی فرمایا گیا ہے کہ وعلمناہ من لدنا علما اور تمام سامان راحت اور اسباب آسایش اسکے لیے مہیا کیے گئے تا کہ اس کسر صلیبی کیلیے فراغ اُسکو حاصل ہو اور انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کا پورا مصدق ہو جاوے اور یہ عین رحمت الٰہی ہے جیسا کہ خضر کو بھی فرمایا گیا ہے واتیناہ رحمۃ من عندنا۔ والحمد للہ و ذلک فضل اللہ۔ الخ

قولہ ص۱۲ اعوام کا تو کیا ذکر خواص علما محدثین فقہا محققین صوفیا کرام صاحب کشف و بشارات و مجاہدات اصحاب الہامات و مکالمات بلکہ قریبا سب اہل اسلام مرزا صاحب سے نہ صرف نا موافق بلکہ سخت مخالف ہیں۔ آہ اقول بابو صاحب نے بہت سے مخالفین کا ذکر ترک کر دیا جسکو ہم لکھے دیتے ہیں تمام فرق نصاریٰ یہود سکھ آریہ ہنود سناتن دھرم برہمو جَین مت شاکتک مت مجوسی دہریہ نیچریہ تھیاسفسٹ شیعہ وہابی خوارج غرضکہ کل جہان کے اہل ادیان حضرت مرزا صاحب کے مخالف ہیں مگر اب یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ وجہ مخالفت کی کیا ہے سو بجز اسکے کہ حضرت اقدس بحکم ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ کے خالص توحید و شریعت اسلام کیطرف سب کو دعوت کر رہے ہیں اور الاسلام نور والکفر ظلمۃ کا نظارہ دکھا رہے ہیں صدق اللہ تعالیٰ وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموٰت والارض اگر کوئی کہے کہ بابو صاحب نے جن اہل کشف و کرامات کی مخالفت کا ذکر کیا ہے وہ تو اہل اسلام ہیں پھر اُن سے مخالفت کی کیا وجہ ہے سو واضح ہو کہ ان تمام علماء مخالفین کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان دوم پر مدت تخمیناً دو ہزار برس سے زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں اور معہذا کا نا یا کلان الطعام کی جگہ اب اُنکو کچھ حاجت اکل و شرب کی باقی نہیں رہی ہے اور نہ کسی طرح کا تغیر زمانی اُن کے قوائے جسمانی میں آتا ہے اور الآن کما کان کے مصداق ہیں جو خاص صفات مختصہ الوہیت سے ہے اور بڑی شان و شوکت سے آخر زمانہ میں واسطے اصلاح امت محمدیہ کے آسمان سے زمین پر نزول اجلال فرماوینگے یا دوسرے لفظوں میں واسطے ذلیل کرنے دین اسلام کے کیونکہ

ایسے نزول باشوکت و اقبال کے وقت فرقہ نصاریٰ تو بالضرور مولوی صاحبان سے کہیں گے کہ دیکھو ہم تم سے کیا کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں یا نہیں کسی انسان میں یہ صفات مذکورہ بالا موجود ہوں تو بتاؤ یہ مولوی اُسوقت نادم ہوں گے وغیرہ وغیرہ اب میں کہانتک اُن صفات الوہیت کا ذکر کروں جنکے ساتھ حضرت عیسیٰ متصف ہیں۔ اے بھائیو یہ وجہ ہے مخالفت حضرت مرزا صاحب کی ان اہل کشف و کرامات سے ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر منصفین بنظر انصاف اور سب نشانوں کو ایک طرف رکھدیویں اور صرف اس مخالفت پر مخالفین کی جو بابو صاحب نے محل طعن میں مذکور فرمائی ہے نظر کریں تو بالضرور ثابت ہوجاوے کہ حضرت اقدس ضرور بالضرور مامور من اللہ اور فرستادہ الٰہی ہیں کہ باوجود مخالفت تمام جہان کے پھر بھی دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے باوجودیکہ مخالفین نے اس سلسلہ الٰہیہ کے نیست و نابود کرنے میں جان توڑ کوششیں کیں مگر بالآخر وہی ذلیل و رسوا اور ناکام ہوئے اور انواع انواع کی نصرتیں الٰہیہ اس مامور من اللہ اور اُسکی جماعت کے ہی شامل حال رہیں صدق اللہ تعالےٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفیٰ باللہ شہیدًا۔ اور جیسا کہ الہام ید خلون فی دین اللہ افواجا کا منشا تھا وہ پورا ہوا اور ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگر یہ شخص مامور من اللہ نہیں ہے تو پھر دنیا میں کوئی مامور من اللہ نہیں گذرا ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول۔ کیا دنیا طلب شہوت پرست کے آثار یہی ہوتے ہیں کہ صرف ایک مسئلہ توحید حقیقی کے لیے تمام جہان کو اپنا مخالف کرلیوے۔ اور کیا ایسے ہی لوگ اہل کشف و کرامات ہوتے ہیں کہ مذہب عیسائی و صلیب پرستی کی تائید کرتے رہیں جو تمام دنیا میں مثل طاعون پھیلا ہوا ہے اور ایک مؤید اسلام کے حق میں جو کسر صلیب کر رہا ہے اور خالص توحید اسلام کیطرف سب کو دعوت کر رہا ہے کوئی دقیقہ اُسکی ہلاکت کیلیے اور کوئی نکتہ اُس کی تذلیل و تضلیل و تکفیر کے لیے باقی نہ چھوڑیں الحضرت ایسے لوگوں کے کشف و الہامات و مکالمات پر ہمارا تو سلام ہے۔ چونکہ اب یہ سلسلہ الٰہیہ بڑی ترقی پکڑ گیا ہے کہ قریب ساٹھ ہزار کے اس سلسلہ میں لوگ داخل ہوچکے ہیں اور روز بروز ترقی پر ہے اور کسی مخالف کی مخالفت سے کسیطرح کا ضرر اسکو نہیں پہونچا بلکہ جسقدر مخالفت ہوئی اُسیقدر اسکی ترقی ہوئی لہذا اب مخالفین پر ضرور ہے کہ راتدن دعائیں مانگیں اور سجدوں میں اپنی ناکوں کو رگڑیں اور تضرع اور زاری کریں کہ اپنے عیسیٰ موعود کو آسمان سے اُتاریں+ ورنہ جب تمام دنیا میں یہی مذہب احمدی پھیل گیا تو پھر حضرت عیسیٰ اُتر کر کیا کریں گے۔ مولوی تو حضرت عیسیٰ کے اُتارنیکے خیال میں مرے مٹے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کو ایک ذرہ بھر اسکا خیال نہیں آتا یہ کیا قصہ ہے ؏ کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں بخش ترے ؛ جاں بلب ہیں ترے آزار محبت والے ؛ **قولہ** ص۱۴۳ مرزا صاحب جو دوسری مخلوق الٰہی کے سلب ایمان تباہی ہلاکت اور اپنی بہتری خطاب عزت درازی حیات کا وظیفہ کرتے رہتے ہیں کیا یہی رحمۃ للعالمینی ہے الخ۔ **اقول** مامور من اللہ کا فرض منصب ہی یہ ہے کہ شرک و بدعات اور اعمال بد سے

+ [illegible]

مخلوقات کو انذار کرتے رہیں اور جو مخلصین با ایمان اور نیکو کار ہوں اُنکو بشارات دیویں دیکھو آنحضرت صلعم کے اسمار میں سے بہی بشیر و نذیر دو نام ہیں لہذا جو مامور من اللہ مصداق یواطی اسمہ اسمی کا ہو وے اُسکا بھی فرض منصب یہ انذار و تبشیر کیونکر نہ ہوگا اور الہام مندرجہ براہین کیا آپکو یاد نہیں رہا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ اور الہام قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وغیرہ وغیرہ بہی آپکو یاد ہوگا جو واسطے اُس کے مصدقین کے ایک پُر بشارت الہام ہے پس ایسے مامور من اللہ سے جس کی صداقت پر صد ہا نشان موجود ہیں بتقاضائے قوۃ سبعیہ و بہیمیہ کے عداوۃ اور دشمنی کرنا اور پہر شیخ سعدی کے یہ اشعار بہی لکھنا کیا اسی کا نام ایمان ہے لہذا وہ اشعار میں آپکو واپس دیتا ہوں آپ خود آپ پر عمل کریں ؎ شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ + ترا کے میسر شود ایں مقام + کہ با اولیاء خداہست جنگ + **قولہ** ۱۱۱ بابو صاحب نے نمبر ہ ۵ میں چند آیات لکھکر اپنے زعم میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص مومن بہی ہو سکینت عبودیت و انکساری اپنا شیوہ رکھتا ہو اور الہامات بہی اسکو ہوتے ہوں پہر وہ امام الزمان کی عدم شناخت سے کیونکر تباہ و ہلاک ہو سکتا ہے الخ **اقول** ہم انہیں آیات مذکورہ بابو صاحب سے ثابت کرتے ہیں کہ امام الزمان کی شناخت کا وجوب بہی اُنہیں آیات سے ثابت ہو واضح ہو کہ بابو صاحب کو اقرار ہے کہ امام الزمان کی عدم معرفت منجر بموت جاہلیت ہو جاتی ہے اور اس اقرار کی تائید کے لیے ہم ایک اور آیت بہی پیش کیے دیتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون یعنی بعد استخلاف الٰہی اور قائم کرنے امام الزمان کے جو شخص انکار امام الزمان کا کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں اب آیات مرقومہ بابو صاحب بہی لکھی جاتی ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ بابو صاحب کیا استقامت کے یہی معنی ہیں کہ چند اعمال ظاہری جنمیں کوئی روحانیت نہو بجا لاکر بقیہ واجبات اور فرائض کا انکار کیا جاوے اور عقائد شرکیہ صلیب پرستی کی تائید کیجاوے اور پہر بہی دعوی استقامت کا ہو کلا و حاشا اے بابو صاحب استقامت کے یہی معنی ہیں کہ تمام اُن عقائد اور اخلاق اور اعمال میں استقامت حاصل ہو جو تعلیم اسلام میں داخل ہیں خصوصاً وہ عقائد و اعمال جنکا ترک منجر بموت جاہلیت ہو اُنکا بجا لانا نہایت ضروری ہے ورنہ پہر استقامت کہاں پہر تو وہی وعید موجود ہے کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون ایضاً آیت دوم۔ در جمتی و سعت کل شئ بابو صاحب نے اس آیت کو فقط اسی قدر لکہا ہی شاید اس اختصار سے اُن کی یہ غرض ہے کہ تمام تعلیم اسلام اور شریعت کو نعوذ باللہ باطل کر دیا جاوے لہذا واسطے رد اس زعم باطل کے ہم سیاق آیت کو بہی لکھے دیتے ہیں جیسا کہا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایتنا یؤمنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم الآیہ کلمہ یتقون تمام معاصی سے اجتناب کرنے پر دلالت صریحہ کر رہا ہے ویس اسمیں تو امام الزمان کی عدم معرفت

بھی داخل ہے اور جملہ یا آیاتنا یؤمنون اُن تمام آیات کو شامل ہے جنمیں اطاعت امام الزمان فرض و واجب کیگئی
ہے اور نیز وہ آیات ونشانات آلٰہی بھی داخل ہیں جو امام الزمان کی تصدیق کے واسطے اس زمانہ میں واقع ہوئے
ہیں کما مر سابقًا اور جملہ الذین یتبعون الرسول النبی اتباع تمام اوامر رسول مقبول صلعم پر شامل ہی جنمیں امر
اطاعت امام الزمان کا بھی داخل ہے۔ آیت سوم الذین امنوا وکانوا یتقون بشرح صدر شناخت امام الزمان کیے وجوب پر
دلیل ہے آیت چہارم الا من تاب وامن وعمل صالحا اسمیں نافرمانی امام الزمان سے توبہ کرنا بھی داخل ہی
اور معرفت امام الزمان بھی عمل صالح میں داخل ہے باہر نہیں ہی اللھم اجعلنا منھم وادخلنا فیھم بفضلک و
رحمتک یا ارحم الراحمین امین ثم امین اور حدیث ان رحمتی سبقت غضبی بھی ایک دلیل ہی بھی واسطے بعثت
امام الزمان کے کیونکہ بعثت مرسلین و مامورین کی حسب تقاضاء رحمت آلٰہیہ کے ہی ہوتی ہی اور غضب آلٰہی تو جب ہی
ہوتا ہے کہ جب مامور من اللہ اور امام الزمان کی تکذیب انتہا درجہ کو پہونچ جاتی ہے کما قال تعالٰی وما کنا معذبین
حتی نبعث رسولًا واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا
اور یہی سر ہے کہ جب تکذیب امام الزمان کی انتہا درجہ کو پہنچگئی اور باوجودیکہ متعدد آیات بلکہ صدہا نشانات آلٰہیہ
اُسکے دعوی ماموریت من اللہ ہونے کی تصدیق بھی کردی لیکن مخالفین تکذیب سے باز نہیں آئے تو اب تمام دنیا میں طاعون
شروع ہوگیا ہے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک ہفتہ میں پریسیڈنسی پنجاب میں ۲۴ ہزار تک آدمی ہلاک ہوئے ہے
اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ - یادرہے کہ اس عذاب طاعون سے وہی محفوظ رہیگا کہ تقوی اختیار کرکے اس
مسیح کو مانے ولنعم ما قیل ؎ واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار + بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم وجہ اسکی حدیث بخاری سے
بھی مستنبط ہوتی ہی حکٰ۲ وغیرہ بخاری میں موجود ہی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا
الطاعون ولا الدجال - وجہ استنباط یہ ہے کہ جسقدر اس حدیث کے الفاظ مختلف متعدد آئے ہیں اُن سب میں عدم دخول طاعون
اور دجال دونوں کا مذکور ہی لہذا کلام فصیح بلیغ میں اس جمع کرنیمیں طاعون اور دجال کے ضرور مناسبت ہونی چاہیے اور
ان دونوں کے دخول کی نفی بڑے شد و مد سے آنحضرت صلعم نے مدینہ سے بیان فرمائی ہے پس جو شخص کہ قاتل دجال ہو
اُسکی بستی کا بھی طاعون سے محفوظ ہونا سزاوار اور مناسب ہی اور یہ تو مسلم فریقین ہے کہ مسیح موعود ہی قاتل دجال ہوگا
اور کاسر صلیب بھی ہوگا لہذا جبکہ دجال کا دخل مسیح موعود کی بستی میں بموجب حدیث صحیح کے نہوا کیونکہ وہ تو اُس کا
مقتول ہے - حتی کہ بموجب حدیث صحیح کے عمر جیسے اشداء علی الکفار بھی اُس کے قاتل نہوسکے تو طاعون بھی جسکی معیت
دجال کے ساتھ ہے اُسکی بستی میں داخل نہونا چاہیے یہی حدیث اصح الصحاح کا مفہوم ہی الہام انہ اوی القریۃ اور الہام
لولا الاکرام لھلک المقام وغیرہ بھی اسی مفہوم حدیث بخاری کی تصریح کررہا ہی۔ **قولہ** صفحہ ۱۲۵ مرزا صاحب کے مخالفین
مثلا مولوی عبد الحق مولوی نذیر حسین مولوی رشید احمد مولوی محمد ابراہیم و دیگر عالمان و مولویان کا بگاڑ مرزا صاحب
کی مخالفت سے کیا ہوا اور نہ اُن کے تعلقات خدا تعالی سے ٹوٹے وکذا وکذا۔ **اقول** مولوی غلام دستگیر قصوری
اور اسکا ہمخیال و ہمسلسلہ مولوی ارشاد حسین رامپوری اب دنیا میں کہاں ہی جس نے سب سے اول قبل دعوی مہدویت و مسیحائی کے

فتوائے تکفیر طیار کر کر بالآخر خود بخود غلام دستگیر نے امرتسر وغیرہ میں مباہلہ ان الفاظ سے کیا تھا کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ اول پنجۂ نہنگ اجل کا شکار ہوگا پس وہ اس مباہلہ سے چند روز بعد ذلت وخواری کیساتھ مر گیا یہ اشتہار مباہلہ اُسکا اُس کے رسالہ کید کادیانی میں چھپا ہوا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مولوی اسمٰعیل علیگڈھی جو نامرگ جسنے وقت دعویٰ مسیحائی سے تکذیب کی تھی اور حضرت اقدس کی نسبت دربارہ الہام کے یہ اتہام کیا تھا کہ آلات رصد اور نجوم وغیرہ سے پیشگوئیاں بیان کرتے ہیں اور مثل غلام دستگیر کے مباہلہ اُسکی کتاب میں چھپا ہوا ہے اب وہ اس دنیا میں کہاں ہے مولوی محمد حسن ساکن بھیں ملک پنجاب جسنے اعجاز المسیح کا جواب اور رد لکھنا شروع کیا تھا وہ بھی بموجب الہام مندرجہ سرلوح اعجاز مسیح کے فوت ہوگیا۔ عبدالحی خاں وارسطو خاں بھوپال جس نے بسبب مخالفت حضرت اقدس کے خاکسار کے ساتھ حسد و عناد سے ملازمت بھوپال سے علحدہ کرایا تھا باوجودیکہ وہ نوجوان تھا وہ اب کدھر گیا منشی حکیم الدین میر منشی رو بکاری سرکار عالیہ بھوپال جسنے محض عداوت حضرت اقدس کے سبب خاکسار کو برطرف کرایا تھا باوجودیکہ عمر میں مجھسے چھوٹا تھا اب وہ کہاں ہے مولوی عبدالحق جسکو طرح طرح کی رسوائیاں لاحق ہوئیں جسکی تفصیل ہمارے رسائل میں موجود ہے اُن سب کے علاوہ کیا دونوں ہاتھ اُس کے اب بیکار نہیں ہو گئے ہیں۔ اور کیا مولوی نذیر حسین پیر خرف ہو کر لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا اب مصداق نہیں ہے۔ مولوی رشید احمد نابینا ہوا جوان لائق بیٹا مرا اُسکی بیوی مری بیٹے کی بیوی مری سلسلہ تعلیم و تعلم بند ہوا اور کئی قسم کی رسوائیاں ملیں مولوی محمد ابراہیم آرہ اب دنیا میں کہاں ہے میجنہ خاں اُنکو گرفتار کر کے لیگئے مولوی محمد و عبدالعزیز و عبداللہ لدھیانوی اول المکفرین جنکی تکفیر کا رد مولوی محمد حسین نے ریویو میں کیا تھا اب وہ کہاں ہیں مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے مباہلہ میں فوت ہو گئے مولوی احمد علی ذلت سے سہارنپور سے نکلا مولوی آبشیر بھوپالوی کو وہ ذلت نصیب ہوئی کہ خدا دشمنوں کو بھی نہ دکھائے اس ذلت اور حضرت اقدس کی عزت میں ایک رسالہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نے بشرح و بسط بطرز نو لکھا ہے اُسکی قیمت ۴ر ہے اور واقعی اس رسالہ کو دیکھکر خدا یاد آتا ہے عنقریب چھپکر طیار ہوگا جو صاحب چاہیں درخواست معہ قیمت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجدیں۔ اے بابو صاحب آپکو شرم نہیں آتی کہ جو لوگ مقابل اس مسیح موعود کے ہو کر یا فوت ہو چکے اور یا بموجب الہام اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کے دنیا ہی میں بعذاب شدید مبتلا ہیں آپ انکا نام زندہ ہیں یا معززان عنداللہ ہیں کہکر تحریر فرماتے ہیں ذرہ تحقیق تو کرلیا ہوتا کہ انکا اب کیا حال ہے آیا زندہ ہیں کہ مر گئے تب اُنکی نسبت لب کشائی کی ہوتی آپنے سمجھ لیا کہ جو دل میں آوے سو لکھدو کون تحقیق کرتا پھرے گا یہاں پر تو میں تمام مکذبین موتی و ہلاک شدہ کے نام بھی بسبب طوالت نہیں لکھ سکتا ہوں ہاں میرے دوست مرزا خدا بخش صاحب نے ایک رسالہ عاقبۃ المکذبین طیار کیا ہے جو عنقریب طبع ہو کر معہ بعض سوانح مختصر مکذبین کے دنیا میں شائع ہوگا تب حقیقت الحال آپکو معلوم ہوگی **قولہ** ۱۲۵ مولوی محمد حسین صاحب کو سرکار سے زمین بھی ملگئی۔ **اقول** محمد حسین نے

اگرچہ میدان مباہلہ میں ایک قدم بھی نہ بڑھایا تھا ہاں البتہ ایک عرصہ تک مناظرہ بیجا ہی کرتا رہا تاہم بموجب الہام انی مہین آہ کے کیا وہ وہ ذلتیں اُس کے گلے کا ہار نہ ہوگئیں جو ہم سابق میں لکھہ آئے ہیں بخلاف حضرت اقدس عم کے کہ اُن کے دعاوی مہدویت و مسیحیت روز بروز ترقی پذیر ہیں اور اشتہارات و رسائل تبلیغ اسلام برابر شائع ہورہے ہیں اور محمد حسین کا اشاعہ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہوگیا اب کہاں ہے وہ اشاعہ اور کہاں ہے محمد حسین اُسکو زمین کیا ملی ہے وہ اخلد الی الارض ہوگیا ہو فاعتبروا یا اولی الابصار مفصل جواب اسکا پہلے گذر چکا ہے۔ اب غور فرمائیے کہ کسکی تعلقات اللہ تعالی سے ٹوٹے اور کس کے مربوط و مضبوط ہوئے۔ **قولہ** ۱۲۶۲۔ مرزا صاحب کی صحبت میں بابو صاحب کو قبض و غفلت لاحق حال رہتا تھا اور علحدگی سے مبدل بہ بسط ہوگیا اور الہامات کی کثرت بھی ہوئی۔ آہ **اقول** افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ جس شخص نے اپنا معبود اپنے ہوا، نفس کو قرار دے لیا ہو اُس کیو اسطے تو قرآن مجید بھی بجائے شفا کے موجب خسارہ ہوجاتا ہے کما قال اللہ تعالی وننزل من القران ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظلمین الا خسارا + ایضا یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک ھم الخسرون + اور آپکے الہامات کا حال ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگیا ہے وہ تو ایسے ہی الہامات و مکالمات ہیں جیسا کہ شیطان کو بوقت نافرمانی الٰہی کے سجدہ آدم سے واقع ہوئے تھے اور آپ کا یہ الہام کہ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا۔ آہ اگر آپکو الہام ہوا ہے تو وہ متعلق جناب کی دو حالتوں کے ساتھ ہے جملہ اول تو حالت اول یعنی وقت تصدیق کے متعلق ہے یعنی جبکہ آپ مصدق تھے اور حالت دوم یعنی وقت تکذیب کے متعلق جملہ دوسرا ہے اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ **قولہ** ص ۱۲۶ دعوی علم و حقائق و معارف مرزا صاحب کی نسبت بھی کچھہ بیان کرنا ضروری ہے **اقول** بابو صاحب نے اس مقام پر ذیل نمبر چہارم میں اپنا بڑا تبحر علمی جتایا ہے اور اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اول تو لفظ راہب صیغہ واحد بجائے صیغہ جمع رہبان کے استعمال کیا ہے دوم رہبان کا لفظ مخصوص بہ نصاری ہے لیکن حضرت مرزا صاحب نے یہود کو رہبان قرار دیدیا ہے اور اپنے زعم فاسد میں اسکو ایک بڑا اعتراض سمجھکر حضرت اقدس کی لاعلمی ثابت کی ہے۔ اقول بابو صاحب آپکو تو اردو میں بھی صیغہ واحد اور جمع کا استعمال نہیں معلوم ہے اے حضرت اردو فارسی میں اعداد کا معدود اکثر مفرد ہے استعمال ہوا کرتا ہے ع صد ہزاراں دفتر اشعار بود ٭ پیش حرف اُمیّش آں عار بود ٭ یہاں پر لفظ دفتر کا باوجود عدد صد ہزاراں کے صیغہ واحد ہی مستعمل ہوا علی ہذا القیاس اردو میں ہزاروں جگہ پر الفاظ جمع کے مفرد ہوکر بجائے جمع استعمال کیے جاتے ہیں شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ترجمہ واتبعوا ما تتلو الشیاطین علی ملک سلیمان میں تحریر فرماتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں اُس چیز کی کہ پڑھتے تھے شیطان بیچ وقت سلیمان کے یہاں پر لفظ شیاطین جو صیغہ جمع کا ہے مفرد کر کر بجائے جمع کے استعمال کیا گیا وغیرہ وغیرہ اور لفظ راہب باعتبار لغت کے عام ہے

خواہ نصاریٰ میں سے ہو یا یہود میں سے کیونکہ معنی راہب کے خائف کے آتے ہیں مطلقاً قطر المحیط میں لکھا ہے رہب الرجل یرہب رہبۃ خاف والراہب اسم فاعل جمع رہبان ہاں البتہ نصاریٰ میں سے راہب وہی ہیں جو اصحاب الصوامع ہیں جیسا کہ خود بابو صاحب نے معالم التنزیل سے لکھا ہے والرہبان من النصاریٰ اصحاب الصوامع اس کے معنی یہی ہیں کہ نصاریٰ میں کے رہبان اصحاب الصوامع ہیں انتہیٰ عبارت سے معلوم ہوا کہ رہبان سوائے نصاریٰ کے بھی ہو سکتے ہیں لہذا لغت عرب کی رو سے استعمال راہب کا یہود کے ان درویشوں پر بھی لغتاً ہو سکتا ہے جو تارک دنیا ہو کر جنگلوں میں جا بیٹھیں۔ **قولہ** ص۱۷۱۔ آیت وکانوا یستفتحون کو بھی صحیح نہیں لکھا بلکہ الٹ پلٹ کر دیا ہے اھ **اقول** اس آیت میں سہو کاتب سے لفظ من قبل یستفتحون کے بعد لکھا گیا ہے جس پر ہمکو کچھ اصرار نہیں ہے لیکن آپکو اور آپ کے موافقین کو تو اصرار ہے کہ انی متوفیک ورافعک میں متوفیک بعد کو ہے اور رافعک پہلے پس شہتیر و تنکے کی مثال یہاں پر کیونکر درست ہو سکتی ہے ہاں آپ بھی مخالفین سے اقرار کرا دیجیے کہ جو مفسرین آیت انی متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں انکو اسمیں سہو ہو گیا ہے پھر ہم مخالفین کو طعن و ملام کا نشانہ ہرگز نہ بناوینگے اے ناظرین انصاف کرنیکا مقام ہے کہ سہو کاتب سے کسی آیت میں کوئی لفظ آیت کا مقدم مؤخر ہو گیا ہو اور پھر اسکو سہو کا اقرار بھی ہو گیا وہ کاتب اس شخص کے برابر ہے جسکو قرآن مجید کی کسی آیت میں تقدیم و تاخیر بیجا پر اصرار ہو اور معنی نظم کے بھی بالکل فاسد ہو جاتے ہوں بابو صاحب آیت فنسی ولم نجد لہ عزما کو بھی یاد رکھیے۔ **قولہ** ص۲ مرزا صاحب نے آیت کے ترجمہ میں ایک فقرہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے یعنی اور انکو کشف و الہام ہوتا تھا حالانکہ سیاق و سباق میں کہیں اسکا پتہ اور نشان نہیں ہے **اقول** بابو صاحب تمام کتاب ہی نہیں اہل کتاب کا ذکر کر جنکو کشف اور الہام ہوتا تھا ماحصل آیت کا تو یہیں پر تمام ہو گیا کہ یہ لوگ نصرت دین کے لیے خدا تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے اسکے آگے حضرت اقدس نے بسبب عمومی ہونے مخاطب کے ان یہود کا حال بھی بیان فرما دیا کہ انکو کشف اور الہام بھی ہوتا تھا اور سابق ازیں بھی چند جگہ انکے صاحب کشف و الہام ہونیکی تصریح کیگئی ہے یہاں پر بسبب انکی عنایت کے اشارۃً تصریح کر دیگئی ہے لیکن آپ پھر بھی نہ سمجھے اور سمجھے تو آیت کا ترجمہ سمجھ بیٹھے اور پھر واسطے اپنے اظہار محدثیت کے یہ حدیثیں بھی لکھدیں کہ من قال فی القرآن برائیہ فلیتبوء مقعدہ من النار من قال فی القرآن برائیہ فاصاب فقد اخطأ۔ چونکہ حضرت اقدس کے بعض تراجم تفسیری پر مخالفین اس حدیث کو پیش کر دیا کرتے ہیں لہذا ہم اسمقام پر اس حدیث کی معنے بھی مختصر الکھے دیتے ہیں تفصیل اسکی ہمارے دیگر رسائل اعلام الناس وغیرہ میں موجود ہے واضح ہو کہ تفسیر بالرائے وہ تفسیر ہوتی ہے جو اپنی ہوا و ہوس کے مطابق کسی آیت کی تفسیر کیجاوے اور علوم آلیہ و محاورات عرب کے بھی اسکے مثبت نہوں بلکہ مخالف ہوں یا اسکی نظیر دوسری آیات میں نپائی جاوے پس اگر کسی آیت یا سورۃ کی تفسیر ایسی کی جاوے کہ دلائل اور قرائن اسپر قائم ہوں تو اس تفسیر کو تفسیر بالدلیل یا تفسیر بالقرائن کہیں گے نہ تفسیر بالرائے اور اگر بحکم القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے کسی آیت کی ایک ایسی تفسیر کی جاوے جس کے نظائر اور شواہد دوسرے

آیات قرآن کی واقع سے ہوں وہ تفسیر القرآن بالقرآن ہوگی نہ تفسیر بالرائے اور چونکہ قرآن مجید تبیاناً لکل شیٔ ہے لہذا اسکی تمام تفسیر کسیوقت میں ختم نہیں ہو سکتی کما قال اللہ تعالےٰ قل لوکان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً۔ یہانپر کلمات رب سے وہی تفسیر کلام الٰہی کی مراد ہے جو ملہمین کو بذریعہ الہامات و کشوف کے بطور علم لدنی کے حسب ضرورۃ وقت منکشف کیجاتی ہے جیسا کہ حضرت امام الزمان نے سورہ فاتحہ کی تفاسیر ثلثہ اعجاز المسیح و کرامات الصادقین و تفسیر مندرجہ براہین محمدیانہ تحریر فرمائی ہیں اور اگر قرآن مجید کی تفسیر صرف ماثور عن الرسول وعن الصحابہ پر ہی موقوف رکھی جاوے جو نہایت مختصر ہے اور چند اوراق میں مندرج تو لازم آتا ہے کہ قرآن مجید تبیاناً لکل شیٔ نہ ہووے والّلازم باطل فالملزوم مثلہ **قولہ** ص۱۲ مرزا صاحب حدیث موقوف منقطع شاذ منکر معلل مرسل مدلس مدرج کو بھی حدیث صحیح کہہ دیا کرتے ہیں اور پھر مقابلہ میں صحیح بخاری کی حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔

اقول یہانپر بابو صاحب نے یہ جتلانا چاہا ہے کہ ہمکو علم اصول حدیث سے بھی بڑی واقفیت ہے ولکن انی لہ ذالک المقام یہ تمام الفاظ بابو صاحب نے کسی کتاب سے نقل فرمائے ہیں انہیں اگر ایک اصطلاح کی تعریف بھی بابو صاحب سے دریافت کی جاوے تو ہرگز ہرگز بیان نکر سکینگے اور حضرت اقدس کا امام کتاب و سنت کا ہونا بحکم الحکم بکتاب ربکم و سنت نبیکم کے مثل آفتاب نصف النہار کے روشن اور واضح ہے اور سنت صحیحہ کی عظمت حضرت اقدس کے نزدیک جو کچھ ہے اسکو آنحضرت کی کتابوں میں دیکھنا چاہیئے خصوصاً رسالہ شہادۃ القرآن کے اوائل کو بھی دیکھو ہاں یہ ضرور بموجب اصول محدثین کے جو حدیث بسبب مخالفت قرآن مجید کے واجب الترک ہو اسکو ضرور ترک فرماتے ہیں اور بمقابلہ صحیح کے ضعیف کو ترک کر دیتے ہیں اور یہی اصول محدثین کا ہے اور تصویر کی تحقیق بموجب کتاب اللہ اور سنۃ صحیحہ کے سابق ہم مفصل لکھ چکے ہیں اب ہم اس حصہ اولیٰ کو یہاں پر ختم کرتے ہیں اور چند اقرار بابو صاحب کے یہانپر لکھے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو رد عصای موسیٰ میں کام آوینہ **اقرار اول** امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کے ساتھ بہت مشابہت و مناسبت تامہ رکھتا ہے اور یہ مسئلہ عند العقل اور عند المسلمین مسلم ہے ص۱۱ عصی۔ **اقرار دوم** وہی عند اقتران الزمان لاتکاد تخطی کما قال النبی صلعم ص۶ **اقرار سوم** اسلیئے کہ قوۃ ایمانی میں ترقی ہو اور بصیرۃ و بینائی حاصل ہو اور زمانہ مبارک نبوۃ کے برکات و انوار تازہ و یاد رہیں الہامات و مقامات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے ص۱۹ **اقرار چہارم** ہاں آجکل بعض ایسے اشخاص (علماء و فقہا) کا قحط سا ہوگیا ہے اور کوئی تفقہ دینی و الا مثل حضرات گذشتگان شیخ عبد الحق شاہ ولی اللہ شاہ عبد العزیز وغیرہ وغیرہ مشکل سے ملتا ہے ص۱۱ **۵** اللہ تعالےٰ نصاریٰ کے مذہب کی تعریف فرماتا ہے یعنی جس مذہب پر ہماری موجودہ گورنمنٹ ہے قرآن مجید میں اُسکی بہت تعریف ہے ص۱۲ **۶** لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب و اہل ہذا المذہب لعنت کا کرنا اور کلمات زجر و توبیخ کا استعمال کرنا جائز ہے اگر صدق اور توحید الٰہی کی سزاوار ہو ص۵ سک کا عذ مطبوعہ مسلکہ غرضکہ عصای موسیٰ میں بہت سے ایسے اقرار ہیں کہ ہم فقط اُن کے اقراروں سے ہی تمام کتاب کا تار و پود اُدھیڑ دیتے ہیں کہ المرء یؤخذ باقرارہ مگر چونکہ ہمنے اپنی کتاب کا نام آیات الرحمن لنسخ ما یلقی الشیطان رکھا ہے لہذا ناظرین نے دیکھ لیا ہوگا کہ دار و مدار ہمارے استدلال و دعاوی کا اور نقض و جرح مزعوم باطل خصم کا اکثر آیات قرآن مجید پر ہی ہے یا سنۃ صحیحہ پر اب ناظرین کو مناسب ہے کہ حصہ دوم کی

فہرست مضامین کتاب آیات الرحمن لنسخ ما یلقی الشیطان ای فوائد اولیاء الرحمن

مضمون و مطلب

صفحہ مضمون و مطلب

مضمون و مطلب آیات الرحمٰن